

224773

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۵۹۱۵۲۳۶ Accession No. ۱۲۷۶۹

Author میرزا ابوبکر

Title دُورِ شامِ گری

This book should be returned on or before the date last marked below.

دورِ شاعری

حصّہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب

دورِ شاعری

مُصَنَّفہ

ادیبِ اعظمِ عالیجناب سید محمد سیراز صاحبِ منصب صدر ”انجمنِ محافظِ اردو“

فاضلِ ممتازِ لافاضلِ دبیرِ کامل

مؤلفِ مُہِیبِ اللغات (اردو انسائیکلو پیڈیا)

خلفِ حضرتِ مؤدبِ بظلالِ عالی

ناشر

سید حسن (اکمال) سکرٹری ”انجمنِ محافظِ اردو“ لکھنؤ

قیمت

پندرہ

مجلدِ دوم، غیر مہلک لاجہ، علاوہ محصول

منسور نگر، نیا محل، لکھنؤ

کتاب ”دور شاعری“ کے متعلق

عالمِ پنجاب، مولیٰ القاب، محسنِ زبانِ اُردو

(خان بہادر) سرکارِ راجہ محمد امیر احمد خان صاحب بہادر والی ریاست عالیہ محمود آباد کا زیرِ خیال
جو حضورِ مہصووت نے مصنفِ کتاب حضرت حمزہؓ سے بذریعہ فرزانہ ظاہر فرمایا ہے۔
(اکنال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لکھنؤ

۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء

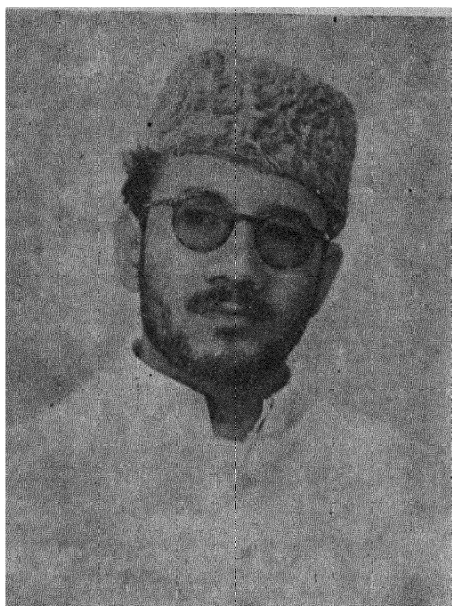
سلام علیکم درحمتہ اللہ وبرکاتہ

مکرمی حمزہ صاحب

آپ کی کتاب ”دور شاعری“ کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ اُردو ادب میں ایسی کتاب
میری نظر سے نہیں گزری۔ عروض و ادب کے سے خشک مباحث کو اتنا دل آویز بنانا
آپ ہی کا کام تھا۔ آپ کی محنت و مشقت قابلِ صد تحسین و آفرین ہے۔ اُردو زبان
ایسے ہی تصانیف کی مہربون منت رہی اور رہے گی۔

آپ کا خالص

(خان بہادر سرکارِ راجہ) محمد امیر احمد (خان صاحب بہادر بالقاب)



(محسن زبان اردو)
عالیجناب خان بہادر سرکار راجہ محمد امیر احمد خان
صاحب بہادر بالقابہ والی ریاست عالیہ محمود آباد —

پیشکش خلوص

ناچیز تصنیف، حقیر تالیف یعنی کتاب دُورِ شاعری کو شاعر نازک خیال، ادیب بے مثال، محسنِ زبان اُردو، سرکار (خان بہادر) راجہ محمد امیر احمد خان صاحب بیادِ بالقاہ والی زیاست عالیہ محمود آباد کے نام نامی سے معنون کرتے ہوئے یہ دعا کرتا ہوں کہ خداوندِ عالم سرکارِ موصوف کی ہمت، خدمتِ قومی و جذبہ بقائے زبانِ اُردو میں علی الحساب اضافہ فرمائے۔ اور کتاب کو مقبولیتِ عوام و خواص کے اعلیٰ مرتبہ سے سرفراز فرمائے۔

خیر طلب
ہند

نذرِ عقیدت

میں بحیثیت سکرٹری ادارہ عالیہ انجمن محافظ اردو، جناب مصنف صد انجمن محافظ اردو کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ موصوف نے اس مایہ ناز ادبی و ملی خدمت کو انجمن مذکور کی خدمت قرار دیتے ہوئے دنیا کے ادب پر خاص احسان فرمایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب باشندگان ہندوستان سے ضرور خراج تحسین حاصل کرے گی۔ اور یہ بھی امید ہے کہ موصوف اس سلسلہ تصنیف و تالیف کو برابر جاری رکھیں گے۔

آپ کی ذرا سی گرامی ہندوستان میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے خاندان نے بلکہ آپ کے اجداد نے اردو ادب پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ خصوصاً حضرت عیشی و نقشبتمشاہد جن کو ادبی دنیا کا ذرہ ذرہ جانتا ہے۔

مصنف موصوف کی استعداد علمی کا بہین ثبوت وہ اسناد ہیں جو نہایت محنت و مشقت سے حاصل کیے ہیں۔ خصوصاً سند ممتاز الافاضل و دبیرِ کامل وغیرہ۔

آپ کے ادبی خدمات کا آئینہ بالخصوص ”مہذب اللغات“ ہے۔ جو موصوف عرصہ دراز سے ہمہ وقت تیار فرمانے میں مصروف ہیں۔ مجھے بالاعلان اس کہنے میں کوئی باک نہیں کہ لغت مذکور اپنی نظیر آپ ہی ہے جس کا اندازہ سلسلہ طباعت شروع ہونے کے بعد ناظرین کو خود ہو جائے گا۔ واقعاً مصنف موصوف خدمت زبان کا بیڑا اٹھا چکے ہیں اور اپنے تمام اوقات تصنیف و تالیف کے مشاغل میں صرف فرما رہے ہیں۔ عنقریب انجمن محافظ اردو جناب مصنف کے وہ تصانیف غیر مطبوعہ (جو اس دنیا میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیں گے) ارباب نظر کی خدمت میں پیش کرنے والی ہے۔

کتاب دورِ شاعری

حصہ اول

ایسی لا جواب و انتخاب تصنیف ہے جس کی داد سوائے انصاف پسند نظر کے دوسری نگاہیں دینے میں قاصر نظر آئیں گی۔ یقیناً ایسے بیش بہا نکات، منتخب مسائل، سبق آموز اقوال و واقعات کا مجموعہ ہے جس کی مثال دُنیا کے ادب میں ملنا دشوار کیا بلکہ ناممکن نظر آتی ہے۔ لکھنو، جو مرکزِ زبان و ادب کہلاتا ہے۔ اور سیکڑوں تصانیف دُنیا کے سامنے پیش کر کے وادِ مرکزیت حاصل کر چکا ہے۔

مگر ایسی تصنیف جو بالکل جدید اور انوکھے وکلش عنوان سے معرضِ وجود میں آئی ہو، پیش کرنے سے قاصر رہا۔ یہ تصنیف وہ تصنیف ہے جو اپنے حسن و جمال سے دُنیا کے ادب کے ذرے ذرے کو روشن و منور کر دے گی۔ انصاف اہل نظر کے ہاتھ ہے۔

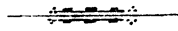
سید حسن اکمال

سکرٹری "انجمن محافظ اردو ہند"

اطلاع

یہ کتاب بہ اہتمام منشی سید اکبر حسین جس کا کن کٹرہ ابوتراب خاں شائع ہوئی
جملہ حضرات کی گزارش ہے کہ لکھائی و چھپائی کا کام ان سے لیکر فائدہ اٹھائیے

اظہارِ واقعہ



میرا آبائی کام شعرو شاعری بالخصوص مرثیہ گوئی - میرے اجداد نے اپنے عشق و عشقِ درخشاں و حمید و جدید و سعید و ادب و غیر ہم نے سوائے مرثیہ گوئی، غزل گوئی کے کبھی شریکِ طرف توجہ نہیں فرمائی۔ زمانہ رنگ بدلتا ہے، ان حضرات کا دور اور تھا اور موجودہ دور اور ہے۔

نثر نگاری، افسانہ نویسی کو دنیا احسن کی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ مجھے میرے فطری شوق نے مجبور کیا کہ اپنے بزرگوں کے قدم بہ قدم چلتے ہوئے اپنے مرثیہ گوئی، غزل گوئی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھوں، چنانچہ یہ سلسلہ عرصہ دراز سے قائم ہے اور اردو زبان کا لغت، گویا اردو انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے میں مصروف ہوں اور دیگر تصانیف ادبیہ غیر مطبوعہ محفوظ ہیں جو عنقریب منظر عام پر لانے والا ہوں۔ لغت مذکورہ پیشینہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جو غالباً بیس سال کے بعد اربابِ ادب کی نظر سے گزرنے کا شرف حاصل کرے گا میری تحریکاتِ انجمنِ محفلِ اردو معرضِ وجود میں آئی جس کا مبارک سنہ فروری ۱۹۴۷ء تھا۔ جلسے نے عہدِ صدارت باوجود آہستائی انکار کے میرے سپرد کیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

میں نے انجمنِ محفلِ اردو کی خدمت اپنا فرض عین سمجھتے ہوئے اس کتابِ دورِ شاعری کو انجمنِ مذکور کی پہلی خدمت قرار دیا۔ خیال یہ ہے کہ آئندہ ہر تصنیف و تالیف کو انجمن ہی کی خدمت منظور کرتے ہوئے نشر و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔

آئینہٴ صداقت

میری یہ ناپیتر تصنیف اپنے کتابِ دورِ شاعری واقعاً ادبی دنیا میں کوئی مرتبہ نہیں گنتی۔

مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ میں نثر نویسی کے فن سے ناواقف ہوں۔ لیکن چونکہ لکھنا اس امر میں بہت زیادہ مہون ہے کہ باوجود کمزیریت کوئی توجہ ترقی و بقائے زبان کی طرف نہیں۔ اس نظریہ کو توڑنے کے لیے قہراً اقدام کرنا پڑا اور تصنیف حقیر مرض وجود میں آئی۔ صرف تین ماہ میں یہ کتاب تیار کی ہے۔ اس مجموعے میں جو کچھ بھی ہے سب ہندگوں کی روح کا تصدق ہے۔ بالخصوص عبدالمجید خدائے سخن حضرت عشق رح کہ اُن کے ایک مختصر قلمی رسالے سے بھی مدد لی ہے جس کا اظہار اپنے لیے عین فضیلت سمجھتا ہوں۔

خدا معلوم میری تصنیف میں کس قدر اغلاط ہوں گے لیکن ناظرین سے بصداہ گزارش یہ ہے کہ جس مسئلے پر کوئی ایراد ہوتا ہو اگر مخلص ہوں تو خط کتابت کر کے مسئلہ صاف کر لیں جی اللہ تعالیٰ سمجھانے کی کوشش کروں گا ورنہ سپر انداختہ ہو جاؤں گا۔ غلطی کو غلطی تسلیم کر لوں گا۔ اگر دل کے کسی گوشے میں شاہرہ خلوص نہ ہو تو کسی اخبار میں بالا اعلان اعتراض فرمائیں۔ اور ایک پرچہ مجھے ضرور ارسال فرمائیں میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کتاب دورِ شاعری حصہ اول دورِ قدیم کی شاعری کے اعتبار سے لکھی گئی ہے۔ اس کے دوسرے حصے میں جو زیر تصنیف ہے موجودہ دور کی شاعری اور نثر سے بحث کی جا رہی ہے جو انتہائی دلچسپ عنوان سے پیشکش ناظرین کی جائے گی۔ خود روشترا کے کلام کے عیوب فرداً فرداً واضح کیے جائیں گے انتظار فرمائیے۔

ہند ب

اجزاء و خیال

۱۔ کتاب دورِ شاعری کو بطور مکالمہ ازا ابتدا تا انتہا صرف اسلئے تصنیف کیا کہ وقت مطالعہ ناظرین کی دلچسپی کا حقہ باقی رہے اور طرزِ تحریر مسائلِ خاصہ کے سمجھنے میں معین ہو، وقارِ تحریر کو باقی رکھنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔

۲۔ خلاصہ کتاب ایک فرضی ستند استاد لکھنوی کی دو فرضی شاگردوں کے کلام پر اصلا حیں، جن کے نام و تخلص کا اظہار دنیا سے نشر نویسی میں ضروری تھا ظاہر کیے، ہر غزل کی اصلاح کے بعد دلچسپ معلومات کی سرخی کے ماتحت فرضی گفتگو جو یقیناً عوام کے لیے ذخیرہ معلومات ہے۔

۳۔ اس چیز کا اعلان کہ کتاب میں نام فرضی ہیں، صرف اسلئے ہے کہ کذب کی تہمت سے محفوظ رہ سکوں اور دنیا و اوقات مفروضہ کو صحیح نہ سمجھ لے جو کسی وقت میں فرضی معلوم ہونے کے بعد میرے لیے خرابی خیال کا سبب ہوں۔

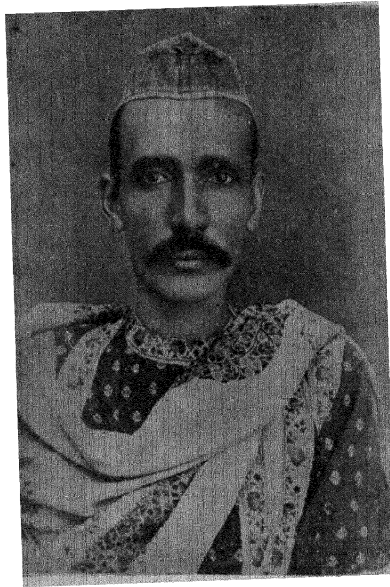
۴۔ جتنے عجیب و غریب و حسنات شاعری و اخلاط زبان و قواعد کا تذکرہ کیا ہے۔ قریب قریب اکثر کی مثالیں خود نظم کر کے اس لیے پیش کی ہیں کہ اگر شعرا لکھنویا دہلی کے کلام سے مثالیں پیش کرنا تو مقبولیت عام کو جس کی صرف امید ہے خاص نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔

۵۔ جس قدر مسائل درج کتاب کیے ہیں سب اپنے خاندان کی احتیاط کے اعتبار سے ہیں، کسی فرد پر اعتراض نہیں ہے۔ وہ چیزیں جن کو عیب کی صورت سے پیش کیا ہے اگر کسی بزرگ کے کلام میں موجود ہوں تو مجھ سے ضرور تبادلہ خیالات فرمائیں تاکہ مطلب کی وضاحت کر سکوں، اگر سمجھانے سے قاصر ہوں گا تو سپر انداختہ ہونے میں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔

۶۔ مجھے یقین ہے کہ بعض اہل زبان و شعرا صرف اس لیے میری تصنیف سے دشمنی کی نظر سے مطالعہ فرمائیں گے اور ہنجیال احباب میں یہ تذکرہ ضرور ہوگا کہ ہند ب کی جدت دیکھی بڑے بڑوں نے جن چیزوں کو نظم کیا ہے۔ در پردہ اعتراض کیا ہے۔

اظہارِ حقیقت

بخدا کسی فرد پر اعتراض مقصود نہیں، معلومات کا کتابی شکل میں جمع کرنا گناہ نہیں ہے۔
۷۔ یہ کتاب بحیثیت متن تصنیف کی گئی ہے مسائل محتاج شرح ہیں، میندو بال تشریح مشککش ناظرین کر دل گا۔ فقط
مہتاب



(ادیب اعظم) حضرت مہذب مدظلہ



کتاب دورِ شاعری حصہ اول

ہندوستان میں لکھنؤ اور دہلی یہ دو طبقے ایسے ہیں جہاں کی سرزمین نے شعرا کی پیداوار میں کوئی انتہا باقی نہ رکھی۔ بڑے بڑے فن کے جاننے والے محقق، محسنِ ادب اُردو گزر گئے بالخصوص لکھنؤ شاعری کا ایک ایسا مرکز تھا اور ہے کہ جس کا جواب دنیا کا کوئی خطہ نہ دے سکا۔ تہذیبِ اخلاق کے پُتلے، مروت کے عیسے زمینِ لکھنؤ نے پیدا کیے۔

لیکن سب تہِ خاک آرام کی نیند بُور ہے ہیں۔ ایک نہ ایک اعلیٰ فن، محقق، جانِ ادب، ہر عہد میں ایسا رہا کہ جس کی تقلید پر دنیا کو مجبور ہونا پڑا۔

ایک استاد فن، بادشاہِ شعر و سخن ایسے بھی گزرے ہیں جن کی جامعیت کا جواب دُنیا پیش نہ کر سکی اور وہ کوس لمن الملک بجاتے رہے۔ اُن کی زندگی کے کارنامے سُونے کے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہیں جس نے فخرِ تہذہ جہاں کیا۔ استاد بے بدل، شاعرِ اکمل ہو گیا۔

اپنی وضعِ داری، اپنی آن بان میں ضربِ المثل ایک ذاتی مکان سکونہ جس میں نہایت عالیشان زنان خانہ، پُرانی وضع کی عمارت۔ بیرونی حصہ جس میں چمن، دیوان خانہ، دُڈ بڑے کمرے ملازم کے رہنے کی کوٹھری، چار دوکانیں جن کی آمدنی چودہ روپیہ ماہوار۔ پرائیمری نوٹ ساڑھے پانچ ہزار کے

جن کا منافع سوڈر روپے آٹھ پائی ماہوار استاد کی مجموعی آمدنی، ارزانی کے عہد کے اعتبار سے بھی کسی طرح کافی آمدنی کہے جانے کے قابل نہ تھی۔ گھر میں ماما، ایک لونڈی، باہر ایک خدمتگار۔ گھر کی آرائش بیوی کے حسن سلیقہ کا نمونہ، باہر کی زیبائش نواب کے حسن انتظام کا آئینہ، مکروہ ہمت شاندار، قالین بچھے ہوئے، گاؤٹیکے لگے ہوئے، دیواروں پر قطعات عطارہ رقم وغیرہ مع لغزہ جات احادیث و آیات نصب -

لباس

چوگوشیہ ٹوپی یا جامدانی کی دوپٹی ننگے دار ٹوپی، گلے میں رومال بندھا ہوا۔ گرمیوں میں تسزبیا جگل ہاڑی، ملس کا اوپچی چولی، بڑے غلیظون کا انگرکھا، آدھی یا کارگے کا کرتا۔ نین سکھ کا بدوار گٹوں سے ادبچا یا بجامہ، جالی کا رومال اوڑھتے ہوئے۔ پاؤں میں مخلی زرد آؤگی جس پر کبھی کبھی زرد دزی کام بنا ہوتا تھا۔ جاٹوں میں شالی دگلا زیب جم کر کے پیش قمیص بڑا دفر دابا بڑا شالی دمالی جاتے اور اوڑھتے تھے۔ مشروع کا سبز یا سرخ یا بجامہ پہنا کرتے تھے۔

وضعداری

اوقات کے پابند، وعدے کے سچے، بات کے پورے تھے جس وقت اور جس دن دست کے یہاں جاتے تھے اُس دن اور اُسی وقت آنڈھی آئے، پانی جاتے پہنچنا واجب تھا۔ بزم اُس لباس قدیم لینے انگرکھا، دگلا، چوگوشیہ ٹوپی کے کبھی شیر والی زندگی میں نہیں پہنی۔ سوائے جُھٹے کے محفل میں سگریٹ کا پینا عیب سمجھا۔ ایک مرتبہ ایک محفل ادب میں تشریف لے گئے میزبان نے ہمانوں کے لیے خاص انتظام کیا تھا سب کے سامنے شالاباف کی منڈھی ہوئی، چمکے لگی ہوئی پانوں کی بانڈیاں فردا فردا منتظم بزم نے لگا دیں مگر سوہا استاد کی خدمت میں ہانڈی پیش نہیں کی جس کو خود استاد اور اہل محفل نے محسوس کیا جب عمومی حیثیت سے کشتی میں پانوں کی تقسیم شروع ہوئی بانٹنے والے نے کشتی پیش کی۔ ذکی احس استاد نے پان سے انکار کیا اس بات کو اہل محفل نے مزید محسوس کرتے ہوئے دیکھا۔

اُستاد اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے کا ارادہ کیا لبِ فرش تک آئے تھے کہ میزبان نے تیوروں سے معلوم کر کے دریافت حال کیا۔ ایک دوست نے میزبان کے کان میں بڑھ کے صورت حال کی تصویر کشی کر دی۔ ہمارا میزبان نے ہاتھ جوڑ کے قدموں پر ٹوپی دکھادی اور بصدِ نیاز فروگذاشت کی معافی چاہی۔ اُستاد مجبوراً پھر اپنی جگہ پر جا کے بیٹھ گئے فوراً معافی کے ساتھ ساتھ ہانڈی پیش کی گئی۔ اُستاد نے خندہ پیشانی کے ساتھ پان کھایا اور آخر تک ہنرمیں شرکت کر کے اپنے ادب کدہ پر چلے آئے۔

کبھی بازار میں پان مول لے کے نہیں کھایا، کبھی ساقی کا حقہ نوش نہیں کیا یا کسی ہوٹل کی کبھی صورت نہیں دیکھی، راہ میں ٹھہر کے کسی سے گفتگو نہیں کی، بغیر پانچوں کپڑے پہنے ہوئے کبھی دیوان خانے میں نہیں بیٹھے۔

تہذیب

ہر آنے والے کی کھڑے ہو سکے تنظیم کی۔ دست بستہ مزاج پوچھا، زبان کو کبھی خوش گفتگو سے آشنا ہونے نہیں دیا۔ غصہ کہ ہمیشہ تابعِ صبر رکھا۔ دوست، عزیز جب کبھی کوئی خدمت میں آجاتا تھا گھنٹوں اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ شیرینی کلام اپنا گردیدہ بنائیتی تھی خردوں سے آپ کر کے بات کرتے بیٹھے۔

رکھ رکھاؤ

لکھنؤ کے بڑے بڑے رؤسا کو اس بات کا ارمان رہا کہ کبھی مجھ سے عرض حال کریں مگر باوجود آمدنی کم ہونے کے تکلیف کا ذکر بھی حرام سمجھا ہمیشہ امرا سے آن بان سے ملے۔ ایک مرتبہ ایک جلیل المرتبت رئیس نے کہا کہ جناب نے کبھی مجھ کو سرِ فراز نہیں فرمایا یعنی میرے یہاں تشریف نہ لائے (فوراً فرمایا کہ جناب رئیس ہیں کبھی غربت کدہ کو رونے بجنے پھر حاضر ہوں۔ دورِ قدیم لا جواب دیتا تھا۔ رئیس نے جواب دیا حاضر ہوں گا چنانچہ آئے اور چار گھنٹے تک بیٹھے، چائے نوش کی، اُس کے بعد اُستاد سے خواہش کی کہ آپ کب تشریف لائیں گے۔ دن معین ہوا اور اُستاد

حسب وعدہ قشریف لے گئے۔ رئیس نے بڑی عزت کی اور خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

قدامت پسندی

بغیر وعدہ کبھی کسی بزم میں شرکت نہ کی۔ ہاں اگر کسی نے گھر پر آ کے وعدہ لے لیا تو حتی الامکان ضرور شرکت کی۔ کسی کا بار احسان لینا ہمیشہ ضمیر فزونی کے مراد سمجھا۔

فنی تحقیق

اس منکسر مزاج، غیر متعصب، ہمال نواز، احباب پرست، شاعر بے بدل استاد نے اپنی عمر کا پورا حصہ تحقیق فن شعر و شاعری میں صرف کیا۔ ہمہ وقت کتب بینی، اور دوادین کے مطالعے سے سروکار رکھا۔ بڑے بڑے اساتذہ متقدمین پر جن کو خدائے سخن ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ایسے مضبوط اعتراض کیے کہ دنیا ئے ادب کی نمایاں فردیں جواب سے قاصر رہیں اور ماننا پڑا کہ اعتراضات درست ہیں۔

معیارِ علم

عربی و فارسی کی انتہائی تعلیم حاصل فرمانے کے باوجود شعر، رس کے بن تک مطالعہ کتب جاری رکھا۔ درس و تدریس کے فطری شوق نے علم میں چار چاند لگا دیے۔ مختصر سا کتب خانہ جس میں ہر علم و فن کی کتابیں اساتذہ کے دیوان وجود، اشعار روز نظم کرنا یا شاگردوں کے کلام پر اصلاح دینا۔ سیکڑوں تلامذہ کو بے عیب شعر کہنا بتا دیا۔ دنیا میں ایسی شہرت حاصل کی کہ ذات مقدس محتاج تعارف نہ رہی۔ ہندوستان کی ہر ہر فرد صد کمال سے واقف ہو گئی اور دنیا کو طے کرنا پڑا کہ اپنے ہم عصر کلموں کی سر زمین پر دوسرا مجتہد فن، ماہر قواعد شعر و سخن اب موجود نہیں۔

انھیں استاد موصوف کے دو شاگرد (۱) نواب سید خورشید حسین صاحب امید لکھنوی۔

(۲) مولانا مولوی سید افتخار حسین صاحب شعار پوری۔ ان کے باہمی دوستانہ تعلقات دنیا کی نگاہوں پر چڑھے ہوئے ایسے لاجواب و انتخاب شاعر گزرے ہیں جن کے بار احسان سے دنیا ئے ادب اور دوسرے اٹھا سکی۔ ایک زمانے میں یہ دونوں شاگرد آپس میں طے کر کے بیک وقت حاضر ہوئے۔

اور اُستاد مذکور الصدر سے عرض کیا کہ ہم لوگ صرف اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ فخرِ تہ صیل کریں اور کسی قابل ہو جائیں۔

اُستاد۔ (ذریعہ مسکرا کے پہلی بات یہ کہ جو خود نا اہل ہو وہ دوسرے کو قابل کیا بنا سکتا ہے۔ میں اسکا اہل نہیں کہ کوئی میرا شاگرد ہو۔ لکھنؤ میں بہتر سے بہتر اُستاد دفن موجود ہیں۔ آپ حضرات نظرِ انتخاب ڈال کے جو ع فرمائیں تو بہتر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ حضرات اپنا قیمتی وقت شعر و شاعری یعنی غزل گوئی میں خراب نہ کریں۔ اس لیے کہ دنیا کا رنگ بدل چکا۔

اب غزل گوئی کی کوئی قدر باقی نہیں رہی۔ بڑے بڑے اُستادہ کے دیوان وقتِ طاقِ نسیاں ہو گئے۔ کسی اور علم و فن کے کسب کی طرف توجہ فرمائیے۔ تاکہ دنیاوی زندگی کا سیلاب بن سکے بشعوب کی وقتی واہ واہ پر نہ جائیے۔ اسے ایک خوشنما۔ روح افزا خواب سمجھیے جب اس کا کھلے کچھ نہ تھا۔

نواب۔ صاحبِ حضور کا ارشاد بجا اور درست ہے۔ لیکن میری آمدنی کافی ہے مجھے کسبِ معاش کی حاجت نہیں۔ منقولہ و غیر منقولہ جائیداد و المرحوم اس قدر چھوڑ گئے ہیں کہ سات پشتوں کو کافی ہے گاؤں کی آمدنی، پانچ نکانات کا کرایہ تین سو پیریں آنے و پانی و نیک عیش کی زندگی گزارنے کے لیے کم نہیں۔ ایک ماما، ایک خدمتگار رکھ کے زندگی بسر کرتا ہوں۔

میں کسب تھا تقریباً دن سال کی عمر ہوگی جب سے شوقِ شاعری مجبور کیے ہوئے تھا کہ شعر کہوں اور فنِ شاعری حاصل کروں آج خدا نے میری حسرت پوری کی۔ جو حضور ایسے باکمال کے سامنے زانوئے ادب نہ کیے بیٹھا ہوں۔ (نواب کے خاموش ہونے کے بعد)

مولانا۔ قبلہ، فدوی کا ذوق و شوق مجبور کر رہا ہے کہ تحصیلِ علم شعر کہوں اور جناب ایسے اُستادِ اُستادہ سے اصلاح لوں بالخصوص طبعِ مائل الی الغزل ہے۔

اس ہفتی کو کسبِ مصیبت کی چنداں حاجت نہیں۔ وطن میں زمینداری کا کافی حصہ ہے۔ فاضل ممتازِ الافاضل، ذبیحہ کا بل، استیلا فاضل، فاضلِ فیتہ فاضلِ ادب یہ تمام امتحانات دے کے اچھے نمبروں سے کامیاب ہو چکا اب دنیا کا کوئی کام نہیں مدرسۃِ الاعظمین میں قیام ہے۔

اُستاد - آپ حضرات مجبور کرتے ہیں خیر غزل کہہ کے لاسیے تو طبیعت کا اندازہ کر سکوں۔ وگرنہ یہ کہ ہر آٹھویں روز غزل لانا ہوگی جو چندہ شعروں سے کم نہ ہونا چاہیے۔ نواب صاحب ایک دن آپ معین کر لیں۔ اور مولانا صاحب ایک دن آپ اپنا معین کر لیں۔

کیونکہ سبب پیرانہ سالی و عدم صحت مزاج اس قدر قوت باقی نہیں رہی کہ ایک دن میں دو غزلیں مبتدی شاعروں کی بنا سکوں۔ بخدا آپ حضرات کے مجبور کرنے سے اقرار اصلاح کرتا ہوں ورنہ طے کر لیا تھا کہ اب کسی کو مشورہ نہ دوں گا۔

نواب - فدوی کو ہفتہ کے دن کی اجازت مرحمت ہو۔

مولانا - حقیر یکشنبہ کو حاضر ہوا کرے گا۔

اُستاد - دونوں دن مناسب ہیں وقت صبح تمام اوقات میں بہتر ہے۔ آج یوم شنبہ بھی ہے آئندہ سے حسب ہدایت وقت معینہ پر غزلیں لے کے آئیے گا۔ زیادہ تر اسی کمرے میں بٹھا ہوا ملا کر دوں گا۔

نواب -..... مولانا - انشاء اللہ تعالیٰ حسب الحکم تعمیل کی جائے گی۔

دونوں اجازت لے کے رخصت ہو گئے نواب اپنے گھر گئے مولانا مدرسہ الوداعیہ پہنچ گئے۔ دونوں نے غزلوں کی فکر شروع کی۔ چونکہ ابتدا تھی باوجود انتہائی کوشش کے غزل نہ کہہ سکے نواب متفرق نواشا کہہ کے ہفتہ کے روز صبح کو اپنے مکان سے خوشی خوشی روانہ ہوئے لیکن غزل نہ تیار ہونے کی شرم بڑھتے ہوئے قدم کو روک رہی ہے بقول شاعر

شرم کہتی ہے نہ جاشوق یہ کہتا ہے کہ چل

اسی کشاکش میں استاد کے مکان پر پہنچ گئے۔ استاد کمرے میں بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے نواب نے سامنے پہنچ کر سلام ادب کیا۔

اُستاد - تسلیم، آئیے میں تو انتظار ہی کر رہا تھا۔

نواب - حضور حاضر یہ کہہ کے بیٹھ گئے۔

اُستاد - کیئے غزل کہی؟

نواب - موافق حکم غزل عرض نہ کر کا بہت کوشش کی صرف ڈو شعر تفرق عرض کر کے لایا ہوں -
 استاد - خیر کوئی قباحہ نہیں ابھی ابتدا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ شعر نکلے لگیں گے آپ مایوس
 نہ ہوں - شاعری کی ابتدا بہت خراب ہوتی ہے، بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر انسان
 ثابت قدمی دکھائے ہوئے اپنے ارادوں کی منزلوں کو طے کر لے گیا تو سبحان اللہ وہ نہ ہستی خود
 درخون کی طرح بہت سے نکلے۔ اور آبِ شفقت سے بار آور ہونے کی کوشش کی لیکن دنیا کے
 شاعری کی ناقابل برداشت مصیبتوں کی گرم ہواؤں نے اُن کو نہالوں کو نونہ فصل خزاں بنا دیا۔ اور
 شاعری کو ترک کر کے مجبوراً خلاف ضمیر اقدام کرنا پڑا۔

نواب - غائب میر سے پد بزرگوار نواب سید محمود حسین خاں صاحب مرحوم لکھنؤ کی پرانی
 تہذیب کا نمونہ تھے۔ میری ابتدائی تربیت و تعلیم مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمائی ہے وہی خوب
 بچہ اللہ موجود ہے۔ وضع داری خاندانی ہے۔

استاد - میرا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان جو بات کرے وضع داری و پابندی کے ساتھ متفرق
 اشعار لائیے۔

نواب - بدقت ڈو شعر عرض کر کا۔ کیا عرض کروں شرم آرہی ہے یہ کہہ کے جیسے اشعار
 نکال کے پیش کیے جو پنسل سے کچھ ہوئے نہایت بدخط تھے جن کا پڑھنا دشوار تھا۔

استاد - (اشعار دیکھ کے) ہمیشہ خیال رکھیے گا۔ کہ غزل یا اشعار متفرق پنسل کے کچھ ہوئے
 میرے سامنے نہ لائیے گا۔ اشعار قالین پر رکھ کے آپ ہی پڑھیے۔

نواب - بہت خوب۔

اصلاح نمبر ۱

مطلع نمبر ۱

عاشق میں انکی چاندی صورت کا ہو گیا مجھ کو عجیب مرض محبت کا ہو گیا

استاد - آپ موزوں طبع معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بات خاص ہے جو بتا دوں وہ یہ کہ لفظ "مرض" صحیح

بفحقیں۔ یعنی میم کو زیر، رے کو زیر، ضاد ساکن۔ آپ نے میم کو زیر، رے کو ساکن نظم کیا ہے۔ یہ غلط ہے شعر کاٹ دیجئے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۲

نواب۔ بہت مناسب۔

بھولے سے شاہراہ محبت پر آئیے میں مرجھا ہوں اب مری میت پر آئیے
اُستاد۔ ایک بات اور بتا دوں، صحیح لفظ درحقیقت (میت) یاے مشدّد مکسور ہے یعنی (یا) کو زیر ہے۔ آپ نے (یا) کو زیر دے کے نظم کیا ہے۔ مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۳

نواب۔ بہت خوب۔

غیظ و غضب میں ابروؤں کو کج کیے ہوئے نکلے ہیں گھر سے تیغ دو پیکر لیے ہوئے
اُستاد۔ ایک لطیف بات بتاتا ہوں جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اہل فرس یعنی ایرانی شعرا وغیرہ نے (تیغ دو پیکر) کہیں صرف نہیں کیا۔ میں نے بہت تحقیق کی جو دو معدوم ہے۔ لہذا اہل ہند کے لیے تصرف ناجائز مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۴

نواب۔ انسب ہے۔

تم مل گئے گلے سے کدورت بھی دھو گئی کیسی صفائی دل نا شاد ہو گئی
اُستاد۔ تقریباً ہر مطلع میں ایک نہ ایک بات موجود ہے۔ سنیے صاف و صفاعر بی ہیں صفائی اُردو ہے۔ آپ ترکیب سے نظم کر گئے لہذا غلط ہے اس لیے کہ اُردو فارسی کی ترکیب صحیح نہیں۔ مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۵

نواب۔ بہت اچھا۔

تم آگے تو شبِ معراج ہو گئی ساری مصیبتوں سے برات آج ہو گئی
اُستاد۔ آج پہلی مرتبہ اصلاح دے رہا ہوں برابر ٹوکتے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔
نواب۔ حضور ضرور ٹوکیں، ایک تو ابتدا ہے دوسرے معصوم نہیں جناب ضرور اشارہ فرمائیں۔
اُستاد۔ آپ نے (برات) کا لفظ نظم کیا ہے جس کے معنی نجات کے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ دراصل

لفظ (برأت) ہے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں ایک سورہ ہے جس کا نام سورہ برأت ہے جو بغیر
بسم اللہ الرحمن الرحیم کے شروع کیا جاتا ہے چونکہ لفظ غلط نظم ہوا ہے مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۸

نواب

اک ہم ہیں رنج و غم سے زمانے میں رو گئے لاکھوں مریض ہجر صحتیاب ہو گئے
اُستاد۔ آپ نے صحتیاب نظم کیا ہے۔ (صاد) کو زیر (حا) کو زبر (تا) ساکن یہ بالکل غلط ہے
درحقیقت (صاد) کو زیر (حا) مشدّد مفتوح ہے سینے (حا) پر تشدید ہے جو دوبار پڑھی جاتی ہے
اور زبر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اِذا مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۹

نواب

دریاے شوق میں لہرا آگے رہ گئی فرقت میں ندی خون کی آنکھوں سے ہری گئی
اُستاد۔ دل نہیں مانتا کہتا ہوں میرے نزدیک فصیح و صیح (امر) بردزن (قمر) ہے سینے (ہا)
ساکن ہے۔ گو صاحب نقائس اللغات نے کمر بردزن (سخر) بھی لکھا ہے بمقتضائے احتیاط
یہی ہے کہ (کمر) بردزن (قمر) نظم کیا جائے۔ آئندہ خیال رکھیے گا مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۱۰

نواب

گزری شبِ فراق پانوس ہے کہ تم آتے تو دیکھتے ہو قلق تا سحر رہا
اُستاد۔ ایک اہم سلسلہ سمجھانا ہوں غرضتے سنئے وہ یہ کہ پہلے مصرع کا الحاق دوسرے مصرع سے
میرے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ آپ کے شعر میں موجود ہے۔ یعنی (قمر) جو دوسرے مصرع میں
ہونا چاہیے تھا پہلے مصرع میں لے آئے میرے نزدیک احتیاط لازم ہے۔ گو اساذہ تقدیر نے
یہ طریقہ جائز قرار دے رکھا ہے۔ شعر کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۹

نواب

بجلی کی سی تڑپ تھی دل بیکرا رہیں ہم رات جاگتے ہی رہے انتظار میں
اُستاد۔ رات جاگنا یا رات جاگتے رہنا لکھنؤ کا صرف نہیں بچائے اس کے (رات) کو جاگتے تھے

ہونا چاہیے تھا۔ مطلع کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

نواب۔ بس اسی قدر شعر کہہ سکا۔

اُستاد۔ چونکہ بالکل ابتداء ہے کوئی قیاسیت نہیں۔ گو سب شعر میں نے کاٹ دیے مگر مسرت اس بات کی ہے کہ آپ موزوں طبع ہیں بہت جلد اچھے شعر کہنے لگیں گے۔

دبچپ معلومات نمبر ۱

نواب۔ یہ سب حضور کی توجہ پر موقوف ہے۔

اُستاد۔ میری توجہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی نہ پائیں گے۔ آپ کی محنت بھی ضروری۔

نواب۔ جناب کے حسب الفرائض ضرور محنت کروں گا۔

اُستاد۔ حسب الفرائض آپ غلط بولے فرائض فارسی حاصل مصدر ہے اور فارسی زبان کا لغت ہے اس پر الف و لام عربی کا ہے لہذا یہ ترکیب غلط ہے خیال رکھیے گا۔ لغت وغیرہ دیکھتے رہیے گا۔

نواب۔ میرے والد مرحوم کی ایک لغت لکھی ہے اُسی کو دکھا کر دوں گا۔

اُستاد۔ لغت ٹونٹ نہیں ہے مذکور ہے۔ عوام اکثر بولتے ہیں کہ لغت بول لی، لغت پڑھی۔ قطعاً غلط ہے آپ ہمیشہ لحاظ رکھیے گا۔ میں اپنے بزرگوں سے مذکور ہی سنتا آیا ہوں اور قائم مستند حضرات کثرتاً مذکور ہی بولتے ہیں۔

نواب۔ بہت خوب۔ خیال رکھوں گا۔ حضور دعا فرمادیں تندرستی خراب ہو گئی ہے۔ علاج شروع

کرنا چاہتا ہوں کل حکیم صاحب کے یہاں گیا تھا وہاں مرض کا مجمع تھا واپس چلا آیا۔

اُستاد۔ خدا آپ کو شفا دلّی عنایت کرے لفظ پھر غلط بولے۔

نواب۔ حضور کیا؟

اُستاد۔ آپ مریض کی حج (مرضی) بولے یعنی (میم) کو زبر (رس) کو زبر یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ

اس کی حج (مرضی) ہے یعنی میم کو زبر (رس) ساکن ہے۔ ہاں مرضی کی حج (مرضی) ہے یعنی میم کو زبر

رے کو زبرد مگر آپ نے تو مریض کی صحیح استعمال کی جو اصولاً غلط ہے۔

نواب۔ بہت خوب۔ چونکہ میں اس قدر لکھا پڑھا نہیں ہوں اس لیے ایسی غلطیاں ہوتی ہیں۔
اُستاد۔ میرے پاس جب تک بیٹھے رہے گا یوں ہی ٹوکے جاؤں گا۔ آپ نے لکھا پڑھا کیا۔
یعنی کاف کو غیر مشدد زبرد سے کہے ہوئے۔ مہربان غلط تو نہیں ہے لیکن خلاصہ فصاحت ضرور ہے
کیونکہ فصحاء لکھنؤ ہمیشہ (کاف) کو مشدد و مفتوح بولتے ہیں۔ مصرع

وہ بھی انسان ہے کوئی جو نہ لکھا نہ پڑھا

نواب۔ سبحان اللہ کیا مدح کروں جناب مطالب کو حسن الفاظ کا ایسا جامہ پہنا کے تقریر فرماتے
ہیں کہ کیسا ہی غبی کیوں نہ ہو انسان عمر میں بھول نہیں سکتا۔

اُستاد۔ آپ پھر غلط بولے۔ آپ نے اپنی تقریر میں پہنانے کا لفظ استعمال کیا۔ یعنی (پ ن)
مقدم کر کے پہنانا بولے یہ بالکل غیر فصیح ہے جو حقیقت فصیح پہنانا ہے یعنی (پ ہ ن) مقدم کر کے
بولا جاتا ہے یہی فصحا کا معمول ہے۔ بازاری لوگ پہنانا (پ ن) مقدم کر کے کثرت سے بولتے ہیں۔
آپ کو برابر لوگ رہا ہوں ناراض نہ ہوں۔

نواب۔ درست و بجا ہے۔ ناراض کیا ہو سکتا ہوں۔ میرا سر نہیں پھرا ہے جو اُستاد کے ٹوکنے سے
کبیدہ خاطر ہوں۔

اُستاد۔ جب بغیر ترکیب بولا کیجیے تو سر سرینے سین کو زبرد سے کہے بولا کیجیے کیونکہ یہی فصیح ہے مثلاً
میرے سر میں درد ہے۔ یہاں سین کو زبرد فصیح ہے۔ جب ترکیب سے بولے مثلاً دردِ سر تو یہاں سین کو
زبرد ہونا چاہیے کیونکہ سر فارسی فتح سین ہے اور سر اردو بکسرین ہے۔ یہ جو کچھ میں نے آپ سے
بیان کیا یعنی فصاحت و غیر فصاحت کے متعلق یہ بہ اعتبار لکھنؤ ہے۔ دیگر مقامات کی بول چال سے
ناواقف ہوں۔

اچھا اب آپ کو بہت تاخیر ہو گئی ہے تشریف لے جائیے ورنہ حسب عادت میری زبان یونہی
چلے جائے گی اور اعتراض کیے جاؤں گا۔

نواب - بخدا میرا خون بڑھ رہا ہے - بہت خوب اجازت چاہتا ہوں -

اُستاد - خدا حافظ -

نواب - تسلیات عرض کرتا ہوں -

کھڑے ہو کے سلام کر کے اشعار کا پرچہ جیب میں رکھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ اُستاد اپنے دیگر کاموں میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ دن گزر رات گزری یکشنبہ کی صبح کو مولانا اپنے اشعار بغض اصلاح لے کے آپہنچے، اُستاد کمرے میں منتظر بیٹھے تھے۔ آتے ہی سلام علیکم اُستاد - علیکم السلام - آئیے -

مولانا سلام کر کے سامنے بہ ادب بیٹھ گئے -

اُستاد - کیسے کچھ شعر کہے - میں تو آپ کا دیر سے منتظر تھا -

مولانا - قبل غزل کی بہت کوشش کی مگر نہ ہو سکی تفرق اشعار عرض کیے ہیں کچھ غزل کے، کچھ سلام کے - ایک بند عرض کیا ہے -

اُستاد - خیر ابتدا ہے نظم کرنے سے مطلب ہے کوشش کیجیے گا تو غزل کے شعر نکالیں گے پڑھیے مولانا - (بہت خوب کہہ کے جیب سے پرچہ نکال کے) عرض کروں -

اُستاد - پڑھیے -

اصلاح نمبر ۲

شعر نمبر ۱

وہ درد کی شدت تھی کہ العظمیٰ للہ دل میرا تڑپتا ہی رہا ہجر کی شب میں

اُستاد - مولانا میں پہلے سے عرض کیے دیتا ہوں کہ کوئی مرثیہ نہیں کروں گا جو بات ہوگی لینے

غلطی فوراً ٹوک دوں گا

مولانا - حضور کے فرمانے کی کیا ضرورت، میں تو تحصیل علم و فن کے لیے حاضر ہوا ہوں بغیر بتائے

کیونکر حاصل ہوگا -

اُستاد۔ آپ تو ماشاء اللہ عربی دال اور فارغ التحصیل ہیں۔ آپ کے شعر میں انظیرِ معشر یعنی (ظ) ساکن ہے۔ اور عظمت۔ بسکون الظا کسی لغت میں نہیں ملتا حتیٰ کہ کلامِ پاک میں (الظیر للشمس بفتح الظا) موجود ہے۔ دلیل صحت جناب کے پاس کیا ہے۔

(مولانا پر ایک سکوت طاری ہو گیا، دیر کے بعد) بالکل درست فرمایا۔ بیشک مجھے تاش غلطی ہو گئی۔ عظمت بفتح الظا صحیح ہے۔ میں نے بسکون الظا غلط نظم کیا ہے۔ اُستاد۔ پھر شعرا کا دیکھیے اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۲

مولانا۔ بہتر۔

دنیا میں ایک آن نہ راحت اُٹھا گئے کتنے مریضِ غم ہیں جو تختُ الشرا گئے

اُستاد۔ مولانا آپ تختُ الشرا۔ بضم تائے ثانی بصورت مضاف پڑے۔ بحیثیت ظرفِ مکان جیسف و قدّام و تحت و فوق جب مضاف ہوں اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو تو مبنی بالضم ہوں گے جب مضاف الیہ محذوف منوی نہ ہو ظاہر بظاہر ہو تو مضاف ہونے کی حالت میں مبنی بفتح ہوں گے مثلاً کلامِ پاک میں ہے (یہ اللہ فوق ایدہم) دیکھیے فوق چونکہ مضاف ہے اور مضاف الیہ ایدہی ظاہر بظاہر ہے لہذا فوق کو حالت مضاف میں فتح ہے۔

مولانا پوری تقریر نہایت سکوت کے عالم میں سنتے رہے اور دل میں افسوس کرتے رہے کہ کیا غلطی ہوئی ہے۔ جواب دیتے بن نہ پڑا۔ کہنے لگے جناب درست فرماتے ہیں۔ واقعاً غلطی تو ضرور ہوئی۔

اُستاد۔ آپ افسوس نہ کریں بغیر شاعری یہ نکات نہیں معلوم ہوتے بلکہ یوں کہوں کہ معلوم ہوتے ہیں مگر خیالِ صحت بغیر شعر و شاعری نہیں رہتا۔ شعر رہنے دیکھیے۔ اور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۳

مولانا۔

آئے نظر کے سامنے کیا کیا عجائبات ہم پر پڑے جہان میں لاکھوں حوادث

اُستاد۔ مولانا قوافی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ قوافی غلط ہیں اس لیے کہ دونوں

جمع الجمع ہیں اصولاً یہ جمع ہی غلط ہے۔ ہاں لغت میں عجائبات ملتا ہے۔ اگر بفرض محال صحیح مان بھی لیں تو عجائبات اور حوادث کی علامت جمع (الف و تا) اگر علیحدہ کر لیں تو عجائبات کا عجائب اور حوادث کا حوادث رہ جاتا ہے۔ عجائب و حوادث کا قافیہ صحیح نہیں۔ اگر (الف و تا) کو دونوں میں قافیہ قرار دیکھیے تو قافیہ مکرر ہوا جاتا ہے یہ جائز نہیں۔ لہذا مطلع کاٹ دیجیے۔ چونکہ ابتداء ہے مختصراً بیان کیا آئندہ بالتفصیل سمجھاؤں گا۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت خوب۔ مدح کا مطلع عرض کر لیا ہے۔ پڑھوں؟

استاد۔ ضرور پڑھیے۔

مطلع نمبر ۴

مولانا۔

شوہر ہیں علیٰ نسبت رسول دوسرا ہے معصومہ زمانے میں بتول عذرا ہے

استاد۔ جناب مولانا۔ بتول عذرا یعنی بفتح عین و ذال۔ لغت میں نہیں ملتا بلکہ بجائے اسکے بفتح عین دسکون ذال پایا جاتا ہے۔ لہذا آپ نے جس طرح نظم کیا ہے غلط ہے۔ کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت مناسب۔ مدح کا مطلع ہے۔

مطلع نمبر ۵

حیدر کی فضیلت کا نہ کس طرح ہوں قائل قرآن میں اُن کے لیے آیہ ہوئی نازل

استاد۔ آیت۔ ٹونٹ ہے آیہ مذکور ہے آپ نے آیہ ٹونٹ نظم کیا ہے۔ اُسے آیت پڑھیے۔ اور شعر پڑھیے۔

مطلع نمبر ۶

مولانا۔

پڑھتے ہیں سب مصائب میلان کر بلا بدھٹ ہوا نہ شادی قاسم کا مسئلہ

استاد۔ عجب مسئلہ آپ نے نظم کیا ہے۔ عقد جناب قاسم ایک اہم مسئلہ ہے جو آج تک لکھنؤ میں واقعات نے ہو سکا۔ خیر اس کو علما ہی طے کر سکتے ہیں عقد ہوا یا نہیں ہوا شعر کے طے

کرنے کی بات نہیں۔ صرف اپنا سلک بتا دوں۔ میں نے صرف اس لیے نظم نہیں کیا کہ اگر عقد نہیں ہوا اور نظم کر گئے تو بلا وجہ امام زادہ اور امام زادی کی نسبت قرار دی۔ اور اگر عقد ہوا اور نظم نہیں کیا تو حشر میں یہ سوال نہ ہو گا کہ تم نے عقد نظم کیوں نہ کیا۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ نظم نہ کیا جائے اب جو فن شاعری سے تعلق رکھنے والی بات ہے بتاتا ہوں۔ دہریہ شادی کی اضافت قاسم کی طرف صحیح نہیں۔ کیونکہ شادی بے خوشی ہے بے عقد کسی لغت میں نہیں ملتا یہ معنی اہل ہند کے قرار دیے ہوئے ہیں۔ لہذا بے عقد۔ شادی کا لفظ اردو ہے جب اردو ہے تو اضافت غلط۔

مولانا۔ اس طرح تو اساتذہ نے نظم کیا ہے۔

اُستاد۔ کچھ کہلوائے نہیں۔ سب نے غلطی کی ہے۔ آپ شعر کمال ڈالیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ سلام کا مکی مطلع ہے۔ مطلع نمبر

وہ غم اٹھائے چہرے کی رنگت سفید ہے قیدِ ستم میں سیدِ بجاؤ قید ہے
اُستاد۔ سفید بنے (افا) کو فح صحیح نہیں قید کا قافیہ نہیں ہو سکتا۔ سفید قافیہ بھید کا ہو سکتا ہے
لہذا نظری کر دیجئے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ ایک بند کہہ لایا ہوں سنا دوں؟

اُستاد۔ ضرور۔

مولانا۔

بند

عاشور کو پیاسا تھا یہ اندھ کا جانی کتنا تھا یہی شمر سے اوظم کے بانی

بھولے گی نہ تاحشر یہ دنیا کو کہانی بچوں کو مرے تو نے پلایا نہیں پانی

فرزندِ محمدؐ کا تجھے دھیان نہیں ہے

ہمائی سید کا تجھے دھیان نہیں ہے

اُستاد۔ بند غنیمت ہے صرف بیت کے قوافی غلط ہیں محمدؐ کا قافیہ سید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ

سید بفتح سین و فتح یاء مشد و غلط ہے۔ سید بفتح سین و یاء مکسور مشد و صحیح ہے بیت بدل کے پھر سنا ہے گا یا بند کاٹ دیجیے۔

مولانا۔ بہت خوب (یہ کہہ کے خاموش ہو گئے)

اُستاد۔ کیا اب کوئی شعر یا بند نہیں؟

مولانا۔ جی ہاں اتنے ہی شعر کہہ رکھا۔

اُستاد۔ خیر کوئی قیامت نہیں کہنے لگے گا۔

(مولانا نے سلام کر کے اشعار کا پرچہ تہہ کر کے حیب میں رکھ لیا)

دکھپ معلومات نمبر ۲

مولانا۔ حضور گھڑی ملاحظہ فرمائیں کے بھی ہیں؟

اُستاد۔ یہ کئے بھی کیوں بولے بالکل خلافت، فصاحت و محاورہ ہے۔ کئے بچے ہیں بولنا چاہیے۔

مولانا۔ بہت خوب۔ مگر لوگوں کو دس بج رہا ہے بولتے سنا ہے۔

اُستاد۔ یہ بھی غلط جمع کو واحد بولنا کیا معنی۔

مولانا۔ لوگ سوا ایک یا ساڑھے ایک بج رہے ہیں صحیح ہے یا غلط؟

اُستاد۔ بالکل غلط صرف، سوا یا ڈیڑھ بج رہا ہے صحیح ہے۔ پونے ایک بھی غلط ہے۔ بج رہا

اس کے پون بج رہا ہے صحیح ہے۔

مولانا۔ بجا ہے۔

اُستاد۔ اب کس تاریخ غزل لائے گا؟

مولانا۔ سولہ تاریخ حاضر ہوں گا۔

اُستاد۔ عدد و معدود میں فرق ہے۔ امرود سولہ یا بیس کہے جاتے ہیں۔ آم دس یا بارہ

بولے جاتے ہیں لیکن تاریخوں کے متعلق ہمیشہ سولہویں، بیسویں کہتے ہیں۔ ایک چھٹی تاریخ نہ کہ

پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی، چھٹی بولتے ہیں اس کے بعد ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں
یہاں تک کہ انتیسویں، تیسویں تک برابر اسی طرح بولتے ہیں۔

مولانا۔ بہت مناسب۔ (طاق کی طرف اشارہ کر کے) کیا کلام پاک ہے؟
اُستاد۔ جی ہاں، قرآن مجید ہے۔

مولانا۔ مُتَرَجِّم ہے؟

اُستاد۔ آپ اور مُتَرَجِّم بضم میم و بفتح تا و را و بفتح جیم مشدود میم ساکن بول گئے کسی لغت میں
شاید اس طرح نہ لے مُتَرَجِّم بضم میم و فتح تا و سکون را و فتح جیم و سکون میم صحیح ہے۔ اگر کہیں
مل جائے گا تو میں بھی بولنے لگوں گا۔

مولانا۔ بالکل درست ہے۔ اتفاقاً بول گیا۔ کچھ عرصے کے بعد میری گفتگو میں انشاء اللہ تعالیٰ
ایک لفظ بھی غلط نہ ہو دے گا۔

اُستاد۔ (ہو دے) میں (وے) زائد بھی ہے اور غیر فصیح بھی (ہوگا) صحیح ہے۔ اور مطلب بھی
ہوگا میں ادا ہو جاتا ہے۔

مولانا۔ بیشک حضور کا فرمانا درست ہے۔ اگر اسی طرح جناب ٹوکتے رہے تو بڑے بڑے
اُستادوں کو چند ماہ کے عرصے میں زمین دکھا دوں گا۔

اُستاد۔ زمین دکھانے کا صرف بے محل ہے (زمین دیکھنا) تے کرے کو کہتے ہیں۔ کیا آپ
اساتذہ کو تے کرائیے گا؟ (مولانا سننے لگے) کسی کا شعر ہے۔

کبھی سر اٹھا کے نہیں دیکھتے ہیں فلک کے ستم سے زمین دیکھتے ہیں

اس شعر میں ذم ہے۔ جیسا آپ کی گفتگو میں ذم ہے۔ ایسے محاورات سے احتیاط کیا کیجیے۔
مولانا۔ میں ناواقف تھا اس لیے بول گیا۔

اُستاد۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ بتائیے کہ علاوہ غزل کہنے کے یا اشعار مختلف کہنے کے کیا
مشغلہ رہتا ہے؟

مولانا۔ صرف چار بجے ہو انوری کو دریا والے راستے پر ٹہلنے جاتا ہوں تاکہ آب دہوائے ترائی مفید ہو اور صحت برقرار رہے اس کے علاوہ تمام اوقات کتب بینی میں صرف کرتا ہوں۔
 اُستاد۔ دوران گفتگو میں اتفاقاً آپ ایک لفظ بول گئے۔ بتا دوں وہ یہ کہ ترائی کی طرف (ہوا) کی اضافت ناجائز ہے۔ ترائی فارسی نہیں ہے (تر) فارسی ہے۔ ترائی بالکل اردو یہ لفظ دھوکا دیتا ہے۔ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیے گا کہ جس لفظ میں کلام ہو تحقیق ضرور کر لیا کیجیے گا۔
 اُستاد عمر بھر نہیں بتاتا صاف لڑا ہی بتا دیتا ہے۔ ذاتی تحقیق سے شعرا مستند ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں نام پیدا کرتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ آپ کا امتحان لوں۔

مولانا۔ جیسا حضور مناسب خیال فرمائیں۔

اُستاد۔ وقتی دو چار شعر کہہ کے سنائیے۔

(مولانا بہت خوب کہہ کے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد (ایک شعر عرض کیا ہے)

اُستاد۔ بڑھے۔

مولانا۔ چھٹوں کا مصیبت سے گرتوںے چلا کرم کر براے نبی یا اکہا

اُستاد۔ شعر غنیمت ہے۔ مگر ایک ایسا دھوکا کھایا جو آپ کے قابل نہ تھا۔

مولانا۔ (غور کر کے) حضور فرمائیں کیا ہے؟

اُستاد۔ (یا اکہا) کے کیا معنی۔ یا حرف ندا۔ اکہا کے آخر کا الف ندا لئیہ۔ دو نداؤں سے کیا خاص حاصل ہے۔

(مولانا شرمندہ ہو کے) کبھی پہلے سمجھ میں نہیں آتا۔ جب ٹوکا جاتا ہے تو سخت ہنسی ہے

(یہ کہہ کے مولانا دیر تک خاموش رہے)۔ قبلہ ایک بیت اور کہی۔ عرض کروں؟

اُستاد۔ ضرور فرمائیے۔

مولانا۔ ے جس کو غفلت سے نہیں کام دہ ہشیار ہے پھر

جب تعلق نہ کوئی اگل سے رہا خار ہے پھر

اُستاد۔ نایاب بیت آپ نے کہی ہے۔ اگر دنیا کے سامنے یہ بیت پیش کر دیجیے تو تعریفوں کی انتہا باقی نہ رہے مگر یہ تو فرمائیے کہ ردیف بیکار ہے یا نہیں۔ مطلب صرف اتنے میں تمام ہوا جاتا ہے۔ جس کو غفلت سے نہیں کام وہ ہشیار ہے

جب تعلق نہ کوئی لُگل سے رہا خار ہے

یہ نہایت لطیف چیز ہے جو عرض کی ہمیشہ ایسی چیزوں سے احتیاط کیجیے گا۔

مولانا۔ بیشک درست ہے۔ ردیف بالکل بیکار ہے۔ دو ایک شعر اور عرض کروں؟
اُستاد۔ ضرور۔

مولانا۔ (مدرسے سکوت کے بعد) شعر عرض ہے۔

جو سیر اس کی دیکھو تو لے گل بجائے چمن دل کے زخموں کا پھولا پھلا ہے

اُستاد۔ پُرانے رنگ کا بہترین شعر ہے مگر ایک عیب صریح موجود ہے اور وہ یہ کہ شعر میں اضافہ قبل الذکر ہے۔ (اُس کی) کا اشارہ چمن کی طرف ہے۔ جو مقدم ہے چمن کا لفظ بعد کو آیا لہذا دوسرا مصرع پہلا مصرع کر دیجیے اور پہلا مصرع دوسرا قرار دے لیجیے یہ عیب نکل جائے۔

مولانا۔ نہایت مناسب۔ (تھوڑی دیر کے بعد غور و فکر کر کے) ایک بیت پھر عرض کی ہے۔
ملاحظہ ہو۔

میں محجوب ہوں اور میں مایوس ہوں یہ ہیں داغ غم میں تو طاؤس ہوں

اُستاد۔ اصطلاح شعرا میں ایک جنس کے حرفوں کا باہم جمع ہونا (انقال) کہلاتا ہے۔ چونکہ پڑھنے میں ثقل و تکلف ہوتا ہے اس لیے اس کا نام (انقال) رکھا جیسا کہ آپ کے شعر میں موجود ہے۔ (میں محجوب) کا ٹکڑا ملاحظہ ہو۔ (میں) اور (محجوب) برابر برابر آئے ثقل پیدا ہو گیا۔ اسی طرح (میں) اور (مایوس) برابر آئے گئے ثقل پیدا ہو گیا۔ اسی عنوان سے (داغ) کا غین او (غم) کا غین متصل ہو گیا۔ (تو) اور (طاؤس) جمع ہونے سے انتہائی ثقل کلام کا آئینہ بن گئے۔ آپ پھر شعر پڑھیے دیکھیے ثقل معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔

مولانا۔ (دوبارہ شعر پڑھ کے) یقیناً ثقل ہے تکلف ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اب جو شعر جناب کو سنانا چاہتا ہوں یہی عیب موجود ہے۔
اُستاد۔ پڑھیے تو معلوم ہو۔

مولانا۔ میں مرتا ہوں لولب پہ ہے دم مرا بتاؤ تو تم اب یہ کیا کر رہے ہو
اُستاد۔ بیشک بالکل وہی عیب اس شعر میں بھی ہے۔ (میں) اور (مرا) قریب قریب آگئے
(لو) اور (لب) جمع ہو گئے (تو) اور (تم) یکجا ہونے سے ثقل پیدا ہو گیا ہمیشہ اسکا لحاظ کیے گا۔
مولانا۔ بہت مناسب۔ ضرور خیال رکھوں گا۔

اُستاد۔ میں سمجھ گیا آپ موزوں طبع ہیں۔ صرف راہ بتانے کی ضرورت ہے۔ آپ جلد ترقی کر جائیں گے۔

مولانا۔ حضور کا کرم درکار ہے۔ اب اجازت چاہتا ہوں۔
اُستاد۔ خدا حافظ۔

مولانا کھڑے ہو کے سلام کر کے رخصت ہو گئے۔
اُستاد دن رات کتب بینی میں مشغول رہے۔ نواب آٹھ دن تک غزل کہتے رہے روزِ شنبہ
صبح آٹھ بجے غزل لے کے استاد کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور استاد کو بہ ادب سلام کیا۔
اُستاد۔ تسلیمات۔ آئیے۔

نواب پھر سلام کر کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ غزل کہی یا متفرق اشعار؟

نواب۔ حضور، غزل عرض کی ہے۔

اُستاد۔ لائیے؟

نواب نے خوشخط لکھی ہوئی غزل استاد کی خدمت میں پیش کی۔ اُستاد نے غزل کھولی اور
خوشخط دیکھ کے کہا کہ ہاں غزل یا کوئی کلام بغرض اصلاح اس طرح آنا چاہیے غزل سامنے

رکھ لی اور نواب سے کہا کہ آپ شعر پڑھتے جائیے میں بتاتا جاؤں ۔

نواب ۔ بہت خوب ۔

اصلاح نمبر ۳

غزل

مطلع نمبر ۱

جکو ڈر لگتا ہے صورت سے ستم ایسا دکنی دل کو پھاڑتا اس قدر بیداد پر بیداد کی
اُستاد ۔ (مسکرا کے نرم لہجے میں) دیکھیے مطلع تو آپ نے کہا ۔ قافیہ درست ، موزوں ہے ۔ لیکن
ایک بات آپ کو سمجھا دوں ۔ آئندہ خیال رکھیے گا ۔
نواب ۔ حضور ارشاد فرمائیں ۔ ضرور خیال رکھوں گا ۔

اُستاد ۔ معشوق کی عورت عاشق کی نظر میں خاص اہمیت رکھتی ہے ۔
محبت کا مقتضایہ ہے کہ صادق ہو اور کبھی معشوق سے نفرت نہ ہو ۔ وہ کسی قدر ہی ظلم و ستم
کیوں نہ کرے ۔ معشوق سے خوف آنے کے معنی یہ ہوئے کہ محبت نفرت سے بدل گئی ۔ اور یہ طے شدہ
مسئلہ ہے کہ محبت صادق ہونے کے بعد کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ کم بھی نہیں ہوتی ۔
پھر دل بھینا پر معنی وارد ۔ دل بھینا نفرت ہو جانے کے محل پر بولتے ہیں ۔ جیسا کہ آپ نے نظم کیا
یہ حفظ مراتب معشوق کے خلاف ہے ۔ عاشق ہمیشہ راضی بہ رضا رہتا ہے ۔ گو معشوق دل آزاری کی
کوئی انتہا باقی نہ رکھے ۔ دل بھینا نفرت کے معنی میں اساتذہ نے استعمال کیا ہے ۔

جلال کھنوی

یہ شق خرق عادت دیوانگی میں پہنچی دل پھاڑتا ہے میرا اب ذکر پیرہن کا
اندازوں بدل دیکھیے

شج میں کس سے کروں ظلم ستم ایجا دکنی مار ڈالا اس قدر بیداد پر بیداد کی
نواب ۔ بہت مناسب کہہ کے بدل دیا ۔

شعر نمبر ۲

خواہش دیدار سے غش آگیا اور گر پڑے حضرت موسیٰ نے اپنی خاک بھی برباد کی
اُستاد۔ اے معاذ اللہ۔ آپ نے پیغمبر کے مرتبے کا بھی لحاظ نہ رکھا۔ آپ کے شعر میں ایک
معصوم کی سخت توہین ہوئی۔ آئندہ لحاظ رکھیے گا۔

اسے حفظ مراتب کہتے ہیں۔ پھر نہ کوہ طور کا ذکر نہ بجلی کا تذکرہ۔ واقعہ کو آپ نے بالکل مبہم
رکھا مطلب صاف ادا نہ ہو سکا۔ الفاظ مناسب نہیں بلکہ بیکار۔ بندش خراب۔

خاک برباد کرنا نہیں بولتے بلکہ مٹی اپنے ہاتھ سے خراب کی یا مٹی خراب ہوئی بولتے ہیں۔ ہاتھ کا
ذکر کے استعمال کیا ہے جو فصیح تر ہے۔

صبا

اُس شعلہ رو کے ہاتھ نہ مٹی خراب ہو جل کر ہے در نہ اک کف خاکستر آئینہ
بغیر ہاتھ کا ذکر کیے بھی بولتے ہیں۔ فصیح ہے۔

آتش

خواب مٹی نہ ہو کسی کی کوئی نہ مردود دوتاں ہو جُدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہو اچھن کا

اسیر

کہیں سو کہیں ساغر بنی کہیں خم نے ہر ایک طرح فلک نے خواب کی مٹی
شعر میں اگر مجموعی حیثیت سے ایک بات بھی قاعدے کی ہوتی تو رہنے دیتا لہذا نظری کر دیجیے۔
نواب۔ میں نظری کے معنی نہ سمجھا؟

اُستاد۔ نظری کرنا شعر کا ٹپ دینے کو کہتے ہیں (پنسل ہاتھ میں لے کے) یہ طریقہ ہے۔ (یہ کہہ کے
شعر کو نظری کر دیا!) اور پڑھیے؟

شعر نمبر ۳

نواب۔ ملاحظہ ہو۔

اس قدر شہرگ سے سیری خون نکلا دج میں خون میں تا دیر پیری ہے چھری جلا دکی

اُستاد۔ اس شعر میں ضعف نظم بھی ہے لفظ خون کی تکرار سستی نظم کی دلیل ہے جو کم مشتی کی علامت ہے۔ پیرے کی جگہ شیر نے ہونا چاہیے کیونکہ مچھلی کے لیے شیر نامستعمل ہے گو آپ نے مچھلی یا ماہی کا شعر میں ذکر نہیں کیا لیکن آپ کے دل میں مچھلی کا خیال ضرور ہے۔

نواب۔ بالکل درست فرمایا گو ذکر نہیں مگر میں نے مچھلی کو خیال کر لیا تھا۔

اُستاد۔ صرف خیال پر کام نہیں چلتا ذکر ضروری ہے۔ چھری کو جب مچھلی بنایا تھا تو مچھلی کا لفظ بھی لانا چاہیے تھا۔ لہذا یوں لکھ لیجیے

ذبح میں دریا ہو کا سیری شہرگ سے بہا بن کے مچھلی خون میں تیری چھری جلتا دی

نواب۔ کیا خوب حضور نے اصلاح فرمائی ہے۔

شعر نمبر ۴

کہتے ہیں ریت پہ سیری موت تم کو آگئی کیجیے اب سیر جا کے خوب عدم آباد کی

اُستاد۔ آپ کے شعر میں شترگر بہ ہے۔

نواب۔ حضور، شترگر بہ کیا؟

اُستاد۔ لفظی معنی اونٹ، آبی کے ہیں۔ اصطلاح شعرا میں مخاطب سے ایک وقت میں ایک یا ایک بند یا ایک مصرع میں کبھی آپ، کبھی تم، کبھی تو کر کے بات کرنا۔

(سیفی) نے اس کی مثال فارسی میں (ما) اور (من) کی لکھی ہے۔ یعنی مخاطب سے کبھی

ما، کبھی من کہہ کے بات کرنا۔

اُدو میں بکثرت اشلہ موجود ہیں۔ اس وقت صرف دو شعر سناتا ہوں۔

نامعلوم

ہم اپنا حال اہل زمیں کیا بیاں کریں رہنا ہوں مثل برق فلک بقرار میں

نامعلوم

سحر ہو گئی آپ ہرگز نہ آئے کئی کس طرح شب تھیں کیا خبر ہے

میں اور اساتذہ کفؤ اور دہلی کی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ بڑے بڑے اساتذہ نے شکر گریہ نظم کیا ہے لیکن ابھی بے محل ہوگا آئندہ بالتشریح نام بنام اشعار اور مرثی کے بند سناؤں گا (آپ اچھی طرح سمجھ گئے؟)۔

نواب۔ مطلب ذہن نشین ہو گیا۔

استاد۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ عدم کا عین گر گیا۔

نواب۔ حضور، عین کیونکر گرا میری سمجھ میں نہیں آیا؟

استاد۔ آپ نے علم عروض پڑھا ہے۔ تقطیع کر سکتے ہیں؟

نواب۔ جی، میں عروض سے بالکل ناواقف ہوں۔

استاد۔ جب آپ تقطیع کر لیں گے اور عروض پڑھ لیں گے اس وقت بالتفصیل بتاؤں گا کہ

حرف کیونکر گرتا ہے کیونکر بچا جاتا ہے۔ اس وقت ایک معمولی سا قاعدہ بتائے دیتا ہوں سمجھ لیجیے۔

تاکہ آئندہ حرف عین کبھی نہ گرے۔ اور وہ یہ ہے:-

قاعدہ

مصرع میں عین کو غین کر کے پڑھیے، یعنی عین پر نقطہ دے لیجیے۔ اگر کوئی تکلف پڑھنے میں نہ

لیئے مصرع اسی صفائی سے پڑھ لیا جائے جس طرح عین میں پڑھا جاتا تھا تو عین نہیں گرا اور اگر

زبان رُس کے اور تکلف پیدا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ عین گر گیا۔

اب اپنے دوسرے مصرع کو یوں پڑھیے کہ عین کو غین کر لیجیے۔

نواب۔ بہت خوب کہہ کے عین کو غین کر کے مصرع جو پڑھا۔ تو خوب پُرک گئے۔

استاد۔ کیوں؟ پڑھیے؟

نواب۔ اس صفائی سے نہیں پڑھا جاتا۔

استاد۔ بس سمجھ لیجیے عین گر گیا۔

آئندہ جب غزل کیے گا جس قدر عین ہوں سب کو غین کر کے پڑھ لیا کیجیے گا۔

آپ دونوں عیب سمجھ گئے؟ شعر کاٹ دیجیے۔

نواب۔ بہت مناسب۔

شعر نمبر ۵

وصل کی شب جوش میں مجھ سے یہ فرمانے لگے
لو، نکالو حسرتیں اپنے دلِ ناشاد کی
اُستاد۔ استغفر اللہ، نہایت مذہب، واہیات شعر ہے۔ اس قسم کے شعر کبھی نہ کیے گا۔ بالکل
بازاری خیال۔ کیا آپ کو داغ دہوی کا رنگ زیادہ پسند ہے؟ داغ نے اس قسم کے تغلیات
کے دریا بہا دیے۔ چنانچہ مشہور شعر ہے۔

بہت تم کو سا کرتے تھے کہ ٹپکے کوڑھ ہاتھوں میں
جوانی آپ ہی کی پھوٹ نکلی چھاتیاں ہو کر
ایک داغ ہی پر بازاری خیال کا دھتہ نہیں۔ بہت سے اساتذہ نے ایسے خیال نظم کیے ہیں
چنانچہ خدا کے سخن حضرت میر تقی میر

لذتِ دنیا سے کیا بہرہ ہمیں
پاس ہے رنڈی و سبے ضعف باہ
امیر مینائی

ہزاروں برس کی ہے بڑھیا یہ دنیا
مگر تانتی ہے جواں کیسے کیسے
امیر مینائی

آ نکھیں دکھلاتے ہو جو بن تو دکھاؤ صاحب
وہ الگ باندہ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے
آتش

ہوتا ہے خوشنوا بی بیبل سے آشکار
بہشت پر بہن شاعروں کا احتلام ہے
آپ نے شعر بنے کس قدر بہت خیال کے شعر ہیں ان کو خرب اخلاق دکھنا گناہ عظیم کا
مراد ہے۔ آپ ہمیشہ احتیاط کیجیے گا۔

نواب۔ بہت خوب، ضرور احتیاط کروں گا۔

اُستاد۔ یہ شعر کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

نواب۔ شعر کاٹ کے۔

شعر نمبر ۶

صبح تک زنداں کی دیواریں ہلاکینِ شام سے شب کو قیدی نے تھکے اس طرح فریاد کی
اُستاد - واہ، سجان اشتر (شام سے) کا ٹکڑا بالکل زائد - کلام میں زوائد نہ ہونا چاہیے -

نواب - زوائد کیا؟

اُستاد - زوائد جمع زائد کی یعنی بھرتی کے لفظ نہ ہونا چاہیے - تمام الفاظ اپنا اپنا مطلب
ادا کریں - دیگر یہ کہ آپ نے سرقہ بھی کیا ہے جو قطعاً حرام ہے -

نواب - گھبرا کے چوری کی ہے؟

اُستاد - جی ہاں -

نواب - کس کی چوری؟

اُستاد - جناب رشید لکھنوی مرثیہ گو کی چوری - مرحوم کی غزل کا مشہور شعر ہے -
سحر تک روز زنداں کی ہلا کرتی ہیں دیواریں نہ جانے شب کو قیدی کس طرح فریاد کرتے ہیں
دیکھیے، کسی کے مضمون کو مجنبہ یا قدرے تغیر کے ساتھ جانتے ہوئے اپنا کر لینا یعنی خود
نظم کر لینا، سرقہ کہلاتا ہے - اور اگر بغیر علم کسی کے مضمون سے لڑ جائے تو سرقہ نہیں کہتے بلکہ
توارد کہتے ہیں تفصیل آئندہ بیان کروں گا ابھی آپ سمجھ نہ سکیں گے شعر کاٹ دیجیے -

نواب - بہت بہتر (یہ کہہ کے شعر کاٹ دیا) -

شعر نمبر ۷

کھانا پینا اُٹھنا بیٹھنا ہو گیا دشوار اب بڑھ گئی ہے اس قدر دھڑکن دلِ ناشاد کی
اُستاد - پہلے مصرع کی بندش بھی خراب ہے - اور ناموزوں بھی ہے - یوں بدل دیجیے تو شعر
غنیمت ہو جائے -

چلنا پھرنا بیٹھنا اُٹھنا ہے فرقت میں محال بڑھ گئی ہے اس قدر دھڑکن دلِ ناشاد کی
نواب - بہت مناسب (یہ کہہ کے بدلا ہوا مصرع لکھ لیا) -

شعر منقطع

ہو گیا زعفر تھامے عشق کا اتنا اثر
غیر حالت اُس تنگ نے تھارے بعد کی
اُستاد - خوب کیا آپ کا تخلص زعفر ہے -

نواب - بڑی فکر کی کہ نیا تخلص مل جائے اور اچھا ہو لیکن نہ ملا۔ بھجوری زعفر تخلص رکھ لیا اب
جو حضور کا حکم ہو -

اُستاد - میرے خیال میں امید تخلص رکھ لیجیے -

نواب - بہت خوب، واہ واہ - آئندہ مقطع میں امید ہی نظم کروں گا -

اُستاد - غزل بھر میں سب سے بڑا عیب مقطع کے قافیہ کا ہے۔ یاد، فریاد، آباد کے ساتھ (بعد)

کیونکر آسکتا ہے؟ بعد میں حرف دال کے قبل عین ہے۔ عین کی جگہ الف ہونا چاہیے تھا۔

یاد، فریاد میں دال حرف روی ہے۔ الف حرف قید ضرور ہے۔ حرف قید کے بدلنے کے

متعلق مختلف اقوال ہیں بعض کا خیال ہے کہ حرف قید بدلا جاسکتا ہے بعض حرام سمجھتے ہیں جو

جائز سمجھتے ہیں ان میں سے شیخ سعدی بھی ہیں۔ چنانچہ اُن کا شعر ہے یہ

چہ پُصرو چہ شام و چہ بر و چہ بَر
ہم دوستانید و غیر از شہر

اور حرف قید کے بدلنے میں یہ قید بھی لگا دی ہے۔ حرف قریب المخرج ہونا چاہیے لیکن محققین خاص

کے نزدیک حرف قید کا بدلنا قطعاً حرام ہے۔ چنانچہ مولف حدائق البلاغۃ اسی کے مؤید ہیں -

شعراء ہند کا بھی معمول یہی ہے کہ حرف قید نہیں بدلتے -

نواب - سرکار، یاد آگیا - جوش ملیح آبادی نے جائز قرار دیتے ہوئے اسی طرح کا قافیہ نظم کیا

ہے جو مطبوعہ کتاب میں ہے -

اُستاد - جوش کا نام لینے سے آپ کا کیا مطلب؟

نواب - وہ بہت مشہور و مقبول شاعر ہیں -

اُستاد۔ بیشک موجودہ دور کی شاعری کے اعتبار سے ضرور مقبول عوام ہیں لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ اُنکا کلام سہ میں پیش کیا جاسکے اسلیے کہ وہ قیود شعر و عیوب و محسنات کی پابندی نہیں کرتے دنیا لے اُرد میں نئی حق انقلاب پیدا کر کے (شاعر انقلاب بن گئے) جناب جوش کے نظم کر دینے سے یاد۔ فریاد کا قافیہ رد یا بعد کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ خدائے سخن حضرت عشق مرثیہ کو نے ایسے ہی جو بسے تاثر ہو کے بیت نظم فرمائی ہو ہر تازہ گو بھی اپنی جگہ لاجواب ہے دردا زمین شعر کی مٹی خواب ہے آپ ہمیشہ احتیاط کیجیے گا۔ اور میرے سامنے کبھی ایسے شعرائی مثال پیش نہ کیجیے گا قطع کا کیجیے۔ نواب۔ بہت خوب کہہ کے (مقطع کاٹ دیا) سلام کر کے غزل تہ کر کے حبیب میں رکھی اور پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ جتنے شعر باقی رہ گئے ہیں صاف کر لیجیے گا۔ سودہ تلف نہ کیجیے گا آئندہ کام آئے گا۔ جو باتیں بتائی ہیں اُن کا خیال رکھیے گا۔ آٹھویں روز ایک غزل ضرور آنی چاہیے تاکہ مشق بڑھتی رہے۔ درحقیقت شاعر کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم چار اشعار روزانہ کہے۔ کچھ ہدایات اور کروں گا۔ جو آپ کے لیے بہت زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہوں گے۔ نواب۔ بہت خوب۔ (تھوڑی دیر سکوت کے بعد) اجازت چاہتا ہوں؟ اُستاد۔ جائیے گا۔ اچھا خدا حافظ۔ نواب۔ سلام کرتے ہوئے خدا حافظ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

دکھپ معلومات نمبر ۳

اُستاد صلاحات البلاغۃ اُٹھا کے جا بجا سے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ نگہرا ہو گا کہ یکایک چار شاعر کہ نہ مشق صرف اس لیے کہ اُستاد کا امتحان لیں کہ معلومات کس قدر ہیں سب نے اجازت چاہی۔

اُستاد نے کھڑے ہو کے (تشریف لائے)۔

چاروں شاعر کمرے میں آگئے۔

اُستاد نے بسم اللہ کہہ کے اپنے قریب سب کو بٹھایا (چاروں شاعروں میں (۱) مروت صاحب (۲) شہرت صاحب (۳) زینت صاحب (۴) حیرت صاحب)۔

آپ حضرات کا کیونکر تشریف لانا ہوا؟ کہاں زحمت فرمائی؟

شاعر۔ ہم لوگ افقر صاحب موہانی کے یہاں مشاعرے میں حاضر ہوئے ہیں آج شب کو ہے۔ خیال ہوا کہ جناب کی قدمبوی کر لیں اس لیے کہ لکھنؤ اب آپ ہی ایسے حضرات کے دُور سے لکھنؤ ہے۔ کچھ کلام سے حضور ستفید فرمائیں تو ہمارا نوازی ہوگی۔

اُستاد۔ عرصے سے شعر گوئی ترک کر چکا، برسوں سے ایک مصرع نہیں کہا مجھے کیا سُنیے گا۔ ہاں آپ حضرات ماشاء اللہ شب دروز کتے رہتے ہیں کچھ ارشاد ہو تو صین بندہ نوازی ہوگی۔ شعرا۔ نہیں حضور کچھ ضرور ارشاد فرمائیں۔ ہمارا کی خوشی میزبان پر فرض ہے۔ ہم لوگ ہمارا ہیں۔ اُستاد۔ آپ حضرات مجبور کر رہے ہیں صرف ایک مطلع جو تقریباً تین بیس قبل کا ہے سنائے دیتا ہوں۔ اُس کے بعد آپ حضرات کو غزلیں سنائی ہوں گی۔

شعرا۔ حضور ایک مطلع میں سیری نہ ہوگی۔

اُستاد۔ یہ بھی صرف آپ حضرات کی خوشی سے پڑھے دیتا ہوں ورنہ غزل گوئی، غزل خوانی ترک کر چکا۔ شعرا۔ (آپس میں اشارہ کر کے) خیر جو خوشی ہو ارشاد فرمائیے۔

اُستاد۔

آتشِ فرقت سے دل اس طرح سوزاں ہو گیا داغ کو دینے لگے سروِ چسپراغاں ہو گیا
شعرا۔ (سُکرا کے) واہ حضور واہ۔ کیا مطلع ارشاد فرمایا ہے۔ مروت صاحب (ہمارے ہوں کی طرف دیکھ کے) مطلع پھر ارشاد ہو۔ اُستاد نے پھر پڑھا۔ اور سلام کیا۔ شہرت صاحب (سُکرا کے) حضور پھر عنایت فرمائیں۔ اُستاد نے پھر پڑھا۔

(اب اُستاد نے خیال کیا کہ مطلع پر کوئی اعتراض ہے)۔

زینت صاحب - حضور، ایک مرتبہ اور ارشاد ہو۔

اُستاد نے سلام کرتے ہوئے پھر پڑھا (اور شعر کی طرف نظر ڈال کے) کیا آپ حضرات کو مطلع میں کچھ کلام ہے؟

شعرا - ایدہ ہے کہ جناب گستاخی معاف فرمائیں گے۔

اُستاد - نہیں نہیں جو اعتراض ہو ارشاد فرمائیے۔

مروت صاحب - قافی کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ جناب نے سوزاں، چراغاں نظم فرمایا ہے۔ یہ ایطاجلی ہے۔ جو افحش عیوب میں شمار کیا جاتا ہے۔ کیا حضور کے نزدیک ایطاجلی نہیں ہے اور اگر ہے تو جائز ہے؟

(دور اندیش تجربہ کار اُستاد سمجھ گئے کہ چونکہ میں لکھنوی ہوں۔ جذبہ تعصب میرے ذلیل کرنے کیلئے یہاں تک ان حضرات کو لایا ہے)۔

اُستاد - بظاہر تو یہی سمجھیں آتا ہے کہ ایطاجلی ہے جسے یقیناً ناجائز سمجھتا ہوں لیکن فی الحقیقت جلی کیا ایطاجلی کی بھی جھلکتیں پائی جاتی۔

شہرت صاحب - یہ تو جناب کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ دلیل کا وجود نہیں۔ کیا چراغاں کا چراغ۔ اور سوزاں کا سوز باقی نہیں رہتا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب کیا فرما رہے ہیں۔

اُستاد - پہلا جواب یہ ہے کہ سوزاں کا الف و نون علامت فاعلیہ ہے۔ چراغاں کا الف و نون نائیدہ ہے۔ چونکہ علامتوں میں فرق ہے اس لیے جائز ہونے میں کیا کلام ہے۔ گو میرے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں۔

شہرت صاحب - یہ مسئلہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا؟

اُستاد - (غصہ میں) یہ چیز آپ کے سمجھنے کی بھی نہیں ہے۔

زینت صاحب - کیا کچھ چیزیں جناب کے نزدیک ایسی بھی ہیں جن کے سمجھنے سے ہم لوگ سربمبارک اُستاد کچھ کا لفظ نہ بولے بکثرت چیزیں ایسی ہیں کہ جناب نے جن کا نام بھی نہ لیا ہوگا۔

حیرت صاحب - معافی کا خواستگار ہوں، بے ادبی ہے۔ یہ اہل لکھنؤ کا خاص طریقہ ہے کہ اپنے سامنے کسی کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے یہ طے کر لیا ہے کہ فن شعر و سخن میں ہم سے بہتر دستگاہ کسی کو نہیں جیسا کہ جناب نے طریقہ اختیار فرمایا ہے خوشنق سمجھتے ہوئے صریح غلطی کو صحیح فرما رہے ہیں۔

اُستاد - (غضبناک لہجے میں) اہل لکھنؤ قطعاً متعصب نہیں کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے۔ ہر باہر سے آنے والے شاعر کی عزت کرتے ہیں، اُس کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ بلکہ بہت سے پُر خلوص اہل لکھنؤ ایسے بھی ہیں جو لکھنوی شاعر کو پست کرتے ہوئے بیرونی شاعر کو ہفت آسمان کی سیہ کراتے ہیں۔ کبھی کوئی آسنے والا لکھنؤ سے بے عزت ہو کے نہیں گیا۔ اہل لکھنؤ نے ڈنکے بجا دیے تقریفوں کے پُل بنائے کہ چار اہل عالم میں روشناس کروایا۔ برخلاف اس کے لکھنوی غریب بعض متعصب مقامات پر گئے اور مثنوی پڑھنے کیلئے منبر پر جانا تھا کہ آتش بغض و حسد نے بھڑک کے خرمن اخلاق کو خاک سیاہ کر دیا۔ اشنا خواندگی میں کسی نے ڈاکر کو منہ چڑھا دیا کسی نے چوچ دکھائی کسی نے آنکھ ماری۔ ڈاکر غریب الوطن بیزاروں کی نالائق حرکت سے عاجز آگئے۔ بے ربط مثنوی چھوڑ کے اتر آیا۔ اور رُخ سوئے وطن کر دیا حیرت صاحب کی طرف رُخ کر کے) آپ کے چھیڑنے سے موضوع بدل گیا۔ ہاں جناب آپ کے نزدیک بھی عیسے ہے۔ حیرت - قطعاً عیب صریح موجود ہے۔

اُستاد - میں تقریر شروع کرتا ہوں۔ جو کچھ اعتراض ہو تقریر کے بعد فرمائیے گا۔ غور سے ملاحظہ ہو۔ حیرت - ارشاد -

اُستاد - زبان عربی میں جسے (ایطاء) کہتے ہیں۔ فارسی زبان میں اسی کو (شاگاہ) کہتے ہیں۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ جلی اور خفی۔

جلی اُسے کہتے ہیں جس میں تکرار قافیہ ظاہر بظاہر ہو۔

مثال - درد مند، حاجتمند - سنگم - افسوں گر - یاراں - دوستاں وغیرہ اسی کی واضح مثال

حضرت مودب مظلم کے چار مصرع ہیں -

جاری آب اشک ہے آنکھوں سے جو شام و صبح پتیلیاں کستی ہیں دل کو عشق ہے بسطین سے

شاٹگان کتنا جلی ہے دیکھیے اہل نظر۔ چشمہ تسنیم کو تر ہیں رواں عینین سے
موصوف نے شاٹگان کو کس حُسن سے نظم فرمایا ہے۔ گویا ایک قاعدہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ
کہ اگر شاٹگان نظم کر کے ظاہر کر دیا جائے تو قباہت نہیں گو سبطین کا سبط حسنین کا حسن وہ گیا لیکن
شاٹگان کا لفظ چار مصرعوں میں لاکے عیب کو واضح کر دیا اب عیب نہ رہا۔

خفی اُسے کہتے ہیں جس میں تکرار قوافی ظاہر نظر نہ ہو۔

مثال - دانا - مینا - حیراں - سرگرداں -

ایطاکے معنی بھی یہی ہیں۔ تکرار کلمات قوافی میں ایک معنی کے ساتھ - آپ کے نزدیک میرے

مطلع میں ایطاجلی ہے۔

حیرت - جناب نے جو کچھ تقریر فرمائی یہ ابتدائی کتابوں میں اسی سلسلے سے لکھی ہوئی ہے۔

اُستاد - میں نے عرض کر دیا تھا کہ جناب درمیان میں نہ بولیں۔ بیشک چھوٹی کتابوں میں بھی یہ سلسلہ
یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ لیکن اب جو کچھ عرض کرتا ہوں بڑی بڑی کتابوں میں نہ ملے گا۔ اور شاید جناب نے

آج تک کسی سے سنا بھی نہ ہو۔ اتنا تو دنیا جانتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جواز ایطاک کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ تکرار لفظ کے ساتھ معنی بدلتے جائیں۔ جیسے جناب رشید لکھنوی مرثیہ گو کے

ایک بند کے چار مصرع ہمارے موقع پر ہے

نہ کسی نے خبر حالت نیک و بدلی شرط آپس میں بہار آئے کی سب نے بدلی

بارغ عالم کی ہوا اور ہوئی رُست بدلی بوندیاں پڑ رہی ہیں چھانی ہوئی ہے بدلی

دیکھیے چاروں مصرعوں میں بدلی کا لفظ قافیہ ہے۔ مگر معنی ہر جگہ بدلتے گئے یہ جائز اور

قطعاً جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیت میں دونوں قافیہ ایک طرح کے ہوں لیکن ایک

قافیہ علم ہو۔ دراصل علم کے دو درجہ ہوں لیکن علم ہونے کے بعد ایک مستقل شے قرار دیتے ہیں

جس کے بعد تحلیل اجزاء کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ جیسے حیدر - صفدر - حیدر کی اصل

حی در - سانپ یا اژدہ کا پھاڑنے والا۔ صفدر کے معنی صفوں کا چیرنے والا۔ بظاہر شاٹگان جلی

موجود ہے لیکن چونکہ حیدر علم ہو گیا ہے اس لیے جائز ہو گیا۔ علیت کی دلیل خود قول حضرت علیؓ ہے جو خبر میں مرجح کے مقابل میں رجز کے محل پر فرمایا تھا انا الذی سمتنی احمی حیدرا چنانچہ بطور مثال حضرت انیس رہ کا بند ہے۔

مطلع

سیدان میں عباسؓ دلاور کی ہے آمد ہر صفت میں یہ ہے ضرور کہ صفدر کی ہے آمد
سب کہتے ہیں کرا کے دلبر کی ہے آمد یہ اور کی آمد نہیں حیدر کی ہے آمد
اک دم میں اُلٹ دیگا درق فوج کی صف کا
رُخ ہے سوئے دریا خلف شاہ نجف کا

حیدر، صفدر ایک ہی بند میں نظم فرمایا ہے جو قطعاً جائز ہے۔ میں نے جو کچھ عرض کیا یعنی حیدر و صفدر کی مثال پیش کی یہ برنایے مشہور ہے یعنی حیدر۔ جی درے علم ہو ادا نچا لیکہ میری تحقیق میں حیدر متفقاً مسلم ہے۔ اژدہ ہے کو حی نہیں بلکہ حمیہ کہتے ہیں۔ رہا در تو درین سے در بنا کے عرب انسل عورت کبھی اپنے بچے کے نام میں شامل نہیں کرے گی جیسا کہ برنایے مشہور ہے۔ بہر طور یہ طے شدہ امر ہے کہ اگر ایک قافیہ علم ہو تو جائز ہے مثلاً پہلے مصرع میں چراغاں ہو اور دوسرے مصرع میں سرو چراغاں ہو اور سرور چراغاں کسی کا نام ہو جیسا کہ میرؓ مطلع میں ہے تو قطعاً جائز قرار پائے گا۔

بہتر مثال آئین حیران ہو کر کے استاد کا منہ دیکھنے لگے باقی حضرات نے شرم سے سر جھکا لیا۔ اور بالاتفاق سب نے کہا بجا ہے، درست ہے۔ واقعاً جناب کا مطلع صحیح ہے۔ لیکن ایک بات باقی رہ گئی وہ یہ کہ سرور چراغاں بھی علم ہے یا نہیں۔

استاد۔ بیشک یہ فرض میرا ہی ہے کہ ثابت کروں۔ سنیے بہارِ عجم مستند لغت ہے اسکی عبارت بجنسہ پڑھتا ہوں۔ اب آپ کو کوئی کلام باقی نہ رہے گا (سرو چراغاں) مثل چلچراغ بود بعضہ از تازہ گوین زمان مایں را در اشعار خود بستہ اند لیکن در کلام قدما یافت نشدہ۔

ابو جناب کو علیت سرور چاغاں کا یقین ہوا -

حیرت - جناب کا فرمانا بالکل درست و بجا ہے ہم لوگ اپنا اعتراض واپس لیتے ہیں -

اُستاد - مگر میں اپنا جواب واپس نہیں لیتا۔ اب کچھ اپنے کلام سے آپ حضراتِ ستفیہ فرمائیں (گو اُستاد کا سکہ دل پر بیٹھ چکا تھا، ہدایت طاری ہو چکی تھی۔ مگر جذبہ تعصب کھڑے نے مجبور کر کے شعر پڑھنے پر آمادہ کیا۔)

(شعرا ایک دوسرے کو اشارہ کر کے، اُستاد کی طرف دیکھ کے) ہم لوگ کلام ساتھ لانا بھول گئے

اب جناب ہی اپنے کلام سے سرور فرمائیں -

اُستاد - میں اب ایک شعر بھی نہیں پڑھوں گا۔ جو کچھ یاد ہو ارشاد فرمائیے -

(شعرا یہ خیال کرتے ہوئے کہ سمجھ اور جتنے ہوئے متفرق اشعار سنائیں گے تاکہ اُستاد

اعتراض نہ کر سکیں)

مروت صاحب - شاید جناب تعلق خیال فرمائیں یا دعویٰ متصور فرمائیں۔ ایسا نہیں بلکہ واقعی

ہم لوگ حتی الامکان اتنا سمجھ کے شعر کہتے ہیں کہ اعتراض کا خیال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اگر

جناب کو کہیں شک ہو تو ضرور دریافت فرمائیں -

اُستاد - فن شعروغن ایسا فن ہے کہ انسان عمر بھر دھوکے کھاتا ہے -

مروت صاحب - ہم لوگ خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اگر کہیں کچھ شک یا خیال پیدا ہو تو ضرور

اعتراض فرمادیجے گا۔ مروت سے کام نہ لیجے گا۔ ہم لوگ ناراض نہیں ہوں گے - کیونکہ ہم لوگوں کا

دعویٰ ہے کہ ہمیشہ بے عیب کہتے ہیں -

اُستاد - (سُکرا کے) چونکہ آپ حضرات نے قسم دیدی ہے اس لیے جہاں سمجھ میں نہ آئے گا

دریافت کریں گا۔

شعرا - (کیا باری) ہم لوگ خوش ہوں گے نا خوشی کی کیا بات ہے -

اُستاد - پھر ارشاد ہو ؟

مروت صاحب - سلسل غزل یا دیگر کلام یا دہنیں - متفرق اشعار ملاحظہ ہوں - شرعاً عرض ہے کہ کیا تاتی ہمیں تازت ہر تھا سر حشر سایہ رحمت
اُستاد - بہت خوب شعر فرمایا ہے لیکن عرض یہ ہے کہ سایہ رحمت کس کا تھا پتہ نہ چلا؟
مروت صاحب - خدا کی رحمت کا سایہ مراد ہے -

اُستاد - بتانے سے سمجھیں آیا وزن اجنبی شخص قطعاً سمجھ نہ سکتا -

مروت صاحب - یہ نیا رنگ ہے - صرف اشارات میں مطلب ادا ہوتا ہے - یہ خصوصیت پُرانے رنگ کی ہے کہ وضاحت ضرور ہو -

اُستاد - اب سمجھ گیا - بیشک اگر نئے رنگ کا شعر ہے تو درست ہے - یہ بھی معلوم ہو گیا کہ طرز جدید کی شاعری میں مصرعوں کی بے لٹپی اور مطلب کے ابہام کا نام شعر ہے -
مروت صاحب - جی نہیں - یہ ادب لطیف ہے -

اُستاد - سب باتوں کو جانے دیجیے - یہ تازت کا لفظ ترکیب کے ساتھ آپ نے کیوں استعمال کیا کیا عربی یا فارسی ہے؟

مروت صاحب - عربی لفظ ہے بروزن بخاوت - مصدر ہے - کیا اب بھی اضافت صحیح نہیں؟
اُستاد - صرف جناب کا میار تحقیق سمجھنا چاہتا تھا - آپ دھوکے میں ہیں مصدری وزن ضرور ہے - لیکن عربی نہیں - اس لفظ کے واضح اہل ہند ہیں لہذا اردو ہے -

مروت صاحب - کیا کسی لغت میں اس لفظ کا وجود نہیں؟

اُستاد - بیشک کسی لغت میں نہیں ملے گا -

مروت صاحب - تمام عالم بوتا ہے -

اُستاد - پوری دنیا غلط بولتی ہے - ہاں بغیر ترکیب اُردو سمجھتے ہوئے صحیح ہو جائے گا - ترکیب کے تحت قطعاً ناجائز -

مروت صاحب - میں نے جان کے امتحاناً غلط لفظ شعر میں لاکے پڑھا تا کہ جناب کی اتعداد علی

دریافت کر سکوں۔

اُستاد (بڑے غلط کے لیے میں) بہت مناسب اور شرار شاہ ہوں تو استدعا علی جناب پر کما حقہ ظاہر کروں۔

مروت صاحب - بہت خوب - شعر عرض ہے -

متلاشی دل رہا میں مگر زندگی بھر مجھے پستانہ ملا

اُستاد - ابکی تو امتحان کوئی لفظ آپ نے غلط استعمال نہیں کیا۔

مروت صاحب - جی نہیں بالکل سمجھا ہوا شعر ہے۔

اُستاد - چونکہ غصہ آچکا تھا جناب وہی عیب جو شعراؤں میں تھا اس شعر میں بھی ہے۔

متلاشی نہ عربی ہے نہ فارسی بلکہ اردو ہے اور آپ ترکیب یعنی اضافت کے ساتھ نظم کر گئے۔

مروت صاحب - جب وزن عربی ہے گو اردو ہی تو اضافت میں قباحت نہیں ہے۔

اُستاد - سبحان اللہ! آج جناب سے معلوم ہوا کہ اردو کی اضافت فارسی یا عربی لفظ کی طرف

صحیح ہے۔ معاف فرمائیے گا آپ میری استدعا علی معلوم فرمانا چاہتے تھے قبل اسکے

کہ میری حیثیت علمی معلوم ہو۔ مجھے جناب کی تحقیق و بہن خیالی کی حد کا پتہ چل گیا۔ قاعدہ

عرض کیے دیتا ہوں، ماننا نہ ماننا جناب کا فعل ہے۔

قاعدہ

اگر اہل ہند کسی عربی یا فارسی لفظ کی حرکت بدل کے بولیں۔ یا کسی وزن عربی پر لفظ وضع

کر کے معنی خاص میں استعمال کریں۔ تو قطعاً اردو کا حکم جاری کیا جائے گا۔ اس پر اجماع شعرا

مستند ہے۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔

مروت صاحب سر جھکا کے خاموش ہو گئے۔ سب پر ایک رعب طاری ہو گیا۔ مگر رئیس صاحب

بول اُٹھے کہ قسیدہ ڈیو ایکٹ شعر میرے ملاحظہ ہوں شاید اعتراض کی زحمت جناب کو نہ ہو۔

اُستاد - جناب ضرور ارشاد فرمائیں۔

زینت صاحب - شعر عرض ہے -

اے خیال ہنتمم یہ اہتمام زندگی دیکھنا اک روز بھر جائے گا جام زندگی
اُستاد - جناب معاف فرمائیں گے اعتراض کی زحمت ہوئی -

زینت صاحب - ارشاد ہو کیا غلطی ہے ؟

اُستاد - مروت صاحب واسے شعروں کا عیب آپ کے شعر میں بھی موجود ہے -

زینت صاحب - لفظ ہنتمم کا وجود کیا لغت میں نہیں ہے ؟

اُستاد - آپ نثر بھی ترکیب سے بول رہے ہیں - میں عرض کر چکا کہ کہیں آپ کو اس لفظ کا وجود نہیں ملے گا - یہ ساختہ اہل ہند ہے -

زینت صاحب - (شرما کے) ایک شعر اور عرض کرتا ہوں اگر جناب نے اعتراض فرمایا تو یقیناً مان لوں گا کہ ایک مستند اُستاد کو ایسا ہی ہونا چاہیے -

اُستاد - یہ ضروری نہیں کہ انسان کے ہر شعر میں عیب ہو مگر خیر پڑھے -

زینت صاحب - شعر عرض ہے -

نقشہ ہستی مٹاتا ہے مگر اے ظلم دوست سامنا عادل کا اک دن حشر میں ہو جائے گا

اُستاد - وہی ہوا جو دل بے قرار کرتا تھا - جناب نقش، نقوش تک تو غنیمت ہے لیکن

نقشہ وہ بھی ترکیب کے ساتھ کہیں نہیں ملتا نظر قاصر سے نہیں گزرا - میرے نزدیک ساختہ

اہل ہند ہے اور اُردو ہے ترکیب سے استعمال ہونے میں کلام ہے - شعرا ہند نے نقش

ترکیب کے ساتھ استعمال کیا ہے اور نقشہ ہمیشہ بغیر ترکیب استعمال کیا - چند شعر اساتذہ کے

سناتا ہوں، آپ حضرات کو اندازہ ہو جائے گا کہ میں کہاں تک صحیح کہہ رہا ہوں - نقش کی

مثالیں ملاحظہ ہوں کہ ترکیب کے ساتھ نظم کیا ہے -

آتش

صفحہ دل سے اُٹھاؤں کس طرح نقشِ صنم ملک میں ہوتا کسی کے گھر نہیں اللہ کا

امیر

نقش ہستی میں ابھی محو کیے دیتا ہوں خط تقدیر نہیں ہے کہ مٹا ہی نہ سکوں

غالب

اس شفتگی نے نقش سویدا کیا درست ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دُود بھٹا

غالب

پھر کہتے ہیں سہ

اُس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجوریاں مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

نقشہ کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں جو بغیر ترکیب استعمال ہوا ہے۔

اس نقش

جس پر اپنی افشاں کو جو اس محبوب نے چھڑکا کتابی چہرے نے نقشہ دکھایا لوحِ قرآن کا

داغ

نا اسی دی مٹائے جاتی ہے شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

ونیر

اُس شہسوار کا ہے داغ آسمان پر کھینچا ہے جو ہلال نے نقشہ رکاب کا

امیر

افلاک نے چمکائے ستارے تو میں سمجھا نقشے یہ اُڑائے ہیں تری بزمِ طرب کے

غالب

تم ماہِ شب چار دہم تھے مرے گھر کے پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

نہایت صاف دلی سے عرض کرتا ہوں کہ نقشہ اگر آپ کی تحقیق میں کسی وقت آجائے

تو مجھے ضرور اطلاع دیجیے گا میں تھک چکا ہوں۔

(زینت صاحب خود اور اُن کے ہمراہی دیر تک خاموش رہے)۔

زینت صاحب۔ غالباً جناب کا وقت خراب ہو رہا ہوگا۔ آئندہ ہفتہ معین فرمائیے تو

جناب کے اعتراضات کی تحقیق کر کے ہم لوگ جواب پر تیار ہو کے آئیں۔
اُستاد۔ آپ حضرات سافر ہیں۔ آئندہ شنبہ کو زحمت ہو گی۔ کل یکشنبہ ہے تشریف لائیے
دو صاحب باقی رہ گئے ہیں اُن کا اشتیاق ہے۔

زینت صاحب۔ (ہمراہیوں کی طرف دیکھ کے) بہت بہتر ہے کل اسی وقت حاضر خدمت
ہوں گے۔ اب اجازت مرحمت ہو۔

اُستاد۔ پان اور نوش فرمائیے۔

سب نے پان کھایا اور رخصت ہو گئے۔ راستہ بھر یہی باتیں کر کیا خیال کر کے گئے
تھے کیا ہوا۔ قیامت کا حافظہ، غضب کی تحقیق ہے جیسا اہل لکھنؤ کو سُنتے تھے ویسا ہی
پایا۔ اب جتنے شعر ان کے سامنے پڑھے جائیں نہایت سمجھ کے، تحقیق کر کے پڑھے جائیں۔
شہرت صاحب۔ حیرت صاحب، کل ہم لوگوں کی باری ہے خدا رحم کرے۔ آپ حضرات
تو اپنا کلام نہاں چکے۔ یہی باتیں کرتے ہوئے جائے قیام پر پہنچے اور دن بھر اشعار درست
کیے گئے۔ اور یہ طے کیا گیا کہ کون کون سے شعر کل پڑھے جائیں۔ دو بجے شب تک شاعر
میں شرکت کر کے سب نے آرام کیا۔ صبح کو بیدار ہوتے ہی اُستاد کے یہاں جانے کی تیاری
شروع کی۔

یہاں اُستاد صبح کا دف ہے، بیٹھکے میں مولانا کا انتظار کر رہے ہیں کہ وقت معینہ ہو
مولانا آگئے۔ سلام علیکم۔

اُستاد۔ علیکم السلام۔ آئیے۔

مولانا۔ حاضر کہہ کے سامنے بہ ادب بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ سب خیریت؟

مولانا۔ بفضلہ تعالیٰ من جمیع الجہات مع الخیر ہوں۔

اُستاد۔ فرمائیے کچھ شعر بھی کہے؟ میں تو آپ کا انتظار کر رہا تھا۔

مولانا۔ جی، صرف دِن شعر عرض کر سکا۔

اُستاد۔ لائیے۔

مولانا نے جیب سے خوشحظ لکھی ہوئی غزل نکال کے پیش کی۔

اُستاد۔ آپ شعر پڑھتے جابیے میں بتاتا جاؤں۔

مولانا۔ بہت خوب۔

اصلاح منبر ۱

غزل مولانا

مطلع منبر ۱

اک انقلاب کی دُنیا بار بار ہوں میں تغیرات کے جلوے دکھا رہا ہوں میں
اُستاد۔ مطلع سن کے متحیر ہو گئے۔ فرمایا کہ پوری غزل پڑھ جابیے پھر اصلاح دوں گا عجیب ننگ کا
مطلع سنایا۔

مولانا۔ یہ سمجھ کے کہ اُستاد کو مطلع پسند آیا۔ اب جو شعر پڑھا تو نہایت دلکش سُریلے لہجے میں۔

شعر منبر ۲

نظریں ہے جو حجاباتِ قدس کی ہمیت وہ ارتعاش ہے دل کو کہ کانپتا ہوں میں
اُستاد۔ مولانا معاف فرمائیے گا۔ اُستاد کے سامنے اصلاح لیتے وقت غزل یا کوئی کلام دھن
میں نہیں سنانا چاہیئے۔ یہ پُرانا قاعدہ ہے جو عرض کیا۔ یہ بات بھی ہمیشہ ٹوڑا رہے۔
مولانا۔ بہت خوب کہہ کے سیدھا سیدھا کلام سنانے لگے۔

شعر منبر ۳

حدِ ترقیٰ انسان ہے سعی لا حاصل خموشیوں کو تکلم بنا رہا ہوں میں

اُستاد۔ دُسر لاکے (دھڑا) : اہ کیا کہنا۔ شعر منبر ۳

ترقیوں کے نازل کی بدست معلوم قلم اٹھا۔ لے ہوئے ہنری جا رہا ہوں میں

اُستاد - (طعن سے) بہت خوب -

شعر نمبر ۵

بنا ہے راہِ بر خلقِ عشقِ لا محدود اب ایک نقطہ پہ دنیا کو لار ہا ہوں میں
اُستاد - خوب صاحب - واہ جناب -

شعر نمبر ۶

چلا ہوں شاملِ دل سوئے منزلِ اُلفت کہ ذرے ذرے کو رہبر بنا رہا ہوں میں
اُستاد - مناسب -

شعر نمبر ۷

ہے آندھیوں کا تلامِ ناظرِ حیرت بڑھی ہے وحشتِ دل خالِ اُڑا رہا ہوں میں
اُستاد - عجیب بات -

شعر نمبر ۸

میں اپنے دل کو لگائے ہوئے ہوں سینے سے کہ جلوہ گہ تری قدرت کا پار ہا ہوں میں
اُستاد - اہا ہا -

شعر نمبر ۹

جو گیسو یا رکے دستِ قیاس دیکھے توکل میں سانپ کی صورت کھا رہا ہوں میں
اُستاد - بجا ہے -

شعر نمبر ۱۰

شعارِ ذوقِ طلب کا وہ کیف ہے طاری حجابِ قدس کے پڑے اُٹھا رہا ہوں میں
غزل ختم ہو گئی، مولانا کے سکوت پر اُستاد نے سر بلند کر کے پوچھا کہ یہ پہلی غزل ہے یا
اس سے پہلے کچھ اور غزلیں بھی آپ نے کہی ہیں -
مولانا - تین چار غزلیں کئی برس ہوئے جب کہی تھیں یا اب یہ غزل عرض کی ہے -

اُستاد۔ جناب کا رنگ طبیعت معلوم ہو گیا۔ بہت بلند شعر فرماتے ہیں۔ خیر، اب غزل پھر شروع کیجیے تاکہ ایک ایک شعر بنتا چلے۔
مولانا۔ بہت خوب۔

مطلع

اک انقلاب کی دنیا بسا رہا ہوں میں تغیرات کے جلوے دکھا رہا ہوں میں
اُستاد۔ مولانا پہلے مطلب بیان فرمائیے تو کچھ کہوں۔

مولانا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں وہ با کمال انسان ہوں کہ انقلاب کی دنیا بسا رہا ہوں یعنی کثرت سے انقلابات پیدا کر رہا ہوں۔ اُسی کو دوسرے مصرع میں توضیحاً کہا کہ دنیا کو تغیرات کے جلوے دکھا رہا ہوں۔ میں نے درحقیقت منطق کا ایک اہم مسئلہ حل کیا ہے۔
اُستاد۔ (گھبرا کے) جناب وہ کیا؟

مولانا۔ حادث عالم پر روشنی ڈالی ہے المعالم متغیر، وکل متغیر، حادثات۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فالعالم حادث۔

اُستاد۔ مولانا۔ آپ نے اردو میں مطلع کہا ہے یا قطب کے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔
اردو شعر کی تعریف یہ ہے کہ اہل زبان شعر سننے کے بعد فوراً معانی و مطالب سے واقف ہو جائیں۔ آپ کی پہلی شاید کوئی ہندوستان والا نہ بوجھ سکے۔ اسکا حل عراق عرب عجم میں نکلن دشوار ہے۔ مصرع اول و دوم میں تعلق ہونا چاہیے آپ کے یہاں ربط نہیں۔ اگر ربط ماننے کا تو مصرع ثانی بیگا رہا جاتا ہے۔ اسی کو اساتذہ نے (المعنی فی بطن الشاعر) کہا ہے۔ کہنے والا سب کچھ کہ گیا لیکن سمجھنے والا کچھ نہ سمجھا۔ لکھنؤ کے پست طبقے کے لوگ ایسے محل پر ایک مثل بولتے ہیں۔ (نواب بولیں فارسی گنوار بھاگے جائیں) آپ کے مطلع کا کوئی حاصل نہیں۔ میں سمجھتا ہوں آج کل جو نیا رنگ نکلا ہے آپ اُس کے مقلد ہیں۔
شعر میں ایسے الفاظ یا ایسی ترکیبیں لانا جن کا مطلب فوری سمجھ میں نہ آ سکے میرے نزدیک

شعر بے معنی کے جانے کا مستحق ہے۔ پھر اردو شاعری، اُس میں انقلاب و تخیل کے جلوہ وغیرہ کے ایسے الفاظ خاص ترکیبوں کے ساتھ شعر کو بالکل مبہم کر دیتے ہیں۔ برائے خدایہ رنگ چھوڑے زبان و محاورہ کا لحاظ کر کے شعر کیسے، زبان نرم رہنا چاہیئے۔ مزید یہ کہ جناب نے اک نیا محاورہ استعمال کیا یعنی (روشنی ڈالنا)۔

مولانا۔ کیا فصیح نہیں؟

اُستاد۔ بالکل غیر فصیح ہے، انگریزی داؤں نے کچھ عرصے سے بولنا شروع کیا ہے۔ ممکن ہے کہ دس بیس سال بولنے کے بعد فصیح ہو جائے، لیکن ابھی غیر فصیح آئندہ نہ بولے گا نظم کیجیے گا۔ ایک بات اور بتا دوں۔ میری عادت یہ ہے کہ ایک ایک حرف پر اعتراض کرتا ہوں اسی سے مجھ سے دنیا ناراض ہے۔ آپ کو اگر تھکسین فن کرنا ہے تو کبھی ناراض نہ ہو جائیے گا۔ مولانا۔ استغفر اللہ، بھلا میری یہ مجال کہ حضور سے ناراض ہو سکوں۔ کیا شعر کاٹ دوں؟ اُستاد۔ نہیں، رہنے دیجیے۔ آج کل کارنگ ہی ہی رہ گیا ہے کہ جس قدر مبہم شعر کہا جائے اُسی قدر شاعروں میں واہ واہ زیادہ ہوتی ہے۔ اور شعر بڑھے۔

مولانا۔ ۷ شعر نمبر ۲

نظر میں ہے جو حجابات قدس کی ہیبت وہ ارتعاش ہے دل کو کا پنتا ہوں میں
اُستاد۔ ذرا اس شعر کا بھی مطلب بیان کیجیے۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

مولانا۔ میں نے معراج کی شب نظر میں رکھ کے شعر عرض کیا ہے۔ جناب رسول خداؐ جمعہ عراج میں تشریف لے گئے اور قریب پردہ پردہ پہنچے تو حجابات بارگاہ ایزدی کی وجہ سے آپ کا دل کانپنے لگا تھا اور آپ پر خاص رعب طاری ہو گیا تھا۔ اس شعر میں نظر کی تصویر کشی کی ہے۔ اُستاد۔ آپ نے کہا ہے کہ میری نظر میں حجابات قدرت ہیں، دل میں رعب ہے، کانپ رہا ہوں۔ مولانا! یا تو ہر شعر کے ساتھ تشریح بھی لکھ لایا کیجیے تاکہ کسی کو سنا۔ تہ وقت یا کچھ کو آپ کو سمجھا نا نہ پڑے تشریح سے خود کچھ لیا جا یا کرے۔ صرف الفاظ کا گورکھ دھندلا ہے۔ دل کا ارتعاش

عجب ترکیب ہے، حجاباتِ قدسِ اندر سے وزنِ الفاظ۔ آپ بالکل آجکل کے رنگ پر چل رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ایسے شاعر پیدا ہو گئے ہیں جو خود کہتے ہیں اور خود ہی سمجھ لیتے ہیں دوسرا ان کے کلام سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ رنگ آپ کو چھوڑنا پڑے گا۔
مولانا۔ جیسا حضور کا حکم ہو۔ ایک بات دریافت کرنا ہے وہ یہ کہ جناب نے رُعنہ کبسر را ارشاد فرمایا غالباً رُعنہ بفتح را رہے۔

اُستاد۔ آپ دھوکے میں ہیں۔ میں صحیح بولا۔ ترکیب کے ساتھ رُعنہ کبسر را ہی بولنا چاہیئے یہ میری احتیاط ہے کہ بغیر ترکیب بھی لفظ صحیح بولتا ہوں۔ ضرغام کبسر را صحیح ہے۔ عوام و خواص بفتح را بولنے لگے۔ بغیر ترکیب ضرغام بفتح را بولا جاسکتا ہے۔ لیکن مع ترکیب غلط۔ یہی شان بعینہ گلعدار کی ہے۔ حقیقتاً گلعدار کبسر عین ہے۔ دنیا بفتح عین بولنے لگی یہ غلط ہے۔ صرف اس اشتباہ کو دور کرنے کے لیے اگر گلعدار بضم عین بولا جائے کہ ازار پا کجا سے کہتے ہیں تو قباحت نہیں۔ اسی طرح اور بھی الفاظ ہیں جو آئندہ بتا دوں گا۔ اور پڑھیے۔
مولانا۔ بہت خوب۔

شعر نمبر ۳

حد ترقی انسان ہے سعی لا حاصل
اُستاد۔ درخت ہے۔

مولانا۔ میں سمجھا نہیں

اُستاد۔ پہلے مصرع کو جب دوسرے مصرع سے کوئی تعلق یا لگاؤ نہ ہو یعنی ایک مصرع کا کچھ دوسرے مصرع کا کچھ مطلب ہو تو اسے درخت کہتے ہیں۔ پھر یہ کہ مصرع اولیٰ بے معنی ہے حد ترقی انسان کا لا حاصل سعی ہونا کیا معنی خود فرمایئے۔ خموشیوں کو تکلم بنانا ثابت نہیں۔ لہذا مجموعی حیثیت سے شعر بے معنی ہے۔ کاٹ دیجیے۔

مولانا۔ (بجبر) بہت خوب۔ غزل بھریں یہی شعر مجھ کو پسند تھا۔ میں نے ڈوب کے کہا تھا۔

اُستاد۔ ڈوب کے کیا کہا تھا میں سمجھا نہیں۔ آپ تو نئے نئے محاورات بول رہے ہیں۔ ڈوب کے کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ دریا میں کہا ہے، حوض میں غوطہ لگا کے کہا ہے، کنویں میں بیٹھ کے کہا ہے۔ برائے خدا زبان کا محاورے کا خیال کر کے بولا کیجیے۔
مولانا۔ بہت خوب۔ گہری فکر سے کہا تھا۔

اُستاد۔ یہ صرف بھی نیا ہے کبھی نہ بولے گا۔ رہی جناب کی پسند تو آپ شعر اصلاح لیتے وقت اصلاح دینے والے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا کیجیے۔ کچھ عرصے تک پسند خاطر سے کام نہ لیجیے۔ میں نے جتنے شعر اس وقت تک نئے سب سے زیادہ پسند شعریٰ ہے۔ نظری کر دیجیے۔
یعنی کاٹ دیجیے۔ ایک بات اور بتا دوں۔ شعر کسی قدر پسند خاطر کیوں نہ ہو، نظری شعر کبھی کسی کو سنائیے گا نہیں کیونکہ اُستاد ذمہ دار ہوتا ہے۔

شعر نمبر ۴

مولانا

ترقیوں کے منازل کی بُدبے معلوم قدم اٹھائے ہوئے پھر بھی جا رہا ہوں میں
اُستاد۔ لفظ بُدبے نہ کرے آپ نے مونث نظر کیا ہے۔ پھر منازل جمع منزل ہے۔ عربی لفظ واحد کی جمع اردو میں ہمیشہ تذکیر بولی جاتی ہے۔ یہ قاعدہ یاد رکھیے گا۔ جیسے مناظر اچھے تھے۔ منازل طے کیے گئے۔ گو یہ قاعدہ میں نے بلا سبب بیان کیا مگر فائدے سے خالی نہیں۔
ایک بات اور یہ ہے کہ دوسرے مصرع کا (پھر بھی) محتاج ہے کہ پہلے مصرع میں (گو) لایا جائے۔ یعنی یوں ہونا چاہیے تھا کہ ترقیوں کے منازل کا گو بُدبے معلوم ہے۔ پھر بھی قدم اٹھائے ہوئے جا رہا ہوں۔ یہ شعر بھی کاٹ دیجیے۔

مولانا۔ (تبہ تکلف) بہت مناسب ہے۔

شعر نمبر ۵

بنائے را بہر خلق عشق لا محدود اب ایک نقطہ پر دنیا کو لا رہا ہوں میں
اُستاد۔ گو شعر رکھنے کا نہیں مگر رہنے دیجیے۔ برائے خدا آئندہ نرم زبان، فصیح محاورات کی

کو شش کیجیے گا تاکہ زبان کا لطف باقی رہے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۶

مولانا

چلا ہوں شامل دل ہوئے منزل اُلفت کہ ذرے ذرے کو رہبر بنا رہا ہوں میں
اُستاد۔ شامل دل کی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی یہ تو پورب کی زبان ہے۔ پورب والے حضرات
اگر باہر سے کوئی شے شگاتے ہیں تو خط میں لکھتے ہیں کہ اپنے شامل لیتے آئیے گا۔ کیا آپ
پوربی ہیں؟

مولانا۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کچھہ ضلع سادن کا رہنے والا ہوں ضلع سادن پورب میں ہے۔
اُستاد۔ جی، خیر یہ بتا دوں کہ لکھنؤ کی یہ زبان نہیں۔ داغ دہلوی کا شریاد آگیا لیکن معتبر
نہیں کیونکہ لکھنؤ، دہلی کی زبان میں فرق ہے۔ داغ سے
خوابیں بھی کبھی تہا نہیں دیکھا تم کو دل میں بھی آئے تو اغیار کے شامل آئے
مولانا۔ کیا لکھنؤ میں کسی نے یہ محاورہ استعمال نہیں کیا؟

اُستاد۔ صرف اسیر مروج لکھنوی نظم فرما گئے ہیں چونکہ اس صرف میں تنقید ہیں انہا معتبر نہیں۔
اسیر لکھنوی

جسم میں نفسِ معین روح کے شامل آیا گھر تلمک ساتھ ہمارے سب منزل آیا
میرے نزدیک احتیاط لازم۔ دونوں مصرعوں میں تعلق نہیں، نکال ڈالیے۔ اور شعر پڑھیے۔
مولانا۔ بہت خوب۔

شعر نمبر ۷

سب آندھیوں کا تالیم مناظرِ حیرت بڑھی ہے وحشتِ دل ڈار ہا ہوں میں
اُستاد۔ ابھی آپ سے مصرع نہیں گتا۔ دوسرا مصرع صاف ہے لیکن پہلے مصرع میں
آندھیوں کا تالیم نئی ترکیب ہے۔ پھر مناظرِ حیرت۔ غیر مانوس، کوئی ربا نہیں۔ یوں بدل دیکھیے۔
جہاں میں آئیں گی تاحضر آندھیاں لاکھوں بڑھی ہے وحشتِ دل نکال ڈار ہا ہوں میں

مولانا۔ (خوش ہو کے) بہت صاف شعر ہو گیا۔ واقعاً جان پڑ گئی۔
اُستاد۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔

شعر نمبر ۹

میں اپنے دل کو لگائے ہوئے ہوں سینے سے کہ جلوہ گہ تری قدرت کا پار ہا ہوں میں
اُستاد۔ پہلے مصرع کے اول میں (میں) کا لفظ موجود۔ دوسرے مصرع کے آخر میں پھر (میں)
کا لفظ۔ بہ طور ایک زائد ہے۔ یہ سخت عیب ہے، یوں بدل دیجیے۔
اسی سے دل کو لگائے ہوئے ہوں سینے سے کہ جلوہ گہ تری قدرت کی پار ہا ہوں میں
اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت خوب۔

شعر نمبر ۹

جو گیسو یا کے دستِ قریب میں دیکھے تو بل میں سانپ کی صورت کھا ہا ہوں میں
اُستاد۔ اس شعر میں تین عیب ہیں۔ پہلا گیسو کا واؤ گر گیا جس کے گرنے نے شعر کو ناموزوں
کر دیا چونکہ حرف اصلی ہے۔

مولانا۔ کیا لکھنؤ یا دہلی کے اساتذہ نے واؤ اصلی نہیں گرایا؟

اُستاد۔ عجیب بات آپ نے پوچھی۔ لکھنؤ اور دہلی کے بڑے بڑے اساتذہ نے واؤ گرایا۔
کسی مجمع میں اگر نام بنام بیان کرنا شروع کروں اور شعر پڑھتا جاؤں تو شاید زندہ نہ بچ سکوں۔
آپ کو صرف دو ایک شعرا کا کلام بطور مثال سنا تا ہوں۔ خدائے سخن، فخر دہلی حضرت یہ ترقی نہیں
نے واؤ گرایا۔ تیسرے

نہ اتنی دائرہ و پی ظالم کہ اس نما میں ہوں مزاج گرم ہے پھر اور یہ بوا ہے گرم

حضرت آتش لکھنؤ نے بھی واؤ گرایا۔ آتش

شوقِ شکارِ شکار جو اسے چرخ ہے سنا پر چوکے سبزہ آہو ہیں کیا کیا ہرے ہوئے

۱۔ (دارد) کا واؤ گر گیا۔ دیکھئے لکھنؤ میر حسن حاشیہ طبعہ نو لکھنؤ لکھنؤ ۱۵ (آہو) کا واؤ گر گیا۔ دیکھئے ۲۰۲۹ حاشیہ طبعہ نو لکھنؤ لکھنؤ

ایک بات اور یاد رکھیے گا۔ کبھی عیب میں تقلید نہیں کی جاتی۔ غلط ہمیشہ غلط رہے گا۔ چونکہ اہل ہند اہل ایران کے مقلد ہیں اور شعرا مستند اہل ایران و اہل زبان نے کبھی حرفِ صہلی نہیں گویا لہذا اہل ہند کو بھی نہ گمانا چاہیئے یہی قاعدہ بھی ہے۔ شعرا کاٹ دیکھیے۔

شعر نمبر ۱

مقطع

مولانا۔

شعار ذوق طلب کا وہ کیفیت طاری ہے حجابِ قدس کے پردے اٹھا رہا ہوں میں
اُستاد۔ غنیمت ہے رہنے دیکھیے۔ جن باتوں کو بتایا ہے آئندہ خیال رکھیے گا۔

مولانا۔ بہت خوب سکتے ہوئے سلام کر کے پیچھے ہٹ گئے اور غزل نہ کر کے حبیب میں رکھ لی۔
اُستاد۔ اگر وقت ہو تو تھوڑی دیر تشریف رکھیے۔ کچھ شعر آتے ہوں گے، آپ کو لطف آئے گا۔
مولانا۔ مجھے کوئی کام نہیں، حاضر ہوں۔

یہ ایک مروت صاحب - شہرت صاحب - رزیت صاحب - حیرت صاحب آگئے۔

دیچپ معلومات نمبر ۴

اُستاد۔ اے لیجیے تشریف لے آئے۔

شعرا۔ سلام علیکم۔

اُستاد۔ علیکم السلام۔ تشریف لائیے۔ کھڑے ہو کے تعظیم کی، اپنے قریب سب کو بٹھایا۔

شعرا۔ ہم لوگوں کو ایسی تاخیر تو نہیں ہوئی؟

اُستاد۔ جی نہیں۔ ابھی آپ کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔

شعرا۔ حضور، آج بھی ایک ہی شعر سہی، سنا دیجیے۔ بڑا اشتیاق ہے۔

اُستاد۔ آپ حضرات مجبور کرتے ہو، صرف ایک مطلع قصیدہ کا مدحِ علیؑ میں یاد آگیا،
سنا دیتا ہوں۔

شعرا - ضرور ارشاد ہو -

اُستاد - مطلع عرض کیا ہے سہ

حق نے کسے دیا ہے یہ رتبہ جہان میں کردی بیاں فضیلت حیدر قرآن میں
زینت صاحب - حضور کا کیا کتنا کس قدر صاف مطلع ہے -

دیگر شعرا - سبحان اللہ ، واہ واہ -

اُستاد - مطلع میں تو آپ حضرات کو کوئی کلام نہیں ؟

زینت صاحب - حضور ، قرآن بفتح را نظم ہوا ہے

اُستاد - بسکون را و بفتح را دونوں صحیح - اہل عجم نے بفتح را بھی استعمال کیا ہے - خدا کے سخن
حضرت عشق مرثیہ گو کے شاگرد سید جواد صاحب کشمیری کا مطلع ہے جو مرحوم کا دکھا ہوا ہے -

مطلع سلام

وصف محاسن رخ شبلیہ ہو گیا مطلع مرا قرآن کی تفسیر ہو گیا

حضرت رشید کا ایک بند یاد آگیا - جس میں قرآن بفتح را نظم ہے -

بند رشید لکھنوی (تلوار کی قرین)

کھل گیا صاف کہ ہے پیر اجل اور یہ جوان اس کا کھینچنا ہے کہ ہے جنگ جہل کا اعلان

بچ یہ ہے قابلِ تحریر جو ہے اس کی شان جو ہر اسکے ہیں کہ لکھا ہوا باریک قرآن

شاہ کھائے ہیں قم بختش است کے لیے

کہ اٹھایا ہے است آج شہادت کے لیے

(جناب شہرت صاحب کی طرف دیکھ کے) اب آپ کا ادب حیرت صاحب کا بہت

اشتقاق ہے -

جناب شہرت - متفرق اشارنا ہوں ، شعر عرض ہے سہ

لاشِ غریب اٹھ گئی آئے مگر نہ آپ اسید آپ سے یہ کبھی مہرباں نہ تھی

اُستاد - بہت خوب - درد میں ڈوبا ہوا شعر آپ نے فرمایا مگر کچھ غرض کرنا چاہتا ہوں - شرم آتی ہے، آپ نے قسم دی تھی اس لیے مسئلہ سمجھنے کے لیے دریافت کرتا ہوں - یہ فرمائیے کہ (لاش) یعنی میت انسان کیا لغت میں موجود ہے؟

شہرت صاحب - غالباً ہوگا اس لیے کہ مستند اساتذہ لکھنؤ نے فقہاً استعمال کیا ہے - اُستاد - اپنی تحقیق فرمائیے، اساتذہ کے نظم کرنے پر نہ جائیے - خدا معلوم کیا کیا طریق یا اس نظم نہیں کر گئے بعض اوقات افوس ہوتا ہے -

شہرت صاحب - میری کوئی خاص تحقیق خود نہیں - ہے - جناب بیان فرمائیں - اُستاد - لاش اُردو ہے - لاشہ فارسی ہے - کسی لغت میں لاش یعنی میت انسان نہیں ملے گا - جب وجود نہیں تو اُردو جب اُردو تو ترکیب چہ - معنی دارد اساتذہ سے تسامع ہوا ہے - شہرت صاحب - واقعاً جناب کے استقصاء کی مدح ہونی نہیں سکتی بالکل درست فرمایا - ایک سلام عرض کیا تھا اُس کا مطلع سنا تا ہوں -

راج دین پیر پیر حیدر کراستھے فارغ خیبر وصی احمد مختار تھے
اُستاد - مطلع عمدہ اور صاف کہا ہے - اپنی طبیعت سے مجبور ہوں - ایک بات چاہتا ہوں عرض کروں - وہ یہ کہ راج کی اضافت دین کی طرف آپ نے دی ہے اور سننے راج کرنیوالا مراد لیے ہیں یہ صحیح نہیں، ہاں راج الوقت صحیح ہے - راج یعنی فاعلیت غیر صحیح - دنیا بہت بڑے دھوکے میں ہے - یہ بڑی اہم اور خاص چیز ہے جو آپ کو بتانی -

شہرت صاحب - ہم لوگ احسان مند ہیں - خیال تھا کچھ - جناب کو پایا کچھ - ایک غزل کا شعر یاد آ گیا دل چاہتا ہے سنا دوں - بنظر اصلاح ملاحظہ ہو -

میرے مرنے پر بہائے لگا زمانہ اشک خوں حشر تک میری صفت ماتم بچھائی جائے لگی
اُستاد - واقعاً آپ نے بہترین شعر سنایا - کیا مدح کروں لیکن چونکہ آپ کا حکم ہے کہ لطیف اعتراض کرتا ہوں جس کا جواب ناممکن -

شہرت، صاحب۔ بخدا میں ناراض نہ ہوں گا۔ حتی الامکان جواب دوں گا۔ اگر حضور مجھادینگے
مان لوں گا۔

اُستاد۔ (صف ماتم) بالکل غلط ہے۔ ماتم کی صفت کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ ماتم کی صفت
ہندوستان میں بچائی جاتی ہے۔ ایران میں یہ کرم مفعول ہے۔ لغت میں یا کسی فارسی مستند
شاعر کے کلام میں یہ ترکیب نہیں ملے گی۔ اہل ہند مرنے والے کے غم میں جہاں پر انتقال ہونا
ہے ایک فرش بچھاتے ہیں جس پر تعزیت دینے والے تعزیت دیتے ہیں، عزیز فرزند پر
بچھکے روتے ہیں، یہ فرش چالیسویں تک بچھا رہتا ہے۔ اسے ماتم کی صفت کہتے ہیں لہذا
اُردو ہے۔ اُردو کی ترکیب اضافی غلط ہے صوف ماتم کہنا اور مرنے کی صفت لڑالینا غلط ہے

محقق لکھنوی حضرت عشق مرثیہ گو کے مجدد متروکات صوف ماتم بھی ہے۔ مرحوم کے
مرثیہ کی ایک بیت، مجھے یاد ہے جس میں ماتم کی صفت نظم فرمایا ہے۔ غالباً جناب زینت کسی
بی بی سے فرما رہی ہیں۔

بیت

ماتم کی صفت بچھائیں گے روئیں گے ایک جا
شہرت صاحب جناب نے میری غلط فہمی کو رفع فرمایا۔ حقیقتاً ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اب
جناب حیرت صاحب کا کلام ملاحظہ فرمائیں

اُستاد۔ (حیرت صاحب کی طرف دیکھ کے) جناب اپنے کلام سے محفوظ فرمائیں ؟
حیرت صاحب۔ ایک نظم کے چند شعر پڑھتا ہوں جس میں شہدائے کربلا کے صبر کا تذکرہ کیا ہے
سطح عرض ہے

کر گئے وعدہ وفائی بادشاہ کربلا صبر میں تھے فرد لیکن حضرت زین العبا
اُستاد۔ ایک بات عرض کروں پھر دوسرا شعر ارشاد فرمائیے گا وہ یہ کہ میری پوری عمر اس تحقیق
میں صرف ہو گئی کہ زین العبا کے کیا معنی ہیں۔ کیوں امام سید الشاہدین کو زین العبا کہتے ہیں ؟
لیکن آج تک مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔ میرے نزدیک غلط ہے زین العبا بدین کہنا صحیح ہے اگر آپ کی

تحقیق میں صحیح ہو تو فرمائیے۔

حیرت صاحب - اس کے تعلق میری کوئی تحقیق نہیں صرف مشہور کی بنا پر دھوکا کھا گیا حقیقتاً جناب کا فرمانا بجا ہے یہ ترکیب غلط ہے۔ (عجا) پر الف لام کیونکر لگا (زین) کو مضاف کیوں کیا گیا معنی مشہور کس مناسبت سے مراد لیے واقف تحقیق طلب شے ہے جب جناب کے نزدیک غلط ہے تو غلط ہی ہے۔ دوسرا شعر جناب ملاحظہ فرمائیں

تین دن کی پیاس میں دکھلائے چوہر چہر کے جان تک میری فدا ہے اسے شہ کرے بلا
اُستاد - کرب و بلا کے معنی (کر بلا) کسی لغت میں نہیں ملتے۔ یہ اہل ہند کی ترکیب معلوم ہوتی ہے اس کی طرف اضافت دینا صحیح نہیں۔ یعنی شہ کرب و بلا کہنا درست نہیں۔ میرے نزدیک بغیر ترکیب بھی کرب و بلا بول کے کر بلا مراد لینا جائز نہیں۔

حیرت صاحب - اگر لغت میں یہ معنی نہیں تو اضافت قطعاً نا درست مگر حضور سب نے نظم جو کیا ہے؟

اُستاد - اگر سب غلطی کریں تو کیا ضروری ہے کہ ہم بھی غلطی کریں؟

حیرت صاحب - یہ بالکل درست ہے۔ قبلہ ایک مرثیہ کی بیت سناتا ہوں
خدا پرست تھے حق دوست تھے نمازی تھے جناب حضرت زینبؓ کے لال غازی تھے
اُستاد - بیت تو بہت صاف ہے۔ لیکن جناب تکرار بجا کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ یا جناب زینبؓ کیلئے یا حضرت زینبؓ کیلئے معنی دونوں کے قریب قریب ایک تکرار بے محل۔ اس سلسلے میں پڑھے لکھے دھوکا کھاتے ہیں اور کھا گئے۔

حیرت صاحب - واقف کیا لطیف اعتراض ہے۔ سامنے کی بات مگر سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک بیت اور ملاحظہ ہو

عاشور کا تھا دن بہہ تن یاس تھے حسینؑ دشتِ بلا میں بیکس نے آس تھے حسینؑ
اُستاد - عمدہ بیت ہے لیکن پھر معافی کا خواستگار ہوں۔ بہت بڑے عیب کی طرف توجہ

دلانا چاہتا ہوں۔ اس مخف آسیا ہے جس کے معنے (بھٹی) لیکن اس کے یہ معنے جو جناب کی بیت میں بیٹے بیکس، بے ناصر و مددگار وغیرہ کسی لغت میں نہیں ملتے۔ اس کا لفظ ان معنوں میں اُردو ہے۔ آپ نے ترکیب فارسی کے ساتھ نظم فرمایا ہے۔

حیرت صاحب۔ اس طرح تو اساتذہ متقدمین نے نظم فرمایا ہے۔

اُستاد۔ جناب بار بار یہی فرماتے ہیں کہ اساتذہ نے نظم کیا۔ میں کتا ہوں کہ بالکل غلط نظم فرمایا ہے۔ اساتذہ تو خیر گزر گئے موجودہ دور کے اساتذہ و محققین مجھ کو اب سمجھا دیں تو خط غلامی لکھنے کو تیار ہوں جب اہل ایران نے ان معنوں میں استعمال ہی نہیں کیا تو فارسی کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب فارسی نہیں تو ترکیب کے کیا معنے اس کے معنے یہ ہوئے کہ اُردو، فارسی کی ترکیب جانز قرار دے لی جائے۔ یہ ناممکن۔

حیرت صاحب۔ بخدا کیا کیا مسائل جناب نے حل فرمائے ہیں۔ جیسا سنتے تھے ویسا ہی پایا بلکہ کچھ زائد پایا۔ بس حضور بہت سچ خراشی کی۔ حیرت رہی کہ حضور کا کام سیر ہوئے نہیں۔

اُستاد۔ اس ناقدر دنیا میں رہنے کو دل نہیں چاہتا۔ غلطی پر پھتیس اڑتی ہیں صبح پر کوئی آواز تو آہ بھی نہیں کرتا۔

شعرا۔ اب حضور اجازت مرحمت فرمائیں۔ آج ہی ہم لوگ کھنڈ سے چلے جائیں گے۔ آپ کے الطاف، آپ کا خلق عظیم یاد آئے گا۔

اُستاد۔ خدا حافظ، حوالہ امام ضامن شناس کیا۔

سب کھڑے ہو گئے۔ اُستاد نے صدر پھاٹک تک جا کے رخصت کیا، بولانا بھی سب کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اُستاد مختلف کاموں میں مصروف ہو گئے، دن گزرتے دیر نہیں لگتی۔ ہفتہ کا دن آ گیا، ذاب صاحب صبح کو غزل لے کے آ گئے۔ سلام کر کے اُستاد کے سامنے کمرے میں بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ پڑھیے اصلاح دے دوں۔ مجھے آج کچھ ضروری کام انجام دینا ہیں، تعجیل ہے۔

نواب - حضور، غزل تو کہہ نہ سکا، چند متفرق اشعار عرض کیے ہیں، ملاحظہ ہوں -

اصلاح نمبر ۵

کلام متفرق

شعر نمبر ۱

قتل نو کرتا ہے ظالم پر رہے اتنا خیال خون کا دھبہ رہے گا دامنِ شمشیر میں
اُستاد - دامنِ شمشیر غلط ہے اس لیے کہ اہلِ فرس نے دامنِ شمشیر نہیں استعمال کیا۔ کہیں
پر نہیں چلتا - جتنے دامنِ سینے جتنے طریقوں سے ایرانیوں نے استعمال کیے ہیں بس وہی
صحیح - باقی سب غلط - اہلِ ہند کو کوئی حق نہیں - آئندہ بدل کے لائیے گا - اور پڑھیے -

شعر نمبر ۲

نواب - سلام کا مطلع عرض کیا ہے

کچھ ایسا قوتِ بازو ملا محبوبِ داد کو قلدانِ وزارت دے دیا اچھے نے حیدر کو
اُستاد - قلدان - لغت میں یا کلامِ اہلِ فرس میں نہیں ملتا - بنیر تو کیسے بولنا صحیح، ترکیب
کے ساتھ غلط - مطلع کاٹ دیجیے -

نواب - بہت مناسب - ایک دوسرے سلام کا شعر ہے

شعر نمبر ۳

ماں فاطمہ ہیں باپ علیؑ جد ہیں بزمِ حسنینؑ سے بہتر کوئی دنیا میں نہیں ہے
اُستاد - حسنینؑ بسکونِ سینِ صحیح نہیں - بفتحقین صحیح - اس وجہ سے کہ حسنینؑ تنہیہ حسن ہے
اور واحد ہیں سین کو فتح ہے کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ تنہیہ میں سین ساکن کر دیا جائے -
لہذا یہ شعر کاٹ دیجیے -

نواب - بہت مناسب -

شعر نمبر ۴

ہمیں آج منظور جینا نہیں ہے غمِ مرگ شاہِ مدینہ نہیں ہے
اُستاد۔ آج تو جو شعر آپ سناتے ہیں عیب سے خالی نہیں۔ اس مسئلے کو غور سے سنیے گا۔
جینا، پسینا، مہینا یہ سب اُردو لفظیں ہیں ان کے آخر میں الف ہے (ہا) نہیں ہے۔
(ہا) کے ساتھ لکھنا بھی غلط ہے۔

مدینہ کے آخر میں (ہا) ہے اور عربی لفظ ہے۔ اگر ترکیب کے ساتھ نہ ہو تو (ہا) الف
سے بدل جاتی ہے۔ لیکن اگر ترکیب ہو جیسے آپ کے شعر میں (شاہِ مدینہ) تو (ہا) الف ہی
نہیں بدل سکتی۔ جب (ہا) الف سے نہ بدلے گی تو ظاہر ہے پسینا، مہینا، اکا قافیہ کیونکر
صحیح ہوگا؟

نواب۔ مجھے یاد نہیں، کسی بڑے اُستاد کے یہاں دیکھا تھا۔
اُستاد۔ بیشک دیکھا ہوگا۔ اساتذہ کے کلام میں کھلے ہوئے عیوب میں یہ عیب بھی موجود
ہے۔ شعر کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۵

نواب۔ بہت خوب

کسی کا کون نصیب میں ساتھ دیتا ہے خدا ہر ایک بلا سے نجات دیتا ہے
اُستاد۔ اس مطلع میں قافیہ غلط۔ ساتھ کے آخر میں (ہا) ہے۔ نجات کے آخر میں (تا)
ہے۔ قافیہ کیونکر صحیح ہوگا خود غور کیجیے۔

نواب۔ بالکل بجا اور درست ہے۔ میں نے بھی خیال کیا تھا مگر اساتذہ کے کلام میں
پانے کے بعد یہ سمجھ کے نظم کیا کہ جائز ہوگا۔

اُستاد۔ ہمیشہ احتیاط کیجیے گا جواز کی کوئی صورت نہیں خدا معلوم اساتذہ نے کونسا اجتہاد
کیا ہے اور کیونکر جائز قرار دے لیا۔ میرے نزدیک قطعاً غلط۔ اور شعر پڑھیے۔

نواب۔ بجا فرماتے ہیں۔

شعر نمبر ۶

باو خزاں کے پلٹتے ہی سب دفعتاً مٹے پھولے پھلے جہان میں کیا کیا پھن مٹے
اُستاد۔ پہلے مصرع میں قافیہ (دفعاً) دوسرے مصرع میں قافیہ چین کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔
اس لیے کہ دفعاً کے آخر میں تنوین۔ چین کے آخر میں فون ہے۔ گو بعض متقدمین نے جائز
قرار دیا ہے مگر میرے نزدیک بالکل ناجائز۔ آپ احتیاط کیجیے گا۔ اور پڑھیے

شعر نمبر ۷

نواب۔ ضرور۔
بین جگر خراش کیسے سب نے میرے بعد محشر کی طرح گھر میں مرے شور و غل رہا
اُستاد۔ یوں تو ایک شعر میں ایک غلطی ہوتی تھی، ابکی دو غلطیاں ہیں۔
پہلی غلطی (بین جگر خراش کی)۔ بین، اُردو ہے جگر خراش فارسی۔ ترکیب صحیح نہیں لوگ
بولتے ہیں مگر غلط۔

دوسری غلطی (شور و غل) شور فارسی غل اُردو۔ واو عاطفہ درمیان میں لانا اصولاً بالکل
ناجائز لہذا غلط۔ ہاں (واو) نکال کے صرف شور غل کہا جاسکتا ہے۔ یہ شعر بھی کاٹ دیجیے۔
اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۸

نواب۔ بہت خوب۔
جب قتل دن میں باد شہ کر بلا ہوا آندھی جلی سیاہ کہ محشر بپا ہوا
اُستاد۔ محشر بپا ہونا، میرے نزدیک صحیح نہیں۔ بجائے اس کے محشر بپا ہونا بولنا چاہیے
اس لیے کہ محشر اسم ظرف مکان ہے۔ ظرف کا بپا ہونا قرین قیاس نہیں۔ کسی فارسی دانے
کہ یہاں یہ صرف نہیں ملے گا لہذا احتیاط کا نقص یہ ہے کہ استعمال نہ کیا جائے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۹

نواب۔ درست۔
ناصح نصیحتوں کا تری خاک ہوا نثر اب تو میں عادی مے خون ناسب ہو گیا
اُستاد۔ عادی بمعنی عادت کنندہ نہیں آیا۔ چونکہ ترکیب سے نظم ہوا لہذا غلط بغیر ترکیب اُردو

کچھتے ہوئے بمعنی عادت کنندہ صحیح ہے لہذا شعر کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔
نواب۔ بہت خوب۔ صرف ایک مطلع اور باقی رہ گیا۔ وہ یہ ہے کہ

مطلع

جس دم سرتوں سے مرا غم بدل گیا فوراً خیال صورتِ موسم بدل گیا
اُستاد۔ ایک خاص بات بتانا چلوں وہ یہ کہ موسم بہ کسر سین عربی لغت ہے جس کے
معنی فصل کے ہیں۔ ظرف زمان ہے۔ بغیر ترکیب یا مع ترکیب عالم کا قافیہ ہو سکتا
ہے۔ اہل ہند نے حرکت سین کو بدل کے استعمال کیا یعنی (موسم) بکسر سین کو بفتح سین
بولنا شروع کیا اور اس قدر استعمال کیا کہ اُردو ہو گیا۔ اب اگر موسم غم کا قافیہ بغیر ترکیب قرار
دیا جائے تو قباحت نہیں مع ترکیب صحیح نہ ہوگا اسلئے کہ اُردو فارسی کی ترکیب لازم آئے گی
جو ناجائز ہے جیسا کہ شعر میں ہے مطلع کاٹ دیجیے۔ آج جتنے شعر آپ نے سنانے قریب
قریب سب میں عیوب موجود ہیں۔ آئندہ متفرق اشعار کہہ کے نہ لائیے گا وہی سلسلہ غزل جو طے
پایا ہے قائم رکھیے گا۔

نواب بہت خوب کہہ کے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کے حسب قاعدہ قدیم زحمت ہوئے۔

دلچسپ معلومات نمبر ۵

ابھی نواب گھر تک نہ پہنچے ہوں گے کہ ایک مرد بزرگ لکھنؤی جن کی عمر تقریباً انہی سال
کی ہوگی، اُستاد کی خدمت میں تشریف لائے اور بعد اداے رسم و رواج لکھنؤ اُستاد کے سامنے
بیٹھ گئے۔ (ان بزرگ کی تعلیمی حالت کمزور تھی مگر مادہ تحقیق بہت تھا۔ ہر وقت صحیح و غلط کا
تذکرہ ہر روز میں فرماتے رہتے تھے)۔

اُستاد۔ جناب نے کہاں زحمت فرمائی؟

بزرگ۔ چند چیزیں قابلِ دریافت تھیں، آپ کو محقق فن سمجھتے ہوئے حاضر ہوا، چاہتا ہوں

شکوہِ رفعِ کربوں -

اُستاد - میں مرد جاہل ہوں، یہ سب جناب کا حُسنِ ظن ہے۔ ارشاد ہوں اگر علم ہوگا تو عرض کر دوں گا۔

بزرگ - لوگ (مشرک واد) بولتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟

اُستاد - یہ ترکیب غلط ہے (مشرک) اہم فاعل ہے یعنی مشرک ہونے والا۔ اب (واں) بالکل زائد ہے۔ لکھنؤ کے جہلانے یہ ترکیب بنائی ہے۔ مشرک واد کی جگہ مشرک کہنا کافی ہے۔

بزرگ - ماشاء اللہ، کیا خوب سمجھایا۔ یہ فرمایے کہ معزز (زاء) اول کو زیر دے سکے بولنا صحیح ہے یا زبردے کے۔

اُستاد - اپنے اپنے محل پر دونوں صحیح ہیں۔ جبلا اکثر و بیشتر یہ بولتے ہیں (آپ بڑے معزز ہیں) یعنی بڑے عزت والے۔ مفعول کی جگہ فاعل کا ضیغ استعمال کرتے ہیں۔ زاء اول کو زیر دے کے بولتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ایسے موقع پر مفعول بولنا چاہیے۔ معزز بفتح زاء اول کہنا چاہیے۔ معزز بکسر زاء اول کے معنی تو عزت کرنے والے۔ کہ ہیں زعزت یا فتر کے۔ معزز بفتح زاء وہ ہے جو عزت یافتہ ہو۔

بزرگ - درست ہے، خوب مطلب واضح فرمایا۔ میرا شک رفع ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ (لفظ معلومات) بصورتِ نون استعمال ہوتا ہے یا مذکر، اور فصیح کیا ہے؟

اُستاد - معلومات معلوم کی جمع ہے۔ عربی زبان میں جمع حکم تانیث میں ہوتی ہے لیکن اردو میں جمع بصورتِ مذکر بولی جاتی ہے۔ علاوہ چند الفاظ کے مثلاً احوال۔ اوقات وغیرہ۔

لکھنؤ میں فصحا معلومات بصورتِ مذکر بولتے ہیں یعنی (معلومات اچھے تھے)۔ عوام اکثر و بیشتر بولتے ہیں کہ (اُن کی معلومات کم ہے)۔ یہ غلط ہے۔ میرے نزدیک مذکر بولنا صحیح فصیح ہے۔ کسی کا شعر ہے

اُنکے معلومات کا ہر راز شکلِ لاز تھا آفرینش سے کہیں پہلے مرا آغاز تھا

دیکھیے مذکر استعمال کیا ہے۔

بزرگ۔ درست و بجا ہے۔ ایک بات اور دریافت طلب ہے وہ یہ کہ (اُجَنتہ) کیا ہے؟
اُستاد۔ جنین جس کے منہ بچے کے ہیں اس کی جمع (اُجَنتہ) ہے جُملہ جن کی جمع سمجھتے ہوئے
اُجَنتہ بولتے ہیں اور بہت سے جن مراد لیتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ (جن) کی جمع (جنات) ہے
اُردو زبان میں (جن) کی جمع (داؤ) اور (نون) کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ یعنی (جنوں) جیسا کہ
حضرت عشق رح کے مرثیے کا ایک مصرع ہے۔ رع

جنوں نے بیرِ علم میں پناہ چاہی ہے

بزرگ۔ سبحان اللہ، واہ رے استحضار جناب ایک بات اور بتائیے۔ لفظ رُضَان صحیح ہے یا رُضَان؟
اُستاد۔ صحیح رمضان ہے بفتحین یعنی (را) کو اور (یم) کو فتح ہے۔ کلام پاک میں بھی
بصورت مذکور آیا ہے۔ بسکون یم بولنا غلط ہے۔

بزرگ۔ جزاکم اللہ کیا تحقیق ہے، کیا ریاضت ہے۔ یہ فرمائیے کہ جلو کے کیا معنی ہیں؟
اُستاد۔ جلو کے حقیقی معنی آگے چلنے کے ہیں جیسا کہ لغات میں موجود ہے یا شعرا ہند
و ایران نے استعمال کیا ہے لیکن بہت سے شعراء وغیر شعراء ننراً و نظماً اسی لفظ کو پشت کے
معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ یقیناً یہ فاش غلطی ہے۔ لفظ بہر حال صحیح معنی میں استعمال
ہونا چاہیے۔ جلو دار کے معنی آگے چلنے کے ہیں۔

بزرگ۔ خدا نظر بد سے محفوظ رکھے۔ یہ فرمائیے کہ لفظ بُرُص ہے یا بُرُص ہے؟

اُستاد۔ بُرُص بفتح باء موحده و سکون را، ہملہ جیسا کہ عوام و خواص بولتے ہیں۔ قطعاً غلط ہے
بلکہ بجائے بفتح باء موحده و سکون را، ہملہ بفتحین یعنی (با) کو فتح اور (را) کو فتح دے کے
بولنا چاہیے جس کے معنی وہ سفید دارغ جو جسم پر پڑ جاتے ہیں۔ اس مرض لاعلاج یعنی
غلط استعمال کی عادت کو ترک کرنا بہتر ہے۔ ہاں اگر کوئی صاحب لفظ کو غلط ہی استعمال کرنا
چاہیں تو بغیر ترکیب اپنی اُردو زبان میں شامل کر سکتے ہوئے استعمال کر سکتے ہیں لیکن مع ترکیب

نظراً و نشراً قطعاً حرام ہے۔

بزرگ۔ خدا کی پناہ، کیا خوش بیانی ہے، کیا یادداشت ہے۔ اچھا یہ فرمایے کہ لوگ پرورشاً بولتے ہیں صحیح ہے یا غلط؟

اُستاد۔ بالکل غلط۔ اس لیے کہ (پروردن) جس کے معنی پالنا۔ فارسی زبان کا مصدر ہے۔ اس کا حاصل مصدر پرورش ہے۔ اس کے معنی بھی پالنا۔ کیونکہ جو مصدر کے معنی ہوتے ہیں وہی حاصل مصدر کے معنی ہوتے ہیں۔ اب پرورشاً عربی ترکیب سے بولنا یہ قطعاً ناجائز ہے۔ اس لیے کہ فارسی لفظ عربی ترکیب کے ساتھ نہیں بولا جاتا۔ بلکہ یوں کہوں کہ قاعدتاً بولنا صحیح نہیں۔ آپ نے غور فرمایا؟

بزرگ۔ ہاں جناب خوب غور کیا۔ اب یہ فرمایے کہ (قریب المرگ) صحیح ہے یا غلط؟ اُستاد۔ قریب عربی زبان کا لغت اسم فاعل جس کے معنی قربت رکھنے والا۔ مرگ فارسی زبان کا لغت جس کے معنی موت کے ہیں۔ فارسی لفظ پر عربی زبان کا الف لام آ نہیں سکتا لہذا یہ ترکیب غلط قطعاً۔

بزرگ۔ سانس کی بات اور میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آپ نے ماشاء اللہ مطلب آئینہ کر دیا۔ اتنا اور بتا دیجیے کہ (اسے مومنو) بولنا صحیح ہے؟

اُستاد۔ صحیح نہیں کیونکہ (مومنو) میں دو اضافی حرفتِ زائد ہے جس کے معنی (اے مومنین) آپ خود انصاف فرمائیں کہ اب (اے) کی کیا ضرورت ہے۔ دو حرفتِ زائد کا لانا نخلِ فصاحت بلکہ غلط ہے۔ صرف (مومنو) کہنا صحیح ہے۔

بزرگ۔ بہت زحمت دی۔ ایک آدھ بات اور بتا دیجیے تو مرخص ہوں۔ وہ یہ کہ احوالِ جمع ہے یا واحد۔

اُستاد۔ احوالِ جمع بھی ہے، واحد بھی ہے۔ عربی قاعدے سے حال کی جمع احوال ہے لیکن فارسی والوں نے اسی جمع کو واحد بھی استعمال کیا ہے۔ اُن کے متبع میں اہل ہند نے بلکہ یوں کہوں

کہ مستن شعرا نے واحد میں استعمال کیا۔ چونکہ اہل فرس نے استعمال کیا لہذا ہمارے لیے احوال کو واحد استعمال کرنا قطعاً جائز۔ چنانچہ جناب نقشبند کے مرثیے کا ایک مصرع ہے جو کسی عورت کی ربانی ہے۔

احوال شہ جن دلشیر غیر ہوا ہے

بزرگ۔ غالباً لفظ 'اوقات' کی بھی یہی صورت ہوگی؟

اُستاد۔ جی ہاں، وہی شکل ہے مگر قدرے تغیر ہے۔ وہ یہ کہ احوال کو مذکر بولتے ہیں اور اوقات کو اہل ہنر عورت کے معنی میں مؤنث بولتے ہیں۔ جیسے (آپ کی کیا اوقات ہے) لیکن جب وقت کی جمع اوقات بولیں گے تو مذکر ہی استعمال کریں گے۔ جیسے (اُن کے اوقات مضبوط ہیں)۔

بزرگ۔ میں نے بڑی زحمت دی اب اجازت چاہتا ہوں۔ اگر زندہ رہا تو کل اور شکوہ رفع کروں گا۔ خدا حافظ۔

اُستاد۔ جناب ضرور تشریف لائیں۔ خدا حافظ۔

بزرگ رخصت ہوئے، آج کے دوسرے روز صبح کو مولانا سلام نے کے اُستاد کے دو لٹکے پر پوچھ گئے۔

اُستاد۔ آئیے، میں انتظار ہی کر رہا تھا۔

مولانا۔ سلام علیکم کر کے بیٹھ گئے اور سلام نکال کے مٹل پڑھا۔

اُستاد۔ علیکم السلام کہہ کے اصلاح میں مصروف ہو گئے۔

اصلاح نمبر ۶

سلام۔ مطلع

عاشور کو تھا دشتِ بلا میں عجب سماں مارا مرے اخی کو یہ زینب کی تھی فغاں

اُستاد - جائے تعجب - مولانا آپ اور (میرے انھی) نظم فرمائیں - کیا انھی میں یا استحکام نہیں ؟
 مولانا - (دانتوں کے نیچے انگلی دبا کے) بیشک غلطی ہوئی اتنی کافی ہے - میرے ذمہ ہے -
 اُستاد - میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ علم اور چیز ہے، شعر و شاعری اور عمل اور چیز ہے - خیر بدل کے
 لائیے گا - اور پڑھیے -

مولانا - شعر نمبر ۲

ظلم سپاہِ شریر، رضامند تھے حسینؑ تھے لاجواب صبر میں شبیر بے لگاں
 اُستاد - رضامند کس میں نہیں ملتا - یہ ترکیب اہل ہند ہے - احتیاط کیجیے گا - یہ بھی بدل کے
 لائیے گا - اور پڑھیے -

مولانا - شعر نمبر ۳

آئینہ بندیاں تھیں غضب، راہِ نام ہیں تھے سر برہنہ سب حرم شاہِ دو جہاں
 اُستاد - مولانا حرم کے معنی خانہ کعبہ کے ہیں یا رواق خانہ کعبہ - حرم کے معنی اہل بیت کے
 شاید کسی نصیب میں نہ ملیں - ان معنی میں حرم اُردو ہے - ترکیب کیونکر جائز ہو سکتی ہے حرم حسینؑ
 بول کے اہل بیت مراد لینا بالکل غلط ہے -

مولانا - بیشک حضور، حرم شاہ - حرم حسینؑ کہنا اور اہل بیت مراد لینا صحیح نہیں - لیکن اساتذہ
 نے تو نظم فرمایا ہے -

اُستاد - ایک ہی نہیں، اساتذہ کیا کچھ نہیں کہہ گئے - ان باتوں کو رہنے دیجیے - اور شعر پڑھیے
 اسے بھی بدل کے لائیے گا - میرے نزدیک ناجائز ہے -

مولانا - شعر نمبر ۴

یا نو تراب کہہ کے ہوئے حمد و سُبْحانؑ بنے لگیں لو کی ہر اک سمتِ ندیاں
 اُستاد - مولانا، آپ تو عربی داں ہیں پھر یا نو تراب، پڑھ رہے ہیں - حوت یا منادائے مضاف
 کہ حالتِ نصب میں کر دیتا ہے - منادا حالتِ نصب میں الف کے ساتھ مضاف ہوتا ہے -

حالتِ رفع میں اب تراب کتنا چاہیے۔ حالتِ جر میں ابی تراب۔ حالتِ نصب میں جیسا کہ شعر میں ہے۔ اب تراب کتنا چاہیے۔ آپ سے کیا کہوں آپ خود اشارہ فارغِ التوصل ہیں۔ میر تقی میر کا شعر یاد آ گیا ہے

ہوا ہوں جو فلک سے نہٹ میں زار و نزار پہونچو یا خلف الصدق حیدرِ کزار
خلف کی فاکو فتح دے کے پڑھنا چاہیے اس لیے کہ یا حرفِ ندا قبلِ خلف آگیا ہے۔ لہذا
منادائے مضاف حالتِ نصب میں ہے۔

مولانا۔ بخدا آپ سے بہتر دوسرا شاعر محقق دنیا میں نہ ہوگا۔ بیشک مجھ سے فاش غلطی ہوئی۔
اُستاد۔ بغیر سیکھے نہیں آتا

مولانا۔

شعر نمبر ۵

آیا سمٹ کے دامنِ تیجِ حسین میں دشتِ بلا میں پھیلا ہوا لشکرِ گراں
اُستاد۔ دامنِ تیجِ لغت میں یا کلامِ اہلِ فرس میں کہیں نہیں ملتا۔ احتیاط کیجیے گا۔ بدل کے
لائیے گا۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت خوب

شعر نمبر ۶

نفر سے چرخِ نیلوفری ہل کے رہ گیا تھا کس غضب کا غیظِ شہنشاہِ دوہجاں
اُستاد۔ نیلوفری کا واؤ ختم ہو گیا۔ درحقیقت نیلوفری۔ بروزنِ ستفعلن ہے۔ اسکو بدل دیجیے گا۔

فردوسی

بیک گردشِ چرخِ نیلوفری نہ قصرِ بجا مند نے قیصری

شعر نمبر ۷

مولانا۔

اک دار میں تباہ کیا فوجِ شام کو جرار بے نظیر تھے سلطانِ انساں و جاں
اُستاد۔ جرار کے معنی لغت میں (۱) لشکرِ بسیار (۲) انوہ کہ از بسیاری مردم آہستہ رونو یعنی بہادر
کسی لغت میں نہیں ملتا لہذا اس معنی میں اردو ہے۔ کیونکہ اہلِ ہند اس معنی میں بولتے ہیں۔

ایسی صورت میں ترکیب صحیح نہیں بلکہ بالکل غلط۔ جرّار معنی بہادر، اُردو ہے۔
 مولانا۔ حضور نے منع فرمایا تھا مگر دل نہیں مانتا، عرض کرتا ہوں۔ شعرا مستند لکھنؤ دہلی نے
 بہادر کے معنی میں مع ترکیب استعمال کیا ہے۔
 اُستاد۔ میں پھر کہوں گا بالکل غلط استعمال ہے۔ کوئی صاحب مجھے سمجھادیں تو مان لوں۔ آپ
 کبھی نظم نہ کیجیے گا۔ اور پڑھیے۔
 مولانا۔ صرف سائٹ شعر کہہ رہا تھا، لے آیا۔
 اُستاد۔ اس سے کام نہ چلے گا۔ مکمل پسندیدہ اشعار کی غزل ہونا چاہیئے۔ ابھی سلام و فخر نہ کیئے
 جب غزل پر قدرت ہو جائے گی کہنے لگیے گا۔
 مولانا۔ بہت خوب۔ انشاء اللہ تعالیٰ تعمیل ارشاد کروں گا۔ اجازت لے کے رخصت ہو گئے۔

دیکھیں معلومات نمبر ۶

(دہی بزرگ جو کل شکوک رفع کر گئے تھے تشریف لے آئے۔ حسبِ تہذیب لکھنؤ مراسم
 ادا کر کے شکوک دریافت کرنے لگے۔)
 بزرگ۔ یہ فرمائیے کہ لفظ نقب ہے یا نقب۔
 اُستاد۔ بہت زیادہ نقب بولتے ہیں یعنی ہفت تین۔ مجھے خوف یہ ہے کہ کہیں اسی کو دنیا صحیح
 نہ سمجھنے لگے۔ درحقیقت صحیح نقب بفتح زون و سکون قاف ہے۔ اس کے معنی دیوار میں سوراخ
 کرنے کے ہیں۔ بہارِ نجم و نجم و صراح میں نقب کے معنی سُرنگ کے ہیں۔ میرے نزدیک
 صحیح لفظ استعمال کرنا ضروری ہے۔
 بزرگ۔ خوب تو نسخ فرمائی۔ یہ فرمائیے کہ حرکت صحیح ہے یا حرکت؟
 اُستاد۔ درحقیقت حرکت ہے۔ پنج اول و ثانی و ثالث : بسکون ثانی بسیار مشہور ہے لیکن
 بعض اساتذہ بسکون را مملہ بھی نظم کر گئے۔ حضرت ملا فقی کہتے ہیں سے

زبس خوش حرکت دشریں ادا بود کہ گر میداد تیزی خوشنما بود

لیکن بہتری یہی ہے کہ بفتح اول و ثانی و ثالث استعمال کیا جائے۔

بزرگ۔ میں خوب سمجھ گیا، کیا تعریف کروں۔ ذرا یہ فرمائیے کہ جراثمت ہے یا جراثمت۔

اُستاد۔ صحیح لفظ جراثمت بکسر جیم ہے جس کے معنی (ریش۔ زخم) کے ہیں بفتح جیم غلط ہے جو کچھ عرض کیا بہانہ مجھ و منتخب و مجرا الجواب و کثر و صراح میں اسی طرح ہے۔ میرے نزدیک بغیر ترکیب اگر جراثمت بفتح جیم بولا جائے تو صحیح ہے اس لیے کہ کثرت استعمال اُردو ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

بزرگ۔ اے ماشاء اللہ، خدا حافظہ فی قوت کو برقرار رکھے۔ یہ تو فرمائیے کہ مُزِیب کہاں تک صحیح ہے۔

اُستاد۔ کسی حد تک صحیح نہیں۔ مزِیب بد وزن مقید بابِ تفعیل سے نہیں آیا۔ یہ لفظ تراشیہ اہل ہند ہے۔ لہذا اس کا استعمال مع التکریب قطعاً غلط کیونکہ وزن عربی ہے لیکن دراصل اُردو زبان کا لغت ہے۔ چونکہ کثرت کے ساتھ استعمال نہیں لہذا میرے نزدیک بدون ترکیب بھی احتیاط لازم۔ ایسے الفاظ صرف بھی نہ کرنا چاہیے خواہ نظم ہو یا نثر تاکہ آنے والی نسلیں دھوکا نہ کھائیں۔ بہت ایسے ہیں جو لاء علی کی وجہ سے لغت نہیں دیکھ سکتے۔ اگر علم ہے کم فرستی کا بہانہ۔ لہذا میری ناقص رائے میں ایسے الفاظ کا ترک بہتر۔

بزرگ۔ ناقص کیا آپ کی رائے بالکل درست ہے۔ غالباً جناب کے نزدیک المضاف بھی غلط ہوگا اُستاد۔ بیشک غلط۔ کیونکہ حقیقتاً المضاعف تھا جس کو ٹھکانے المضاد بولنا شروع کیا المضاد اُردو ہے۔ بغیر ترکیب بولنے میں قباحت نہیں کسی کا مصرع ہے۔ ع

درد درماں سے المضاد ہوا

بزرگ۔ یہ سب تو خیر۔ ایک چیز کے متعلق فرمائیے کہاں تک درست ہے۔ اُردو مکتب خانہ۔ اُستاد۔ مکتب خانہ بولنا بالکل غلط صرف مکتب کہنے سے مطلب حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ

مکتب اسم ظن ہے۔ اس کے معنی کتابوں کی جگہ کتابوں کا گھر، خانہ لگانا بالکل عبث ٹھہرا۔
مکتب خانہ مجلدا بولتے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگوں کو احترام لازم۔

بزرگ۔ درست ہے۔ (حرم گاہ) کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟

اُستاد۔ غلط۔ اس لیے کہ حرم بفتحین اس کے معنی عربی میں 'احاطہ گرداگرد خانہ کعبہ' اور
نزدیک فارسیان یعنی 'اندرون سرا مردانِ اشراف' کے استعمال ہوتا ہے اور بمعنی منکوحہ
و بمعنی کنیز وغیرہ بھی اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ ہر حیثیت (گاہ) زائد لہذا صرف حرم
کہنا کافی۔ لیکن صاحب غیاث اللغات کی بھی تحقیق سن لیجیے میں اصل عبارت پڑھتا ہوں۔
کہتے ہیں۔ "حرم گاہ محسرا بمعنی منکوحہ و حلیہ نیز آرنہ تسمیۃ الحال باسم محل فارسیان بر بعض
الفاظ باوصف معنی ظرفیت لفظ (گاہ) و (خانہ) زیادہ کنند چنانچہ حرم گاہ و مکتب خانہ و منزل گاہ
و بزم گاہ و حرم سرا از مصطلحات " میرے نزدیک پھر بھی احتیاط لازم گو تقلید فارسیان
شیوہ اہل ہند ہے۔

بزرگ۔ ماشاء اللہ خوب تقریر فرمائی۔ یہ فرمائیے کہ (قدوم) کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟
اُستاد۔ (قدوم) بفتحین یعنی قاف کو اور دال کو پیش۔ قدم کی جمع سمجھنا قطعاً غلط کیونکہ قدم
کی جمع (اقدام) ہے نہ (قدوم) بعض شعرا نے اس لفظ میں دھوکا کھایا ہے اور قدم بمعنی اقدام
نظم کر گئے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

ہوں جس نقش قدم رسول پاک عیاں میں رکھوں چم کے نادر وہ سنگ سینے پر
ظاہر ہے کہ اس شعر میں (قدوم) بمعنی (اقدام) نظم ہوا ہے یہ فاش غلطی ہے لہذا اُردو
ہونے کے سبب سے ترکیب سے نظم نہیں کیا جاسکتا۔ میرے نزدیک تنہا بھی استعمال صحیح نہیں۔
بزرگ۔ بجا ہے، درست ہے۔ آپ کا فرمانا قابل اطاعت۔ اتنا اور فرمادیجیے کہ محل
بفتحین صحیح ہے یا غلط یوں کہوں کہ (برج محل) بفتحین یا (برج محل) بفتح اول و سکون ثانی ہے۔
اُستاد۔ بفتحین صحیح۔ بفتح اول و سکون ثانی غلط یعنی برج محل بفتحین صحیح اسکے خلاف غلط۔

بزرگ۔ آپ کو تو غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں پڑتی جو پوچھا فوراً جواب شافی بلا۔ یہ فرمائیے کہ لفظ فضا۔ بکسر (فا) صحیح ہے یا غلط۔

اُستاد۔ غلط۔ اصل لفظ فضا بفتح (فا) ہے جس کے معنی (زمین فراخی) (فراخی زمین) کے ہیں اور کشادگی صحن خانہ و میدان یہ قطعاً صحیح جو کچھ عرض کیا مجنسہ منتخب و بجا اچھا ہر و مزیل و کشف و صراح میں موجود ہے۔ فضا بالکسر بولنا خطا ہے۔

بزرگ۔ آج بھی بہت زحمت دی صرف ایک بات اور بتا دیجیے میں رخصت ہو جاؤں۔ وہ یہ کہ لفظ (قفل) ہے یا (قفل) اور فصیح کون ہے۔

اُستاد۔ قفل کا استعمال بالخصوص عوام میں بہت ہے یہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ فصحا، لکھنؤ ہمیشہ (قفل) کہتے ہیں۔ میرے نزدیک یہی فصیح و داخل زبان ہے (قفل) غلط۔

بزرگ۔ بس اب پھر کسی دن حاضر ہوں گا۔ پند شکوک اور ہیں دریافت کر لوں گا۔ اُستاد۔ میرے نزدیک آئندہ ہفتے کو تشریف لائیے ایک نواب صاحب اصلاح لینے آتے ہیں دس بجے تک فرصت ہو جاتی ہے۔

بزرگ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہوں گا، آپ کی زحمت کا خیال ہے۔ اُستاد۔ پان نوش فرمائیے، مجھے کوئی زحمت نہیں ہوتی۔

بزرگ پان کھا کے رخصت ہوئے اور امور دنیاوی میں مشغول ہو گئے۔ اُستاد کتب بینی میں مصروف رہے۔ نواب غزل کہنے میں یہاں تک کہ ہفتہ کی صبح نو دار ہوئی اور نواب غزل لے کے آگے اور بعد سلام سامنے بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ پڑھیے۔ آج ایک صاحب شکوک رفع کرنے کے لیے آنے والے ہیں۔ نواب نے بہت خوب کہہ کے مطلع پڑھا۔

اصلاح نسیر - غزل

رقیب کرتے ہیں اُن سے بُرائیاں میری ^{مطلع} ہمار ہی ہیں دلوں کو خوشیاں میری

اُستاد - مطلع میں شاگن ہے۔ جسے ایطاء کہتے ہیں۔ ایطاء کے دو معنی ہیں۔ (۱) پائمال کرنا (۲) قافیہ کا کر لانا۔ ایطاء کی دو قسمیں ہیں (۱) خفی (۲) جلی۔

(۱) خفی اُس کو کہتے ہیں کہ قافیہ ظاہر نہ ہو۔ جیسے دانا۔ بینا۔ آب۔ گلاب وغیرہ چونکہ ان قوافی میں واضح طور پر تکرار ظاہر نہیں ہے اس لیے اس کو خفی ایطاء کہتے ہیں۔

(۲) جلی وہ ہے کہ جس میں تکرار قافیہ ظاہر بظاہر ہو۔ مثلاً خوشتر اور زیبا تر اگر دو مصرعوں میں لے آئیں گے تو جلی ایطاء ہو جائے گا۔ اس لیے کہ لفظ تر ظاہر بظاہر آگیا۔ باقی رہے خوش اور زیبا ان میں قافیہ نہیں ہے۔ یا شکر، افنوں گر۔ بعینہ خوش تر اور زیبا ترکی ہی کیفیت ہے۔ اسی طرح سبیں اور زین کہ سیم و زر بچتا ہے اور یا و نون ایک طرح کے ہیں جو تکرار قافیہ پر دلالت کرتے ہیں لہذا ایسے عیوب قوافی میں نہ ہونا چاہیے یہ اصطلاح عروضین و شعرا میں بدترین عیوب کہلائے جاتے ہیں۔

آپ کے مطلع میں الف و نون چونکہ ایک طرح کے ہیں لہذا تکرار قافیہ ہو گئی۔ اور ایطاء جلی پایا گیا۔ اس بحث کو اچھی طرح سمجھ گئے؟

نواب۔ میں بالکل سمجھ گیا۔ لیکن حضور اس وقت تو سمجھ گیا خوف یہ ہے کہ بھول نہ جاؤں۔ کیونکہ دماغ بکھنت کام نہیں دیتا۔ ابھی بات یاد کی اور تھوڑی دیر میں بھول گیا۔

اُستاد۔ خیر، دو چار بار ٹوکنے میں سمجھ جائیے گا۔ یہ یاد رکھیے گا کہ انسان ماں کے پیٹ سے سیکھ کے نہیں آتا۔ حاکم نے کی ضرورت ہے در نہ سوائے ٹھوکریں کھانے کے اور کچھ نہیں پتا

یہ غلط مقولہ ہے کہ ”ہم شاعر مادر زاد ہیں“۔ رہی شاعری، تو لکھنؤ کے کڑیے اور قصائی بھی کر لیتے ہیں۔ اور اچھے شعر نکال لیتے ہیں، تو کیا شاعر کہلانے کے سختی ہیں۔ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ دوسرے آپ کے دونوں مصرعے الگ الگ ہیں کوئی ربط انہیں مصرع اولیٰ و ثانیٰ دیکھیے۔

ہوئی نہ واقف شکوہ کبھی زباں میری ہلا رہی ہیں دلوں کو خموشیاں میری

نواب۔ واہ۔ واہ۔ یہ کہہ کے مصرعہ اول کے نیچے لکھ لیا۔

اُستاد۔ کیا مطلع ایک ہی کہا ہے ؟

نواب۔ جی ہاں ۔

اُستاد۔ دو تین مطلع کم سے کم کہا کیجئے تاکہ مشق بڑھے ۔ خیر، شعر بڑھے ۔

نواب ۔ ملاحظہ ہو۔

اکسی خیر ہو یہ خواب میں نے دکھایا ہے چبا رہا ہے سگ یار ہڈیاں میری
اُستاد۔ اس شعر میں دو عیب ہیں۔ پہلا عیب آہی کی (یا) گر گئی۔ عربی زبان کا لفظ یا اصلی
ہے۔ گرنا ناجائز ۔

نواب ۔ کیا کسی اُردو شاعر نے (یا) نہیں گرائی ؟

اُستاد۔ یہ نہ پوچھیے۔ رونا اسی کا ہے کہ عیب سمجھتے رہے مگر گراتے رہے۔ چونکہ آپ نے
پوچھا اس لیے بتاتا ہوں کہ کن کن حضرات نے (یا) کو گرایا ہے۔ اس وقت صرف دو چار کا کلام
سنا تا ہوں۔ میر تقی میر اور آتش کے کلام سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں، باقی آئندہ ۔

یہ بھی یاد رکھیے گا کہ غزل گو یوں میں تو کوئی صاحب اس عیب سے محفوظ نہ رہ سکے مگر گو یوں
میں جن حضرات نے اس عیب کو عیب سمجھا ان میں سے خدائے سخن حضرت عشق مرحوم بھی ہیں۔
پورے کلام میں کوئی حرف فارسی یا عربی کا گرنے نہیں دیا ۔

نواب ۔ درست، بجا ہے ۔

اُستاد۔ سُنئے، میر تقی میر کہتے ہیں ۔

کچھ راہ بھی نکالو لگ دیا سب سے تم (۱) کرتے نہیں ہیں دوری سے اب اسکی باک ہم
دوری کا لفظ فارسی ہے (یا) کو گرا دیا ۔

آہستہ آہستہ کہ امراتِ باغ کے (۲) مشتاق پر فشانہ ہیں اک مُشت خاک ہم
فشانہ کا لفظ فارسی (یا) کو گرا دیا ۔

فریادی ہوں تو پٹیکے ٹوہو مری زبان سے (۳) نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں
فریادی فارسی زبان کا لفظ (یا) گرا دی -

قطعہ

عیش و خوشی ہے شیب میں ہو گویہ وہ کہاں (۴) لذت جو ہے جوانی کے رنج و عتاب میں
دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب میں
مصرع ۲ میں جوانی کی آیا گر گئی -

سب خوبیاں ہیں شج مشیخت پناہ میں (۵) پر ایک حیلہ سازی ہے اُس دستگاہ میں
سازی کی (یا) گر گئی -

ہوئی ہے زندگی دشوار مشکل آساں کر (۶) پھروں جلوں تو ہوں پر میں دبال اپنا ہوں
زندگی فابسی لغت (یا) گرا دی -

اب دو چار شعر آتش کے بھی سُن لیجیے - آتش

بے آہ کیے جان نہیں کچھ اب لے دل (۱) بیتابی سے ہے تنگ مرا حوصلہ آیا
بیتابی فارسی لغت ہے (یا) گرا دی -

بس اپنی مستی کو گردش ہے چنم سانی کی (۲) ہمارا پیٹ نہیں ہے شراب کا مٹکا
تستی فارسی لغت ہے (یا) گرا دی -

سودائی زلفت یار کا جبے ہوا ہے دل (۳) قالب میں مرغ روح کو ایلنے دام ہے
سودائی فارسی لغت (یا) گرا دی

ایک غزل آتش نے ایسی کہی جس میں پوری غزل کے ہر شعر میں حرف (یا) کو گرا دیا بلکہ
یوں کہوں کہ ہر قافیہ کے بعد کو گرا دیا - سُنئے -

غزل

۱ سیرِ لطف و کرم کی رہائی مشکل ہے (۱) نگیں کو نام سے تیرے جُدا آئی مشکل ہے

ہزار دعوئے باطل کیا کریں یا رب (۲) یوں کی تیری طرح سے خدا کی شکل ہے
 پھرایا سر کو ترے زمزموں نے اسے ٹبل (۳) خفا نہ ہو تو کوں خوشنوا کی شکل ہے
 بہت سی دیکھی ہیں خمدار ہم نے تلواریں (۴) تمھارے ابروؤں کی رنج ادائی شکل ہے
 وہ اتحاد نہیں ہے کہ جس میں فرق پڑے (۵) ہمارے اور تمھارے بند کی شکل ہے
 کمرے بڑھ چلے گیوئے یا رقمہ کیا (۶) عدم سے دو قدم آگے رسائی شکل ہے
 ولایتی بھی حسینوں کو ہم نے دیکھ لیا (۷) منق تری سی کہاں میر زانی شکل ہے
 پھریں گے ہم نہ ہزار آپ ہم سے منہ پھریں (۸) تھیں ہے اس ہیں یوفانی شکل ہے
 اس شعر میں شتر گربہ نظم کر گئے۔ پہلے مصرع میں آپ سے خطاب کیا۔ دوسرے میں
 'تم' کر کے بات کی۔ اصولاً یہ بھی ناجائز۔ آپ اس کا خیال رکھیے گا۔

جلا کیا کریں آئینہ ساز آئینے (۹) صفاء رخ کی تمھارے صفائی شکل ہے
 بظاہر صفائی کی (یا) بھی گرا دی۔ فارسی یا عربی سمجھتے ہوئے اعتراض ممکن ہے مگر
 فی الحقیقت صفائی کا لفظ فارسی ہے نہ عربی بلکہ اردو ہے۔ اردو لفظ میں حرف (یا) کا گزنا
 جائز ہے لہذا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ کہ غزل بھر میں صرف ایک قافیہ ایسا ہے یعنی
 صفائی جس میں حرف (یا) گرا تو، مگر جائز گرا۔ باقی سب قوافی میں حرف (یا) گرا اور قطعا بطل
 اور ناجائز طریقے سے گرا۔

حیاتے یار نے بدلا جو کھیت نے میں رنگ (۱۰) یقین ہوا یہ ہمیں پار سائی شکل ہے
 عنایت اس کو ہو بے مانگہ پس لے شر حُسن (۱۱) فیرست کو تیرے گدا کی شکل ہے
 ہزار پنجسہ مرجاں کا چھپا ہو رنگ (۱۲) وہ در بالی دست حنائی شکل ہے
 کنارہ کش نہواے بحر حُسن عاشق سے (۱۳) نہیں تو کہتے ہیں ہم آشنا کی شکل ہے
 غلیل کا اسے کعبہ نہ جانیو آتش (۱۴) خدا کا گھر ہے یہ دل تک سائی شکل ہے
 گو خود آتش کا مقولہ ہے مگر عیب نظم کر دیا ہے

عیب شاعر کو لگا دیتا ہے آتش نقص شعر داغ جب پھل میں لگا عین شجر میں داغ ہے
 نواب - (عجب کے ساتھ) کیا یہ لوگ سمجھتے نہیں تھے؟
 استاد - سمجھتے سب کچھ تھے صرف سہولت کے خیال سے ایسا کرتے تھے۔
 نواب - سہولت کیا؟

استاد - سہولت یہی کہ اگر (یا) کو گرنے سے بچاتے ہیں تو غور و فکر کرنا ہوگی۔ ہمزہ وصل
 لا نا پڑے گا جو بچا لے۔ اپنے کو استاد سمجھتے ہوئے جائز قرار دے لیا۔ یا یوں کہیں کہ جس طرح
 اودھ کے شاہزادگان در دسا کو خون معاف تھے کسی کو دودھون، کسی کو چار خون اسی طرح اہل ساندہ کو
 یہ خون معاف تھے۔ غلط سمجھتے تھے اور نظم کرتے تھے غلط کیوں ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ ہم
 اہل ایران کے مقتد ہیں مستند اہل ایران نے حرف (یا) کا گرنا بُرا سمجھا ہے۔ چنانچہ سعدی
 عربی، خاقانی، نظیری وغیرہ کے کلام بھر میں کہیں حرف (یا) نہیں گرا لہذا ہم کو بھی تقلیداً
 نہ گرائنا چاہئے۔

نواب - ہمزہ وصل سے کیونکر بچاتے ہیں؟
 استاد - آئندہ بتاؤں گا۔ آپ سمجھ نہ سکیں گے اور شعر میں دوسرا عیب جو میں نے کہا تھا
 وہ خاص عیب نہیں۔ موجودہ دور کو دیکھتے ہوئے ایسی تخیل نہ ہونا چاہیے۔ یہ تخیلات انقلاب
 کی آندھی میں کہیں سے کہیں پہونچ گئے۔ اب کوئی نظم نہیں کرتا متقدمین ایسے خیالات
 زیادہ نظم کرتے تھے۔ اور شعر بڑھئے۔
 نواب - ہ

نزع میں آئیں وہ بالیں پلو میں مرجاؤں مرے کریم یہ قسمت بھلا کہاں میری
 استاد - آپ کے لحاظ سے شعر غنیمت ہے مگر ایک بہت بڑا عیب موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے
 کہ لفظ (نزع) عربی زبان کا لغت ہے جس کے معنی بچنے کے ہیں۔ نون کو فتح، زاکو کو کون
 عین کو سکون۔ آپ نے پلوں نظم کیا ہے۔ نون کو فتح، زاکو کو فتح، عین کو سکون۔ چونکہ

گفت میں موجود نہیں نہ کسی نے اس طرح نظم کیا لہذا غلط۔ آپ نے کہتے سنا ہوگا۔ فلاں شخص کو
نزع روح میں بڑی دقت پیش آئی۔ لہذا یہ مصرع یوں بدل دیجئے عیب نکل جائے گا۔
وہائیں نزع میں بالیں پر جب تو موت آئے مرے کریم یہ قسمت بھلا کہاں میری
نواب۔ کیا کہنا۔ واقعی آپ استاد ہیں۔

استاد۔ اور پڑھیے۔

نواب۔ سہ

بڑی نظر جو میری ان کے اٹھتے جو بن پر لبوں پہ آگئی رنگ گئے کھچ کے جاں میری
استاد۔ (مسکرا کے) آپ کو گزشتہ غزل میں منع کر چکا ہوں۔ یہ رنگ اب باقی نہیں جب سے
انگریزی تعلیم زیادہ ہوگئی خیالات میں تغیر ہو گیا۔ ایسے اشعار پر اسکول اور کالج کے طلبہ تالیاں
بجانے لگتے ہیں۔ اس رنگ کے اشعار تقدیر میں زیادہ کہتے تھے۔ اور آخر میں داغ دہلی نے
تو دریا بہا دیے۔ کوئی بازاری خیال، بازاری صرف ایسا نہیں جو نظم نہ کر گئے ہوں اگر کسی کے
یہاں کلام میں پچاس شعر ملیں گے تو داغ کے یہاں ہزار شعر موجود ہیں۔ آپ کے سامنے غرض افلاق
شعر پڑھنا خلافت تہذیب سمجھتا ہوں۔ گو آج سے قبل چار پانچ شعر اس قسم کے مختلف اساتذہ کے
سنا چکا ہوں مجھے بعد کو خیال آیا کہ ایسا چاہیے نہ تھا مگر کیا کر دوں کہ رواروی میں پڑھ گیا خیر
اور پڑھیے۔

نواب۔ سہ

اسی دعا میں میری عمر ہو رہی ہے تمام خدا کرے وہ کبھی سن لیں داستاں میری
استاد۔ اس شعر میں اصلاح کی حاجت نہیں، غنیمت ہے۔ اور پڑھیے۔

نواب۔ سہ

کہا یہ دل نے کہ اب قصہ چھڑیے کوئی او جو خاتمہ پہ کبھی آئی داستاں میری
استاد۔ معلوم ہوتا ہے آپ دیوان سامنے رکھ کے شعر کہتے ہیں۔

نواب - جی، صرف اس لیے دیکھتا ہوں کہ نظر بڑھے اور راہ ملے -

اُستاد - آپ نے اسیر مینائی کی چوری کی ہے - اسیر کہتے ہیں سہ

کہا جگر نے کہ اب چھیڑے براقتہ جو خاتمہ پہ کبھی دل کی داستاں آئی
خود غور کیجیے کہ کوئی فرق ہے - (چونکہ واقعہ صحیح تھا - اور انتہائی پریشانی میں اسیر کے مضمون کو
بدلنے کی کوشش کی تھی) -

نواب - درست ہے - بیشک کوئی فرق نہیں -

اُستاد - شعر کاٹ دیجیے - اور پڑھیے -

نواب - سہ

بنار ہے ہیں وہ لفظوں کو گوندھ کے پھنسی نکل رہی ہے یہاں جانِ ناتواں میری
اُستاد - اور سنئے - میر تقی میر پر ہاتھ صاف کر دیا - یہ آپ کیا کرتے ہیں؟ تیر کا شعر دوسرے
وہ بال گوندھ کے پھانسی جھٹ بناتے ہیں بلائے جاں ہر یونی جانِ ناتواں کے لیے

نواب - چونکہ سرق کیا تھا - سخت شرمندہ ہوئے اور خیال کیا کہ اُستاد کا حافظہ زبردست ہو
یہاں ترکیب نہ چل سکے گی - شعر سنتے ہی فوراً شعر پڑھ بیٹے ہیں -

اُستاد - شعر کاٹ دیجیے - اور پڑھیے - آپ کو سرق کا بڑا ذوق ہے ؟

نواب - بڑی شرمندگی کے ساتھ، ڈرتے ڈرتے سہ

نمک چھڑکتے ہیں وہ دیکھ کے مرے دل کو دکھاؤں زخم یہ بہت بھلا کہاں میری
اُستاد - ایک نہ شد دوشد تو تھا ہی - اب دُون شد سہ شد کا مضمون ہو گیا - یہ شعر بھی چوری کا
ہے - استغفر اللہ، آپ یہ کیا کرتے ہیں ؟ بالکل تیر کا شعر نظم کر دیا سہ

ادھر کھلی مری چھاتی اُدھر نمک چھڑکا جواست اُس کو دکھانے کا اب مزا نہ رہا
آئندہ خیال رکھیے گا - جس طرح دُون ایک لفظ اور بحر بدل کے آپ شعر میں لے آتے ہیں -
نہ لائیے گا -

اور اہل فرس کی اس امر میں تقلید نہ کرے مقتضای احتیاط یہی ہے۔ باقی اختیار ہے۔ ضرر جواز کے لیے تقلید اہل فرس کا جواب کافی ہوگا۔ غالباً آپ اچھی طرح اس مسئلے کو سمجھ گئے ہوں گے۔ میرے پاس وقت ہے اگر آپ کچھ اور پوچھنا چاہیں تو بتا سکتا ہوں۔

بزرگ۔ خدا زندہ رکھے میں خوب سمجھ گیا۔ آج میرے یہاں ایک تقریب ہے اس لیے زیادہ ٹھہر نہیں سکتا۔ کل یکشنبہ کو اسی وقت ضرور حاضر ہوں گا۔ جتنے سوالات باقی ہیں حل کر لوں گا اجازت چاہتا ہوں۔

اُستاد۔ بہت خوب۔ خدا حافظ۔

بزرگ رخصت ہو کے گھر پہنچے اور تقریب کے سرانجام میں مصروف ہو گئے۔ اُستاد اپنے کارہائے ضروری کو انجام دینے لگے۔ جاتے ہوئے وقت گزرتے ہوئے زمانے کو قرار نہیں۔ دن گزرا، رات گزری، صبح نمودار ہوئی۔ اپنے وقت پر بولا اُستاد کے گھر پہنچ گئے دیکھا کہ اُستاد چمن میں ٹہل رہے ہیں اور ایک بے بنیاد شاگرد جو عرصے سے غزل دکھاتے ہیں اُن کے کلام پر اصلاح دے رہے ہیں۔

مولانا۔ (سلام کر کے) اگر اجازت ہو تو میں بھی اصلاح دیکھتا رہوں فالدے سے خالی ہونگا۔ اُستاد۔ ضرور (یہ کہہ کے پُرانے شاگرد سے کہا شعر پڑھیے) گیارہ اشعار کی غزل تھی چار شعر سنا چکے تھے پانچواں شعر پڑھا، مگر اتفاق سے مطلع درمیان غزل میں لکھ لیا تھا۔

قدیم شاگرد۔ حضور، ایک مطلع اور ہے جو بیچ میں لکھ لیا تھا سنا تا ہوں۔ مطلع غنیمت تھی ہستی مرے دل جگر کی (۱) نہ میں نے نظر کی نہ تم نے نظر کی اُستاد۔ (قد سے سکوت کے بعد) مطلع صاف ہے، غنیمت ہے۔ اب کلام پر اصلاح کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اور پڑھیے۔

قدیم شاگرد۔ سب حضور کے قدوں کی برکت ہے۔ سلام کر کے سب شب بھر سو کے قیاس کو اُٹھا (۲) مجھے نازیہ ہے کہ میں نے سحر کی

اُستاد - اچھا ہے اور بہت اچھا ہے - واہ -

قدیم شاگرد - میں اس قابل نہیں سرکار کا فیض ہے - آداب بجالاتا ہوں -

مرا زخم دل حد سے اتنا بڑھا ہے (۳) نظر کام کرتی نہیں چارہ گر کی
اُستاد - خیر بڑا نا خیال ہے - اور پڑھیے -

قدیم شاگرد - ہ

کھنچا روح بن کے مرے دل سے پکیاں (۴) یہ تدبیر اُلٹی ہوئی چارہ گر کی
اُستاد - نازک خیال ہے - اور پڑھیے -

قدیم شاگرد - (سلام کر کے) جناب کا تصدق ہے -

خلاصِ محبت یہ کہتا ہے بڑھ کے (۵) کوئی حد معین نہیں ہے اثر کی
اُستاد - اب آپ کچھ غنیمت کہنے لگے - بہ نسبت گزشتہ زمانے کے اب بہتر کہہ لیتے ہیں -
قدیم شاگرد - تسلیم کر کے -

اثر دیکھتے ہو وفاؤں کا میری (۶) وہ حالت نہیں اب بھاری نظر کی
اُستاد - اچھا کہا ہے ، بہت صاف ہے - اور پڑھیے -

قدیم شاگرد - سب حضور کی رحمت کا اثر ہے -

بہینہ رہیں حق پہ حسرت نگاہیں (۷) مصیبت میں ہم نے خدا پر نظر کی
اُستاد - (دونوں شاگردوں سے) اب کمرے میں چلیے -

قدیم شاگرد - (سلام کر کے) مجھے کچھ کار ضروری درپیش ہیں اگر اجازت ہو تو مختص ہوں -
اُستاد - ہاں ، آپ جائیے - واقعاً آپ کثیر الاشغال ہیں -

قدیم شاگرد - پھر سلام کرتے ہوئے ، خدا حافظ کہہ کے رخصت ہو گئے -

اُستاد - خدا حافظ کہہ کے مولانا کو ساتھ لے کے کمرے میں چلے آئے - فروکش ہوتے ہوئے
مولانا نے پوچھا - ”کیسے اور کتنے شعر کہے؟“

مولانا۔ صرف بارہ شعر کہہ سکا۔ معافی چاہتا ہوں (یہ کہہ کے جیب سے خوشخط غزل نکال کے سادگی کے ساتھ منانے لگے۔

اصلاح نمبر ۸

غزل مولانا

مطلع

واعظ کا وعظ سنتے ہی ملبوش ہو گئے (۱) فصل بہار آتے ہی مے نوش ہو گئے
اُستاد۔ لفظ وعظ مؤنث ہے۔ آپ نے مذکر نظم کیا۔ وعظ کہی گئی، وعظہ کہا گیا یہی اہل
زبان کا استعمال ہے۔ آج کل کے غیر متبر حضرت وعظ کو مذکر بولتے ہیں۔ مصرع اول
صحیح نہیں ہے۔ مصرع سُست ہوا جاتا ہے مگر یوں بدل دیجیے۔

واعظ کے وعظ بھی فراموش ہو گئے فصل بہار آتے ہی مے نوش ہو گئے
مولانا نے مصرع لکھ لیا مطلع مکمل ہو گیا۔

اسے گردش زمانہ کروں شکوہ کب تک (۲) جو یاد تھے سبق سو فراموش ہو گئے
اُستاد۔ تک کا لفظ آج سے پچاس سال قبل تک فصیح تھا اب متروک ہے بلکہ غیر فصیح ہے۔
دو دھ سو سال قبل کا میر تقی میر کا شعر ہے۔

طاقت ہو جس کے دل میں وہ دو چار دن رہے ہم ناتوانِ عشق تھارے کہاں تک
میر نے پھر کہا ہے اور 'تک' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ہم صحبتی یار کو ہے اعتبار شرط اپنی پہونچ تو میر نہیں پاساں تک
اور اساتذہ لکھنؤ نے بھی اس لفظ استعمال کیا ہے لیکن حضرت ناسخ پر خدا رحمت نازل
فرمائے۔ کیا زبان کو صاف کیا ہے۔ ان کے عہد سے (تک) بالکل متروک ہے یہی (تک)
متردکات حضرت عشق سے ہے جو ایہ ناز مرثیہ گو تھے اور حضرت انیس و دبیر بھاکے
ہم عصر وہم پایہ تھے۔

پھر (سو) کا لفظ یہ بھی متروک ہے متقین نے بہت استعمال کیا ہے۔ چنانچہ میر تقی میر کا شعر ہے

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو حبث بنام کیا
حضرت عشق مرحوم کے مرثیے کا ایک چھٹا مصرع جو فنا دُنیا کے محل پر کہا ہوا دیکھا
تھیں سرگئیں سو خاک اُن آنکھوں میں بھر گئی

میر تقی میر

خون ہو کر بہ گیا مدت ہوئی دل جو ڈھونڈو سو گیا کس کے کئے
یہ لفظ بھی متروکات حضرت عشق رح سے ہے۔ آپ کہیں گے کہ حضرت عشق کا ذکر متروکات
میں ضرور آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی ایک استاد مرثیہ گو لکھنؤ میں ایسے گزرے ہیں جو اپنی
احتیاط کی حیثیت سے دنیا لکھنؤ میں منفرد تھے۔ کلام بھر میں کہیں بازاری لفظ، بازاری محاورہ
نہ ملے گا۔ اُن کی ذات قابل تقلید ہے۔ ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ بعد حضرت ناسخ
محقق میں حضرت عشق ہی کی ذات تھی جس کا جواب نہ تھا۔ دنیا نے مرحوم کو پہچانا نہیں۔
نہ انھوں نے پہچانے کی کوشش کی حتیٰ کہ باہر رُوسا کے یہاں مرثیہ پڑھنے نہ گئے۔ نہ
پڑھوائی لی بلکہ مرحوم کا قول تھا کہ عشق حسین کے آنسو نہیں بیچتا۔ حضرت عشق مرحوم کی رباعی

گو مرثیہ خوانی نہیں پیشہ میرا لیکن ہے ہی شغل ہمیشہ میرا
ہاں کس نے کہا مرثیہ ان قیوں سے پایا نہ کسی شیر نے بیشہ میرا
ایک رئیس کے یہاں سالانہ مجلس پڑھتے تھے لوگوں نے مشور کیا کہ رقم لے کے پڑھتے
ہیں تو نہایت غصے میں منبر پر اُنھیں رئیس کے یہاں یہ رباعی پڑھی۔ رباعی
بتلاؤ تو کچھ لے کے کہاں پڑھتے ہیں رشت سے جو کہتا ہے وہاں پڑھتے ہیں
دنیا میں نہیں بیچتے اشک غم شاہ ہم پڑھتے ہیں رشہ جہاں پڑھتے ہیں
بڑی آن بان سے بسر کر گئے، ہمیشہ گنگا جہنی تا مدان پر نکلتے تھے کسی رئیس سے کبھی دیک نہ ملے۔

چند متروکات حضرت عشق رحمہ آپ کو سنا تا ہوں، کُل متروکات اس وقت یاد نہیں۔ جتنی چیزیں آپ سے بیان کرتا ہوں مرحوم کے کلام میں اُن کا وجود ہی نہ پائے گا۔

۱- (مجرّا - مجرائی) کو نظم کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے صرف اس لیے کہ لکھنؤ میں مجرّا تلپنے والی عورتوں کے مانچ کو کہتے ہیں۔ مثلاً فلاں عورت نے اچھا مجرّا کیا یعنی خوب چمکائی۔

۲- (تا بگور - تا بفلک - تا بمشعر وغیرہ وغیرہ) ان ترکیبوں سے اپنے کلام کو ہمیشہ پاک رکھا گو مستند شعراء اہل ایران فردوسی وغیرہ نے نظم کیا ہے۔ مگر موصوف یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو (تا) کے ہیں وہی (با) کے ہیں۔ صرف تکرار کے خیال سے احتیاط فرماتے تھے۔ گو یہ احتیاط بعد ازراط تھی مگر قابل تعریف یہ بات ہے کہ جہاں تا بگور نظم میں آتا ہو گا نظم نہیں فرماتے ہوں گے۔ دشواریوں کی پابندی کا خود التزام فرمایا تھا۔ یہی قابل صد تحسین امر ہے۔

۳- (بصد جاہ - بصد غم - بہ آہ و زاری - بہ کُرد فر - بچشم غم) وغیرہم۔ سے ہمیشہ احتیاط کی غالباً وجہ احتیاط یہی ہے کہ کلام اہل فرس میں شاید وجود نہ ہو۔

۴- (بھاگڑ - بھیر - ہلڑ - لبے ہونا - لبے پڑنا - بھیر بھاڑ - کڑیل جوان - دلارا - ندی - بھینا - بھیتا - چھاتی - دھڑا دھڑ - بے کلی - ماں جایا - ماں جاے) ان تمام مذکورہ الفاظ اور ترکیبوں کو خل فضاحت سمجھتے تھے پورا کلام، پاک ہے کہیں وجود نہ پائے گا۔

۵- (سُو) جیسا کہ میں ذکر کر چکا۔ (تب - بن) تبیر کے معنی میں۔ (نے) نہیں کے معنی میں۔ (ادپر) کی جگہ (پر)۔ (والے) جیسے آم والے، ترکاری والے۔ (کا ہیک) کیوں کے محل پر۔ مذکورہ صدر چیزوں سے ہمیشہ احتیاط فرمائی فرماتے تھے کہ (ادپر) کی جگہ پر کہنا فصیح ہے۔ (کا ہیکو) کی جگہ کیوں بولنا چاہیے۔

۶- (تے) کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا۔ اس کے بجائے (نیچے - زیر) بولے۔ (پہ) کی جگہ ہمیشہ (پر) بولے۔ (پہ) کو غیر فصیح سمجھتے تھے۔ (یاں - داں) کی جگہ ہمیشہ

(یہاں - وہاں) استعمال کیا - (مرا - مری) کے موقع پر (سیرا - میری) فصیح سمجھتے تھے -
(کیجے - لیجے - دیجے) جیسے کسی کا شعر ہے

نہ کیجے آپ مری حسرتوں کی بربادی نہ دیجے آپ جو پیغام موت اچھا ہے
ہمیشہ (کیجیے - لیجیے - دیجیے) استعمال کیا جس طرح اس شعر میں ہے
لازم ہے عاشقوں کی محبت کا کچھ خیال بعد فنا نہ خاک کو برباد کیجیے
۷- (ہووس) کی جگہ (ہو) - (ہووس) کے محل پر (ہوگا) بولتے تھے اور نظم فرماتے
تھے - (اک) کے بجائے ہمیشہ (ایک) - (آنکے) کی جگہ (آکے) - (آکر) کے موقع پر
(آکے) استعمال فرماتے تھے -

۸- اخلا نون بغیر ترکیب مغل فصاحت سمجھتے تھے جیسے - ع

مراخون ہوا اور مری جان گئی

اس کے بجائے اگر مرحوم موصوف نظم فرماتے تو یوں - ع

ہوا خون میرا گئی جان میری

۹- (اور) کی جگہ کبھی (اُر) نہیں بولے - جیسے شعر ہے

اُن کی شہرت ہوئی زمانے میں اور میں بدنام خلق ہو کے رہا

بلکہ ہمیشہ یوں نظم فرمایا جس طرح کسی کے اس شعر میں نظم ہے

آپ کو کچھ نہیں ہماری فکر اور ہم اپنی جان دیتے ہیں

۱۰- مرحوم نے ایک مطلع یا بند میں یہ قافیہ جواب بتاتا ہوں کبھی جمع نہیں کیے - دھلا

پھرا - بیٹھا - اٹھا - دکھا - سنا - بندھا - کھلا - دھرا - کہا - گرا - بلا - گھٹا -

بڑھا - اسی طرح چلو - پھرو - اُٹھو - بیٹھو - دکھو - سنو وغیرہم کے جمع کرنے سے

کلام کو محفوظ رکھا -

۱۱- (ہمارا - تمھارا) ایک مطلع میں قافیہ نہیں لاتے تھے - مزید احتیاط یہی کہ جس طرح

اس بیت میں جو پڑھتا ہوں گر پڑ ہے کبھی جائز نہ سمجھیے۔ بیت
 باہر سے آہ گھر میں جو تشریف لاتے ہیں کیسی پچھاڑیں حضرت شبیر کھاتے ہیں
 مرحوم فرماتے تھے کہ قطع کرنے میں (تشریف لات)۔ (شبیر کھات) رہتا ہے۔
 میں مکروہ سمجھتا ہوں۔

۱۲۔ یائے نسبت، یائے صدری، یائے ام فاعل سب کا گزانا جائز سمجھتے تھے
 اس کی تقرر آپ سے کر چکا ہوں، مزید بتانے کی ضرورت نہیں۔
 آدم بر سر مطلب فتو کا لفظ آپ کبھی نہ استعمال کیجیے گا۔ اس آخری دو دریں مرزا
 محمد ہادی صاحب عزیز کھنوی نے ایک محل پر یہ لفظ صرف کیا مگر حاشیہ دیوان پر لکھ دیا
 کہ گو یہ لفظ نہیں بولا جاتا مگر میں نے صرف اس لیے نظم کر دیا کہ میرے شعر میں دوسرا لفظ اس
 محل پر آ ہی نہ سکتا تھا گویا مجبوری کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم بڑے محقق تھے۔

اس شعر کو یوں بدل دیجیے تو زیادہ مناسب ہے۔
 اے گردش زمانہ شکایت کروں میں کیا جو یاد تھے سبق وہ فراموش ہو گئے
 مولانا۔ بہت خوب۔ ان باتوں کا خیال رکھوں گا۔

دنیا تو سن رہی تھی بڑے ذوق و شوق سے (۳) افسانہ کہتے کہتے ہی خاموش ہو گئے
 استاد۔ مولانا ثاقب کے شعر کا بالکل ترجمہ وہ بھی نامکمل۔ اسی کو سرقہ کہتے ہیں۔ مولانا ثاقب
 کا شعر ہے۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے
 مولانا۔ سرقہ مدوح بھی تو ہوتا ہے۔

استاد۔ میں سرقہ کے متعلق مختصر تقریر کرتا ہوں، غور سے سنیے گا۔ سرقہ کی شعر میں دو قسمیں
 ہیں۔ ظاہر و غیر ظاہر۔

قسم اول۔ ظاہر سرقہ کی وہ ہے کہ دوسرے کے شعر کو بغیر کسی تفسیر کے لفظاً و معنیاً

اپنا کر لیں اسے عربی شعرا عرب میں تسخ و انتحال کہتے ہیں یہ سرقہ انتہائی مذہوم و معیوب کہلاتا ہے۔
قسم دوم ظاہر سرقہ کی یہ ہے کہ معنی کو تمام الفاظ کے ساتھ یا بعض الفاظ کے ساتھ اخذ
کریں اور ترتیب نظم کو تغیر دیں اس قسم کو غادہ اور تسخ کہتے ہیں اس صورت میں اگر شعرا خود
ماخوذ منہ سے بلغ ہو تو مقبول و ممدوح کہلائے گا۔

قسم سوم ظاہر سرقہ کی یہ ہے کہ کل معنی شعرا ذکر کریں اور دوسرے الفاظ کا جامہ پہن لیں
اس صورت میں اگر دوسرا شعر پہلے سے بلغ ہے تو مقبول و ممدوح اور اگر دونوں بلاغت میں
برابر ہیں تو ترجیح پہلے کو ہے اور اگر دوسرا شعر پیست ہے تو مذہوم و معیوب کہلانے کا مستحق
ہے۔ اب آپ کا شعر کسی طرح جناب ثاقب کے شعر سے بلغ نہیں مقصد و مطلب شعر
بالکل وہی مگر الفاظ جناب ثاقب کے شعر سے زائد عنوان ادا خراب۔ شعر میں یہ ظاہر نہیں
کہ افسانہ کہتے کہتے کون صاحب خاموش ہو گئے۔ کوئی داستان گو صاحب تھے یا جناب
شاعر صاحب۔ بہر طور شعر کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔

ناولوں نے شام غم کے کیا اس قدر اثر (۴) جتنوں نے سن لیا وہ گراں گوش ہو گئے
اُستاد۔ اس شعر میں کوئی خاص بات نہیں۔ آپ کے کہنے کا شعر نہیں۔ مرتبہ سے گرا ہوا
ہے۔ نکال ڈالیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔

دریائے خون بہہ گیا کوچے میں یار کے (۵) ہم ذریعہ جب ہوئے تو سبکدوش ہو گئے
اُستاد۔ آپ کے شعر میں اعلان نون ہے۔ خون کے نون کا اعلان ہو گیا۔ جو ناجائز کیونکہ
اضافت ہو جو ہے اگر اضافت نہ ہوتی تو اختیار تھا چاہے اخفا ہوتا یا اعلان۔

مولانا۔ کوئی ترکیب ہو عام اس سے کہ توصیفی ہو یا اضافی وغیرہ نون کا اعلان ناجائز ہے؟
اُستاد۔ جو نون (واو)۔ (الف)۔ (یا) کے بعد آئے۔ جیسے خون کا واو۔ زمین کی یا۔ آسمان کی الف۔

ان سب کا اعلان مع الاضافہ متعقبن کے نزدیک صحیح نہیں۔ ایک بات اور کہہ دوں ہر تقدیر کے بے سبب، بے دلیل ان عیوب کو جائز قرار دے رکھا تھا چنانچہ خدائے سخن سیر تقی مسیہ نے سیکڑوں مقام پر اعلان توں کیا ہے۔ مثال

مارا کسی لباس میں عربانی نے مجھے جس سے تریزین بھی میں بے کفن گیا
آج آوارہ ہواست بال اسیرین قفس بے گل و باغ و خیابان نہ ہویں گے گل
آج کل جو حضرات محتاط ہیں، اعلان توں صحیح نہیں سمجھتے۔ مثلاً مرزا محمد ہادی صاحب عزیز وغیرہ۔ کہیں کلام میں اعلان توں نہ ملے گا مجھ سے خود تبادلات خیالات ہو چکا ہے۔ لیکن بعض حضرات شعرا جو اپنے کو محقق سمجھتے ہیں اور باہر سے آکے لکھنؤ کو سرفراز فرمایا ہے یا لکھنؤ کے ہیں زبان دانی اور اُردو کے محقق۔ جتنے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ جائز ہے۔

مولانا۔ عدم صحت کی دلیل کیا ہے؟

استاد۔ ہاں، یہ سوال آپ نے کیا۔ جواب نیچے۔ ہم اہل ہند قواعد میں اہل ایران کے مُقلد ہیں جو ان کی طرز عمل وہی ہماری طرز ہے اور آج تک ایسا ہی ہوتا آیا کہ کل قواعد میں پابندی کرتے آئے۔ چونکہ اہل ایران یعنی سنی شعرا عجم نے اعلان توں کو ناجائز قرار دیا ہے اور کہیں سنی شعرا کے کلام میں نہیں ملتا اس لیے اہل ہند کو اعلان نہ کرنا چاہیے۔

مولانا۔ شاید بعض ایرانی کلام میں اعلان توں موجود ہے۔

استاد۔ بعض شعرا عجم کے یہاں اعلان ہے لیکن دوست نہ ہیں، اور اگر سنی ماننے کا تو غلطی کا اعتراف کرنا ہو گا یہ ماننا پڑے گا کہ عیب نظم کر گئے۔ جیسا کہ فردوسی کے پورے شاہنامہ میں صریح تین یا چار جگہ اعلان توں ہے جو قواعدا ایرانیین کے قطعاً خلاف ہے لہذا قابلِ تقلید نہیں۔ مصرع اولیٰ کو یوں بدل دیکھیے۔

دریا کو کاہنہ گیا کو پے میں یار کے ہم فوج جب ہوئے تو سبکدوش ہو گئے
مولانا مصرع بدل سکے۔

تو چارہ گر علالتِ دل کا نہ کر علاج (۶) سارے طریقِ تنجکوزِ فراموش ہو گئے
اُستاد۔ علالت کا لفظ اُردو ہے۔ آپ نے دل کی طرف اضافت دے دی۔ اُردو، فارسی
یا اُردو، عربی کی اضافت صحیح نہیں۔

مولانا۔ علالت مصدر ہے۔ علت اس کا مادہ۔ بروزن سخاوت و جلال یہ تو عربی ہے۔
اُستاد۔ بغیر تحقیق دنیا میں کام نہیں چلتا۔ کتاب دیکھنے اور مطالعے میں وقت صرف کرنے
کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں صحیح کیا، اور غلط کیا ہے۔ عربی کے کسی دیوان کی کتاب
کسی لغت میں بھلا یہ لفظ دکھا تو دیکھیے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ کہیں نہ ملے گا۔

مولانا چونکہ عربی داں تھے اس لیے سخت شرمندہ ہوئے کہ فتنی الارب قاموس وغیرہ
کیوں نہ دیکھ لیا۔ دل میں کہنے لگے کہ آئندہ ہر لفظ کی تحقیق کر کے آیا کروں گا۔

اُستاد۔ اہل ہند نے لفظ علت سے علالت بتایا۔ گویا وضع کیا اور معنی وہی قرار دیے جو
علت کے ہیں۔ چونکہ واضح اہل ہند ہیں لہذا علالت کے لفظ پر اُردو کا حکم جاری ہوگا۔
کیونکہ لفظ جہاں نقول یا وضع ہوتا ہے وہیں کا کہلاتا ہے۔ یوں بدل دیکھیے
اسے چارہ گر تو دل کے مرض کا ذکر علاج سارے طریقِ تنجکوزِ فراموش ہو گئے
شعر بدلنے کے بعد بھی کسی قابل نہیں۔ بھرتی کے الفاظ، مطلب صاف نہیں۔ مگر خیر، رہنے
دیکھیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ (مہین آواز سے) بہت مناسب۔

جنگل کو چاک کر کے گریباں چلا گیا گم جب جنوں میں آئے ہوئے ہوش ہو گئے
اُستاد۔ آپ کے شعر میں بہت بڑی تعقید ہے۔ مصرع اولیٰ میں زائد۔ مصرع ثانیہ میں
تھوڑی سی تعقید ہے اور آپ نے تو علمِ معانی کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہوگا۔ مطول و مختصر معانی
خصوصاً نصاب میں پڑھی ہوگی۔

مولانا۔ میں نے سب کچھ پڑھا ہے۔ مگر چونکہ ان چیزوں کی مزاولت نہیں ایسے دماغ سے

بحث نکل گئی حضور تقریر فرماویں۔

اُستاد۔ سنیے۔ مختصر تقریر کیے دیتا ہوں۔ آپ مطالعہ کر لیجیے گا۔ تعقید کے معنی پوشیدہ بات کنا۔ اور اصطلاح علم معانی میں الفاظ کا مقدم و مؤخر کرنا وزن کی رعایت سے تحقیق کی دشمن ہیں۔ معنوی و لفظی۔ معنوی یہ ہے کہ کلام ایسا کہ جس کی دلالت اپنے معنی مقصود پر غیر ظاہر ہو۔ بسبب عدم انتقال ذہن معنی لغوی سے معنی مقصود حکم کی طرف کیونکہ لازم بعیدہ و سائل کثیرہ کے ساتھ قرینہ کا انتفاء ہے۔ لفظی وہ ہے کہ ایسا کلام کہ جو ظاہر معنی مقصود پر دلالت نہ کرے بسبب تقدیم و تاخیر الفاظ یا دیگر۔ محذوفات وغیرہ کی وجہ سے کہ جو موجب دشواری فہم معنی ہو۔ یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں عیب از قسم معائب فصاحت و بلاغت ہیں بعض فصحا و بلغاء کا یہ خیال ہے کہ تعقید لفظی تو عیب میں داخل ہے اور معنوی تعقید ہنر ہے۔

مثال تعقید لفظی۔

بچوں برانی میکتم افغان و زاری دیں درم

اب واضح ہو گیا کہ آپ کے مصرع اولیٰ میں تعقید لفظی صریح موجود ہے۔ آپ کا مصرع یہ ہے کہ

جگل کو چاک کر کے گریباں چلا گیا

مقصود آپ کا یہ ہے کہ گریباں چاک کر کے دیوانہ جگل کو چلا گیا۔ ظاہر مصرع یہ بتاتا ہے کہ

گریبان جگل کو چاک کر کے چلا گیا، اور یہ ناممکن کہ کپڑے کا گریبان جگل کو چاک کر ڈالے۔

اسی کو تعقید لفظی کہتے ہیں۔ یہ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا

گریباں چاک کر کے جانب جگل گیا و تشی

بحر بدل گئی۔ تو معلوم ہوا کہ بحر کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ نے تقدیم و تاخیر الفاظ کا خیال

نہیں کیا جیسا کہ تعریف تعقید میں ہے۔ اور یہ کسی طرح صحیح نہیں۔ ایسا مضمون نظم نہ کیجیے جو

پابندی بحر نہ کر سکے۔ رہا دوسرا مصرع

گم جب ہند میں آئے ہوئے ہوش ہو گئے

اس کو یوں بدل دیجیے

جب گم جنوں میں آسٹے ہونے ہوش ہو گئے

جب کے لفظ کو مقدم کر دینے سے مصرع صاف ہو گیا

مولانا - ایک آدھ سال کہنے کے بعد یہ چیزیں سمجھ میں آئیں گی صرف پڑھ لینے سے انسان محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ پڑھے لکھے حضرات کا خیال ہوتا ہے کہ تحصیلِ علم کے بعد شاعری بھی آجاتی ہے۔ شاعری شوق کا کام ہے۔

اُستاد - میرے خیال میں شعرِ کمال ڈالے تو بہتر ہے۔ اور پڑھیے۔

مولانا - بہت خوب۔ یہ کہہ کے شعر کو کاٹ دیا۔

صحرا سے عشق میں ہے جنوں ریزوں کا زور (۸) فصل بہار آسٹے ہی مد ہوش ہو گئے

اُستاد - جنوں ریزیاں، یہ کون سی ترکیب ہے؟ بالکل غریب ترکیب ہے۔ آج کل کے شعرا نے یہ اختیار کیا ہے کہ پابندیِ اہلِ نجم تو ترک کر دی۔ اب جو کچھ سمجھ میں آتا ہے نظم کر جاتے ہیں۔ جو ترکیب گڑھے میں صرف کر دیتے ہیں۔ درآں حالیکہ اصول کا تقاضا یہ ہے کہ زبانِ خمیر میں تصرف کا کوئی حق حاصل نہ ہو۔

فاری ترکیبوں میں اہلِ ایران کی تقلید ضروری ہوگی۔ شعر کا ٹڈی بکھے۔ اور پڑھیے۔

مولانا - ۵

ہم نے تو ایک جامِ پیا تھا بفرقِ شوق (۹) زاہد سمجھ رہا ہے بلا نوش ہو گئے

اُستاد - شعر غلیظ ہے۔ اچھا ہے۔ مگر ایک بات قابلِ دریافت ہے کہ (بلا نوش)

سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اور کیا معنی مراد لیے ہیں؟

مولانا - بلا نوش کے معنی بہت زیادہ پینے والا۔

اُستاد - کیا لغت میں بلا نوش کے معنی یہ ہیں جو آپ نے بتائے؟

مولانا - غالباً ہوں گے۔ کیونکہ اُردو شعرِ استند کے کلام میں بلا نوش کی ترکیب بہت زیادہ

پائی جاتی ہے۔

اُستاد۔ (الماری کی طرف دیکھتے ہوئے) بہارِ عجم کی جلد اول اٹھا لیجیے۔

مولانا بہت خوب کہہ کے الماری سے بہارِ عجم کی جلد نکال کے خود دیکھنے لگے۔ اُستاد خاموش بیٹھے رہے۔

مولانا۔ (تھوڑی دیر کے بعد) جی نہیں ملا۔

اُستاد۔ اگر اخت میں موجود نہیں تو استعمال صحیح نہیں اس لیے کہ فارسی ترکیب ہے اور فارسی لغات اور کلام میں کہیں پتہ نہیں۔ اگر بل جائے تو صحیح۔ نہ ملے تو غلط۔ اس کی تحقیق آئندہ کر کے آئیے گا اور میں بھی تحقیق کروں گا۔ شعر رہنے دیجیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت خوب۔

اسے شوق دید پیکر، ہجران نصیب ہوں (۱۰) جلوے چمک رہے تھے کہ روپوش ہو گئے

اُستاد۔ شعر غنیمت ہے لیکن مطلب واضح نہ ہو سکا۔ یہ نہ ظاہر ہوا کہ کون روپوش ہو گئے۔ دوسرے جلوے چمکنا غریب ترکیب ہے۔ شاید ہی کسی نے استعمال کی ہو۔ اس مصرع کیوں بدل کیجے تو شعر بے عیب ہو جائے۔ اور پڑھیے۔

اسے شوق دید پیکر، ہجران نصیب ہوں جلوے مجھے دکھا کے وہ روپوش ہو گئے

مولانا۔ بہت مناسب۔ مصرع بدل کے لکھ لیا۔

صیادِ طولِ قیدِ فزاواں کی حد نہ پوچھ کیف بہار و عیشِ فراموش ہو گئے

اُستاد۔ اس شعر میں آپ بہت بڑا دھوکا کھا گئے جس کی آپ سے امید نہ تھی۔ طولِ قید کے بعد فزاواں کا لفظ لانے سے کیا مطلب جو طولِ قید وہی قیدِ فزاواں۔

مولانا۔ تاویل کرنا چاہتے تھے کہ مطلب سمجھ گئے۔ سر جھکا کے (بندہ پروردِ درستی کے حقِ رفا غلطی ہوئی۔

اُستاد۔ بڑا نہ مانے گا۔ میرا مقولہ، بلکہ میرا کیوں اُستادوں کا پتلا ہے کہ شاعر کے لیے ہمیشہ ایک سنبھالنے والے کی ضرورت ہے۔ ابھی آپ کی مشق نہیں ہے ورنہ کہتا کہ مصرع بدلے

خیر آئندہ ایسا ہی ہوگا۔ مصرع بدل دیا ہے
 صیاد طول قید کی ہے مختصر یہ حد کیف بہار و عیش فراموش ہو گئے
 مولانا - مقطع عرض کیا ہے۔ مقطع
 کیوں اسے شعار اُس نے جو اُنٹی نقاش (۱۲) لائے کتاب دیکھ کے بے ہوش ہو گئے
 اُستاد - مقطع بالکل ٹھیک کہا ہے۔ رہنے دیجیے۔
 مولانا بہ ادب تسلیم کر کے اغزل جیب میں رکھ کے، اجازت لے کے رخصت ہوئے۔

دبچپ معلومات نمبر ۸

ادبی بزرگ جو کل تحقیق الفاظ کر گئے تھے حسب وعدہ تشریف لے آئے اور بعد ازاں
 تسلیات استاد سے سوال کیا (بزرگ - پہلا سوال یہ ہے کہ (خلاصی) کا لفظ صحیح ہے یا غلط؟
 اُستاد - لفظ غلط ہے۔ اس واسطے کہ بدون (یا) خود مصدر ہے۔ جو کچھ عرض کیا یہ (تالیفات
 نور اللہ اور خان آرزو سے لیکن بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ چونکہ تصرف فارسیان موجود
 ہے اس لیے جواز تصرف میں کلام نہیں۔ فیصلہ اہل نظر کے سپرد ہے۔
 بزرگ - یہ بالکل درست ہے۔ جو جس کی تحقیق ہو دیا عمل کرے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ
 (بشارت) کی (با) کو صحیح اعراب کیا ہے؟ اپنی تحقیق بھی ارشاد ہو۔
 استاد - (بشارت) کی (با) زیر اور پیش کے ساتھ صحیح ہے یعنی (بشارت) اور (بشارت)
 لیکن (بشارت) زبر کے ساتھ جیسا کہ عوام بولتے ہیں بلکہ یوں کہوں کہ خواص بھی بولتے
 ہیں مع ترکیب قطعاً غلط ہے بغیر ترکیب صحیح ہے۔ چونکہ حرکت قبل جانے سے لفظ اُردو ہو گیا۔
 بزرگ - بہت وضاحت ہے جناب نے حل فرمایا۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ (اخبارات)
 کیا کیا ہے؟ درست ہے؟

اُستاد - اخبار - خبر کی جمع ہے اور عربی زبان کا لغت ہے جس کے معنی نسبت سی خبریں اب اخبارات کہنا لغت و تا کے ساتھ یعنی جمع کی جمع بنانا خلافت قاعدہ ہے۔ بلکہ غلط ہے اخبارات کی جگہ پر صرف اخبار کہنا چاہیے۔ ہاں اخبار اور اخبارات بمعنی ہریدہ اُردو ہے۔ بزرگ - میں سمجھ گیا۔ چونکہ سوال بھی اعراب کے متعلق ہے وہ یہ کہ لفظ (بقراط) ہے کہ پیش ہے یا زبر؟

اُستاد - لفظ حقیقاً (بقراط) زبر کے ساتھ ہے۔ یونان کے مشہور حکیم کا نام ہے لیکن پیش کے ساتھ جیسا کہ موما لوگ بولتے ہیں غلط ہے۔ اُردو ہونے کی حیثیت سے تنہا یعنی بغیر ترکیب بولا جاسکتا ہے۔

بزرگ - واقعاً آپ کے محقق ہونے میں کلام نہیں۔ پانچواں سوال عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ لوگ (بکارت) (با) کو زبر دے کے بولتے ہیں صحیح ہے؟ اُستاد - زبر کے ساتھ صحیح ہے۔ اس کے معنی دوشیزگی - مزمل آغا غلام دصراح کشف و منتخب میں بالغ ہے۔ لیکن زبر کے ساتھ جیسا کہ عوام یا بعض خواص بولتے ہیں غلط ہے۔ مع ترکیب بالکل غلط - بغیر ترکیب خیر۔

بزرگ - خوب تقرر فرمائی، خوب حوالے دیے۔ ماضی رائدہ - چھٹا سوال بھی ملاحظہ ہو وہ یہ کہ لوگ (اُدبار) بولتے ہیں - صحیح ہے؟

اُستاد - (اُدبار) لغت کو زبر کے ساتھ صحیح ہے جس کے معنی منتخب الفاظ میں دلچسپی پیڑھ دکھانے کے ہیں لیکن (اُدبار) زبر کے ساتھ جیسا کہ عوام و خواص اکثر استعمال کرتے ہیں اور مفلس ہو جانے کے معنی میں بولتے ہیں قطعاً غلط ہے۔ اُردو فرض کرتے ہوئے بالغ چنداں قباحت نہیں لیکن مع ترکیب استعمال کرنے میں کلام کیا بلکہ غلط ہے کیونکہ حرکت بدل جانے کے بعد لفظ اپنی زبان کا معنی جہاں کا نہیں رہتا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس زبان والے دوسری زبان کے لفظ کو حرکت بدل کے بولتے ہیں لفظ انھیں کی زبان کا

مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ ادباً کی لفظ مثال میں خود موجود ہے۔

بزرگ۔ مطلب سمجھ گیا۔ جناب (لفظ) کو مونث بولے۔ میں سمجھتا تھا مذکر ہے۔

اُستاد۔ زبان اُردو میں (لفظ) کو مونث بھی بولتے ہیں اور مذکر بھی بولتے ہیں۔ میں نے اُردو زبان کی قید لگائی۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ عربی زبان میں بھی دونوں طرح بولا جاتا ہے کبھی اس کی طرف ضمیر مونث پھیرتے ہیں کبھی ضمیر مذکر پھیرتے ہیں جیسا کہ (منی) عربی زبان کے قواعد کی ایک کتاب ہے اُس میں صاحب منی نے (لفظ) کی تعریف میں اسی سبب سے (کا تختہ) کہا ہے یعنی لفظ مثل خنثا کے ہے۔ عورت بھی ہے مرد بھی ہے۔ میرے نزدیک اُردو زبان میں دونوں طرح بولنا صحیح۔

بزرگ۔ معاف فرمائیے گا اعتراض مقصود نہیں۔ ساٹواں سوال یہ کہ (جُنت) صحیح ہے یا غلط؟ اُستاد۔ (جُنت) غلط ہے اس کے بجائے (جیفہ) بولنا چاہیے بالخصوص جب عطف و اضافت کے ساتھ ہو۔ تنہا جُنت بولا جاسکتا ہے۔ اُس قاعدے سے جو برابر عرض کرتا آتا ہوں یعنی اُردو سمجھتے ہوئے۔

بزرگ۔ آٹھواں سوال میرے نزدیک ذرا پیچیدگی رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ (کلگی) بتشدید کاف فارسی صحیح ہے؟

اُستاد۔ عوام میں تو (کلگی) بتشدید کاف فارسی ضرور مشہور ہے لیکن غلط ہے جیسا کہ اس شعر میں نظم ہے۔

ترتاج پر نور متاب ہے چنہ بھی کلگی بھی نایاب ہے

لیکن بسکون لام نظم کرنے میں قباح نہیں مقتضایہ ہے کہ کلگی کا لفظ بغیر ترکیب فارسی ہو یعنی مضاف و مضاف الیہ وغیرہ نہ ہو اگر (کلگی تھنہ) یا (ردن کلگی) بضرورت فارسی نظم کیا جائے تو کلگی بتشدید لام نظم کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

سرکا کل حور از بدر لگی سر سخت خرد دست از کلگی

غالباً مطلب تو واضح ہو گیا ہوگا۔

بزرگ۔ بالکل۔ اس سے زیادہ یا بہتر کون بیان کر سکتا ہے۔ وائس سوال یہ ہے کہ (منحصر) (سر) اور (در) کا قافیہ ہو سکتا ہے؟

اُستاد۔ نہیں ہو سکتا۔ صحیح لفظ (منحصر) ہے یعنی (صاد) کو زیر ہے۔ اس لیے کہ منحصر عربی لغت ہے اسم فاعل ہے باب افعال سے آیا ہے۔ اور باب افعال لازم ہے۔ چونکہ لازم باب سے ہے اس لیے مفعول ہونے کی صورت سے استعمال کرنا صحیح نہیں اگر متعدی باب سے ہوتا تو قافیہ (سر) اور (در) ہو سکتا تھا۔ لہذا ہمیشہ منحصر کو بصر صاد نظم کرنا چاہیے بلکہ نشر بھی اسی طرح استعمال کرنا چاہیے۔

بزرگ۔ واہ واہ۔ خوب بیان فرمایا۔ دستاں سوال بھی حل فرما دیجیے۔ لوگ بکثرت (عزیز دار) بولتے ہیں کیا صحیح ہے۔

اُستاد۔ (دار) زائد ہے کیونکہ عزیز خود اسم فاعل ہے جس کے معنی قرابت رکھنے والا اب (دار) جو خود علامت فاعلیت ہے اضافہ کرنے سے کیا حاصل تعلیم یافتہ لوگوں کو احتیاط لازم۔

بزرگ۔ اب جناب کی زحمت ختم کرنا چاہتا ہوں گیا رتھواں سوال عرض کرتا ہوں حل فرما دیجیے وہ یہ کہ جس علم کے حاصل کرنے سے قطع کر سکتا ہے۔ اسے (عروض) عین کو پیش دے کے صحیح ہے یا زبردے کے صحیح ہے۔

اُستاد۔ لفظ (عروض) بھمتین یعنی (عین) اور (رے) کو پیش اس کے معنی ظاہر ہونے اور عارض ہونے کے ہیں اور (عین) کو زیر (رے) کو پیش کی صورت میں نام ایک علم کا ہے جس کے سبب سے بحر وغیرہ پر عبور ہو جاتا ہے۔

بزرگ۔ میں ہمیشہ (عین) کو پیش دے کے بولتا تھا اب زبردے کے بولا کر دس گا۔ کیونکہ آپ کے ایسے محقق نے تصحیح کی ہے۔

اُستاد۔ میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا ہے۔ لغات میں اسی طرح تحریر ہے میں ہمیشہ محقق بات کہتا ہوں۔

بزرگ۔ یہ واقعہ ہے۔

اُستاد۔ آپ یہ کیا بولے جس محل پر آپ نے واقعہ کا لفظ صرف کیا۔ بالکل نیا صرف ہے۔ جو بے محل ہے۔ آپ کو (واقعاً ایسا ہے) یا (واقعی ایسا ہے) کہنا چاہیے تھا۔ اب یہ عجیب طریقہ نکلا ہے کہ بات سننے کے بعد لوگ کہتے ہیں 'یہ واقعہ ہے'۔ آپ فرمائیے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

بزرگ۔ بیشک میں بے محل بولا۔ جناب نے خوب توجہ دلائی ورنہ ہمیشہ یونہی بولتا۔ بس ایک باضواں سوال اور حل فرمادیجئے میں مرض ہوں۔ وہ یہ کہ (بجل) حائے حطی سے لکھنا صحیح ہے؟

اُستاد۔ اصولاً تو غلط ہونا چاہیے اس لیے کہ (بجل) فارسی زبان کا لفظ ہے اس کا مصدر (ہلیدن) ہے جس کے معنی 'چھوڑنا' ہیں اُس سے امر بنا (ہل) (با) حسب قاعدہ اضافہ کر کے (ہبل) بولنے لگے۔ خدا معلوم ہائے ہوز کو حطی کیوں لکھنے لگے اور کیوں جائز قرار دے لیا۔ آج تک یہ سلسلہ میری سمجھ میں نہ آیا۔ بہر طور اب اگر ہائے حطی سے لکھیے تو قباحت نہیں کیونکہ رسم الخط ہی ہے۔ پابندی ضروری ہے۔

بزرگ۔ بہت خوب۔ میں نے بہت زحمت دی، معافی کا خواستگار ہوں۔ زندہ رہا تو پھر کبھی حاضر ہوں گا۔

اُستاد۔ کوئی زحمت نہیں ہوئی بلکہ دل خوش ہوا آپ ضرور تشریف لایا کیجیے۔

بزرگ۔ بہت مناسب۔ اب اجازت چاہتا ہوں، بہت جلد پھر حاضر ہوں گا۔

اُستاد نے خدا حافظ کہتے ہوئے کھڑے ہو کے رخصت کیا اور زنان خانے میں تشریف لے گئے۔ دن اور ایک رات گزرنے کے بعد صبح کو بارہ بجی کسی دوست کے یہاں تشریف لے گئے۔

جمعہ کو واپسی ہوئی۔ دن بھر اجاب سے ملتے رہے رات کو نستی کی وجہ سے سویرے سے آرام کیا۔ صبح کو بیدار ہوئے اور بعد فراغت نماز و تعقیبات کمرے میں فرکشی ہوئے کہ یکایک نواب صاحب نئی غزل لے کے آپہنچے اور سلام کر کے سامنے بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ کیسے غزل کہی۔ پڑھیے۔

نواب۔ جی عرض کی ہے۔ (جیب سے غزل نکال کے مطلع پڑھا)۔

اصلاح نمبر ۹

غزل نواب - مطلع

بعد اک مدت کے اُس گل کی زیارت ہو گئی اور رقیبوں نے وہ باتیں کیں عداوت ہو گئی اُستاد۔ میرا ضمیر اس کو گوارا نہیں کرتا کہ آپ کے ہر شعر پر اصلاح دوں۔ مگر فرض منصبی مجبور کرتا ہے کہ عیوب شعر سے آگاہ کر دوں۔ میں اُن لوگوں میں نہیں جو تلامذہ سے رموز نکات شاعری چھپاتے ہیں تاکہ شاگرد کبھی دعویٰ ہمسری نہ کر سکے بلکہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ گھول کے پلا دوں نواب۔ حضور ضرور اصلاح فرمائیں اور اگر مناسب ہو تو مطلع کاٹ دیں مجھے کوئی ملال نہ ہوگا۔ میں بھی اُن لوگوں میں نہیں جو اپنے شعر کو الہام ربانی کہتے ہیں۔ میں صرف اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ کسی قابل ہو جاؤں۔ حضور فرمائیں۔

اُستاد۔ وہی عیب ہے ایک بار شاید سمجھا بھی چکا ہوں یعنی دو نخت ہونا۔

نواب۔ دو نخت کو ایک بار حضور پھر سمجھا دیں۔

اُستاد۔ چاہیے یہ ہے کہ شعر کے دونوں مصرعوں میں ربط و سلسلہ و تعلق ہو۔ اور جب یہ اوصاف یعنی ربط و تعلق دونوں مصرعوں میں نہ ہوگا اُسے دو نخت کہیں گے۔ دو نخت اس لیے کہتے ہیں کہ چونکہ شعر کو ایک خیال کا مجموعہ ہونا چاہیے جو دونوں مصرعوں میں تمام ہو جائے۔ جب ایک مصرع الگ اور دوسرا مصرع الگ ہوگا تو دو نخت کہلا یا جائے گا۔

آپ کے مطلع میں پہلے مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ بعد عرصہ دراز کے اتفاقاً یہ معشوق کا دیدار ہو گیا جو حقیقتاً عاشق کے لیے نعمت غیر مترقبہ کہا جاسکتا ہے۔

دوسرے مصرع میں۔ رقیبوں کی دراندازی کی شکایت اور محبوب کی نفرت و عداوت کا شکوہ۔ غور کیجیے کہ باہمی دونوں مصرعوں میں آخر کیا تعلق ہے۔

زیارت ہونے سے اور عداوت ہو جانے۔ یہ کیا تعلق؟ ہاں زیارت کی جگہ اگر لفظ محبت ہوتا تو کچھ دست و گریباں ہو جاتا۔ یعنی اگر ایک زمانے کے بعد محبت ہوئی بھی تو دشمنوں کی وجہ سے تبدیل بہ عداوت ہو گئی۔ لہذا مطلع کو یوں کر دیکھیے تو عیب مذکور نکل جائے گا۔

جب بُت بے پیر سے مجھ سے محبت ہو گئی ان رقیبوں نے وہ باتیں کیں عداوت ہو گئی
نواب۔ نہایت مناسب۔ بہت خوب۔

اُستاد۔ خوب یاد آیا۔ ایک عیب قافیہ کا مطلع میں موجود ہے جس کا سمجھا دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ زیارت اور عداوت یہ دونوں قافیہ ہیں ہر دو قوافی میں (تا) ردی ہے۔ ردی اُس کو کہتے ہیں جس پر بنائے قافیہ ہو۔

قاعدہ

الف تاسیس قبل ردی آتا ہے اور ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔ اور الف تاسیس ردی کے درمیان ایک حرف اور ہوتا ہے جس کو اصطلاح عروضیین میں (ذخیل) کہتے ہیں جس کو متحرک ہونا ضروری ہے مثلاً خاور۔ یاد۔ مائل۔ سائل وغیرہ۔ یہ بھی قاعدہ ہے کہ اختلاف ذخیل جائز ہے۔ جیسے زیارت۔ عادت میں حقیقتاً ذخیل (را) ہے اور عادت میں (وال) اگر حرف تاسیس کی قید کر دی ہے اور مطلع کے دونوں مصرعوں میں موجود ہے تو قاعدہ تاغزل کے ہر شعر میں حرف تاسیس کی قید کرنا ضروری ہوگی۔ ورنہ عیب کہے جانے کے قابل ہے اور اگر مطلع میں قید نہیں کی ہے جیسے یاد و گوہر وغیرہ تو اختیار ہے کہ غزل میں جتنے شعر ہوں سب میں جو چاہے قافیہ نظم ہو عام اس سے کہ حرف تاسیس والا ہو یا تاسیس والا حرف نہ ہو۔

اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے۔ میں نے جو اصلاح دی ہے وہ درست ہے میرے مطلع میں قید تائیس نہیں ہے۔ پہلے مصرع میں قافیہ محبت دوسرے میں عداوت ہے لہذا صحیح ہے۔

نواب۔ جناب نے بہت صاف مطلب بیان فرمایا جو بالکل ذہن نشین ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خیال رکھوں گا۔

قبر پر تم آئے اور میں کروٹیں لینے لگا (۲) روکش گلزارِ جنت میری تربت ہو گئی اُستاد۔ آپ کا شعر نا مکمل ہے۔ مصرع نہیں لگا، تعلق باقی نہیں۔ غالی قبر پر آنا اور کروٹیں لینا اور قبر کا گلزارِ جنت ہونا۔ ان میں کوئی ربط نہیں۔ مصرع اذل اگر یوں ہو تو شعر مکمل و مستحسن ہو جائے گا۔

پھول دو تم نے چڑھائے ہو گیا دل باغ باغ روکش گلزارِ جنت میری تربت ہو گئی رعایت لفظی بہت ضروری چیز ہے۔ مثلاً گلزار بنانے کے لیے پھول کا ذکر۔ دل کا باغ باغ ہونا لازمی چیز ہے۔ ان باتوں کا آئندہ لحاظ رکھیے گا۔

نواب۔ ضرور تعمیل ارشاد کروں گا۔

دل اُلجھتا ہے جو خشک ہو جاتے ہیں انھوں کے اشک (۳) اس قدر رویا کہ روتے روتے عادت ہو گئی اُستاد۔ ارے۔ پھر حرف گرا دیا۔

نواب۔ حضور کس مصرع میں؟

اُستاد۔ پہلے مصرع میں یا خشک کا (کاف) گر گیا، یا ہو کی (با) بہر طور دو میں سے ایک حرف ققطع میں ضرور گرے گا۔

نواب۔ میں نے عروض سیفی خود دیکھنا شروع کی ہے۔ بہت سے مقامات ابھی سمجھ میں بھی نہیں آئے۔ بالخصوص بحر و کافز، زحافات سے تغیر بخود وغیرہ یہ دیکھ لیا تھا کہ کس بحر میں غزل کہہ رہا ہوں۔

اُستاد۔ اچھا بتائیے کس بحر میں غزل ہے ؟

نواب۔ (قدرے سکوت کے بعد) حضور بحر رمل۔

اُستاد۔ مسدس ہے کہ مثنیٰ اور زحاف اس میں کونسا ہے ؟

نواب۔ جی، مسدس ہے۔ یہ کہتے ہی، نہیں نہیں مثنیٰ ہے۔

اُستاد۔ مسدس و مثنیٰ کے معنی کیا ہیں ؟ زحاف کس کو کہتے ہیں ؟

نواب۔ مسدس چھ رکنی بحر۔ مثنیٰ آٹھ رکنی بحر۔ زحاف کی تعریف و معنی یاد نہیں آتے۔

اُستاد۔ چھ رکنی، آٹھ رکنی کی جگہ شش رکنی و ہشت رکنی بولا کیجیے۔ (سُنے زحاف) عروضین کی اصطلاح میں ارکان بحر میں تغیر واقع ہونے کو کہتے ہیں۔

لنوی نے زحاف کے یہ ہیں کہ کسی چیز کا اپنی اصل سے دُور ہو جانا۔ اور کم زحافت اُس تیر کہہ کہتے ہیں جو نشانے سے الگ پڑے۔

زحاف کئی صورتوں سے ہوتا ہے بلکہ تین صورتوں سے ہوتا ہے۔ اول یہ کہ تحریک حرف کو ساکن کر دیں۔ دوم یہ کہ بعض حرف رکنی کم کر دیں۔ سوم یہ کہ اصل حرف رکنی میں کچھ اضافہ کر دیں یہ بھی گوش گزار کردوں کہ جتنے تغیرات و زحافات ہیں کہ جو ارکان میں واقع ہوتے ہیں کل سنیٹش ہیں اور بعض زحافات بعض بحرؤں سے منتقص ہیں جو دوسری بحر میں آہی نہیں سکتے۔ بعض زحاف

صرف چند رکنوں میں آتے ہیں۔ اب بتائیے کہ اس میں زحاف کونسا ہے ؟

نواب۔ جی، زحاف (قدرے سکوت کے بعد) قصر ہے۔

اُستاد۔ قصر کے کتے ہیں ؟

نواب۔ یہ یاد نہیں رہا۔

اُستاد۔ قصر، سبب کے ساکن حرف کو آخر رکن میں گرا دیں اور اُس کے ماقبل کو ساکن کر دیں

جیسے 'فَاعِلَاتِنِ' سے 'فَاعِلَات' اور یہ کہ جس بحر میں آپ غزل کہہ کے لائے ہیں یہ بحر مثنیٰ

معدول ہے۔ اس میں زحاف حذف ہے۔ حذف کی تعریف یہ ہے کہ سبب خفیف کو آخر رکن سے

گرا دیں جیسے فاعلاتن سے و فاعلا، کریں پھر اُس کو فاعلن، کر دیں۔ اب آپ کو قطع کر کے بتا دیں
دل اُلجھتا ۔۔ ہے جو خشکو ۔۔ جاتے ہیں آں ۔۔ کھونکے اشک

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

آخر رکن میں فاعلن سے فاعلان اس لیے ہوا کہ زحافت تسبیح آگیا۔ تسبیح سبب خفیف
کے درمیان ایک الف کی زیادتی کو کہتے ہیں۔

اب آپ سمجھ کر (ہا) گر گئی۔ (خشک ہو کا) (خشکو) رہ گیا۔

نواب۔ میں سمجھ گیا مگر بخیر کسی سے پڑھے کام نہیں چل سکتا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ قاری
یعقوب علی خاں صاحب نصرت سے بلوادوں گا اُن سے پڑھ لینا۔ اگر حسینہ دو بیٹے اُن سے
پڑھ لوں تو یہ عیوب نہ آنے پائیں۔

اُستاد۔ بیشک میں نے کہا تھا۔ میں ابھی ایک رقعہ لکھ دیتا ہوں۔ آپ اُن کو دیکھیں گے
وہ میری تحریر کا بہت خیال فرمائیں گے اور آپ کو پڑھا دیں گے۔ یہ کہہ کے سادہ کاغذ اٹھایا
اور رقعہ لکھنا شروع کیا :-

عالی جناب علی القاب فرزدق دُورں دُعل زماں دام لطمکم

پس از سلام سنون الاسلام۔ معروض آنکہ بفضلہ المنان بخیر رہا ہوں۔ باعف شرح
عرضہ ہذا یہ ہے کہ میرے شاگرد رشید نواب سید خورشید حسین صاحب اُمید حاصل رقعہ ہذا
ہنایت خاندانی شخص ہیں۔ شاعری کے شوق نے مجبور کیا کہ مجھ سے سلسلہ تلمذ قائم کریں چنانچہ گو
ابتدا ہے مگر برابر غزلیں کہہ کے لاتے ہیں اور اصلاح لیتے ہیں۔ انھیں موزوں، ناموزوں کا امتیاز
نہیں۔ لہذا جناب کے کرم سے امید ہے کہ عروض سیفی وغیرہ پڑھا کے اس قابل بنادیں گے کہ
صحیح قطع کر سکیں اور علم عروض و قافیہ سے قدرے واقف ہو جائیں۔ اپنی ناسازی مزاج کی وجہ
سے عرصے سے حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ اشتیاق دیدار از حد ہے۔ فقط

خیر طلب ہمسفر عراں

صندوقچے سے لفاظ نکالا، خط لفافے میں رکھ کے پتہ لکھ دیا۔

بوندِ تعالیٰ

گولہ گنج - متصل مکان جناب میاں عنبر صاحب (شیدی)

بخدمت فیضِ درجبتِ عرفی دُورِ ایں، فردوسی زماں عالیجناب سید قاری یعقوب علیاں صاحب

المتخلص بہ نصرتِ مظہرِ العالی

مشفوع باد

اور نواب صاحب کو یہ کہہ کے دیا کہ آج ہی بل لیجیے گا۔ کل کا دن اچھا ہے پڑھنا شروع کر دیجیے گا۔

نواب - (رقمہ جیب میں رکھ کے) بہت خوب -

اُستاد - دوسری چیز یہ کہ آپ نے پھر سرقہ کیا اور سرقہ بھی اتنے بڑے اُستاد کا کہ بجلی خوشگونی سلم

نواب - حضور وہ کون ؟

اُستاد - وہ، خدائے سخن حضرتِ عشق رحمہ -

نواب - وہ تو مرثیہ گو گزرے ہیں۔ میں نے اُن کا ایک مرثیہ بھی دیکھا ہے جس کا مطلع

کھینچ اے قلمِ مرقعِ صحرائے کر بلا

اُستاد - آپ نے مرثیہ کو کیسا پایا۔ پسند آیا یا نہیں ؟

نواب - حضور، میں کیا اور میری پسند کیا۔ مرثیہ خوب ہے۔

اُستاد - عشقِ مروجم کا جواب نہیں۔ خدا کی قسم قلم توڑ دیا۔ اُن کے مرثیہ جانِ ادب و روحِ تخیل

ہیں۔ مروجم نے اپنی زندگی زیادہ تر جوارید الشہداء میں گزاری یعنی عراق میں اٹھارہ سال رہے۔

آج بھی دنیا تسلیم کیے ہوئے ہے کہ خوشگونی میں یا حضرتِ انیس گزرے ہیں یا حضرتِ عشق رحمہ

ان دو کا تو جواب ہو ہی نہ سکا۔

نواب - درست ہے۔ کیا غزل بھی کہتے تھے ؟

اُستاد - غزلیں تو ایسی کسی ہیں کہ دنیا کو ماننا پڑا کہ یا لکھنؤ میں آتش خوشگو گزرے ہیں یا عشق رحمہ

ان دو کا جواب سرزمین لکھنؤ پیدا کر سکی۔ ایک مختصر سا دیوان مرحوم کا چھپا ہے، آپ نے نہیں دیکھا؟
 نواب۔ جی نہیں، میں نے دیوان نہیں دیکھا۔ یہ مختصر کیوں چھپا؟
 استاد۔ مختصر اس لیے چھپا کہ تشق مرحوم فرماتے تھے کہ میں دُنیا میں صرف، مراحِ حسین کے لیے
 آیا ہوں۔ غزلِ تفتنِ طبع کے لیے کہہ لیتا ہوں۔ مرحوم نے اپنی غزلیں آخر وقت میں خود جلا دیں
 اور یہ وصیت کی کہ میری غزلیں جن صاحب کے پاس ہوں میرے بعد طبع نہ کرائیں اگر طبع کرالیں گے
 تو حشر میں دانگیہ ہوگا۔ چنانچہ ان کی اولاد نے طبع نہیں کرائیں۔ حضرت عزیز لکھنوی نے غزلیں
 جمع کر کے چھپوا دیں جو دیوان کی شکل میں ہیں، اور چند ہیں جس پر حضرت عزیز دام ظلہ نے ایک تقریظ
 بھی لکھی ہے جو قابلِ دید ہے۔ آپ یہ دیوان ڈھونڈھ کے خرید کیجیے اور از اول تا آخر
 ضرور دیکھ ڈالیے۔

نواب۔ تعمیل ارشاد کر دیں گا۔ حضور وہ شعر کونسا ہے جس سے میرا شعر لڑ گیا؟
 استاد۔ ہاں خوب یاد دلایا۔ وہ شعر جو جناب تشق کا مایہ ناز اور زبانِ زودِ خلعت ہے یہ ہے۔
 اب اگر تخفیف ہوتی ہے تو گھبرا ہوں میں درِ دل اسے دفن سے ہے کہ عادت ہو گئی
 نواب۔ واقعاً حضور نے درست فرمایا، لڑ گیا۔ کیا خوب شعر ہے۔ وائیں اس شعر کا جواب نہیں۔
 استاد۔ اپنا شعر نکال ڈالیے۔ اور پڑھیے۔
 نواب۔ بہت خوب۔

سب منازلِ عشق کی طے ہو گئیں لے قلبِ زار (۴) پھر بھی کوسوں دور تجھ سے شامِ وصلت ہو گئی
 استاد۔ منازلِ منزل کی جمع ہے اور منزلِ عربی زبان کا لغت ہے لہذا (طے ہو گئیں) کے
 بجائے (طے ہو گئے) ہونا چاہیے۔

قاعدہ

جب کسی واحد کی جمع اردو زبان میں استعمال کریں گے تو ہمیشہ مذکر بولیں گے۔ عام اسے
 کہ واحد مذکر ہو یا مؤنث۔ جیسے منزل، منازل، محفل، محافل، غریب، غریب۔

اگر عربی زبان میں بیٹھے عربی قاعدے سے کسی جمع کو ٹونٹ ہی کیوں نہ بولتے ہوں مگر اردو زبان میں اُسے مذکر ہی بولیں گے۔

کچھ عربی داں قابلِ دلائل حضرات نے جو قریب بہ اجتہاد پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ نیا قاعدہ نکالا ہے کہ جو واحد ٹونٹ ہوگا اُس کی جمع بھی ٹونٹ بولیں گے اور لکھیں گے۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے گا تو جواب یہ دیں گے کہ چونکہ عربی زبان میں جمع ٹونٹ بولی جاتی ہے اس لیے ہم بھی ٹونٹ بولتے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ عربی قواعدِ اعرابی زبان کا حکم اردو میں جاری نہیں ہو سکتا۔ عربی تعلیم یافتہ اکثر وعظ و پند کے محل پر یا مجلس پڑھتے ہیں بول جاتے ہیں (بہت سی احادیث موجود ہیں) درِ مخالفیکہ (بہت سے احادیث موجود ہیں) کہنا چاہیے۔ آج سے ڈیڑھ سو سال قبل اہل زبان عربی جمع کو ٹونٹ بول جاتے تھے جیسے کہ امثالہ سے پتا چلتا ہے لیکن سو، ڈیڑھ سو سال سے اس وقت تک شعرا اردو مستند اہل زبان کا معمول یہی رہا کہ مذکر بولیں

نواب جس کا واحد ٹونٹ ہو اُس کی جمع کو ٹونٹ بولنے میں تو کوئی قباحت نہ ہونا چاہیئے اس لیے کہ واحد ٹونٹ ہے۔ جسے مجلس سے جہاں اس۔ اور جس کا واحد خود مذکر ہو اس کی جمع مذکر بولنا چاہیئے کیونکہ واحد مذکر ہے؟

استاد۔ قیاس کا یہاں دخل نہیں صرف زبان کا صرف دکھا جائے گا۔ اگر یہ کہیے گا کہ واحد ٹونٹ ہے لہذا جمع بھی ٹونٹ بولی جائے تو فرمائیے کہ مصیبت کی جمع مصائب۔ کیا بولے گا؟ مصائب پڑے یا مصائب پڑیں؟ (نواب نے سر جھکا لیا) یہ بھی بتا دوں کہ یہ حکم عربی لفظ کی جمع میں جاری ہوگا۔ اس شعر میں سوائے عیب مذکور کے کوئی اور عیب نہیں۔ ہو گئیں کی جگہ ہو گئے لکھ کے اور پڑھیے۔

سب منازلِ عشق کے طے ہو گئے اے قلبِ زار پھر بھی کو سوں دُورِ تنہ سے شامِ وصلت ہو گئی
نواب۔ لکھ کے۔

کی مری اس حد دل آزادی مرے اجا بنے پھٹ گیا میرا جگر دُنیا سے نفرت ہو گئی
اُستاد - خوب - (اس حد) محاورہ نہیں ہے بلکہ (اس حد کی) - مصرع اول میں یہ بہت بڑا
عیب ہے - مصرع ثانی میں (جگر پھٹنا) نفرت ہونے کے معنی میں آپ نے استعمال کیا
ہے درآ خالیکہ نہ کسی اُستاد نے آج تک استعمال کیا نہ یوں عوام بولتے ہیں - دل پھٹنا ہے -
کلیجہ پھٹنا ہے مگر جگر پھٹنا یہ پہلی مثال ہے - آپ سے قبل کسی نے استعمال نہ کیا ہوگا -
مثال - ذیل کے شعر میں دل پھٹنا استعمال کیا گیا ہے :-

داعِ دہلوی

گردل پھٹا ہے مجھ سے ترا سہل ہولاج یا یہ بھی چاک جیب مری جان ہو گیا
مثال - ذیل کے شعر میں کلیجہ پھٹنا استعمال کیا گیا ہے :-

جہاں لکھنوی

چمن میں کس پگریاں گلوں نے چال کیا کلیجہ دیکھ کے پھٹنا ہے عندلیبوں کا
جگر کے استعمال کی چند مثالیں یاد آگئیں مَن لیجیے - (جگر خون ہونا) -

آتش

بکریوں پان کھا کے کرچے لعل بدنتاش کا کلو ہندی جو پھیرا چاہتے ہو پنجہ مر جاں کا
نہایت فصیح محاورہ ، عام و خاص سب بولتے ہیں - آج سے سو سال قبل سے بولا جاتا ہے -
لکھنؤ ، دہلی کا مشترک صرف ہے -

جگر پھٹنا یعنی صدمہ ہونا ، تکلیف ہونا ضرور فصیح ہے - گو دہلی کا خاص صرف ہے
شاید ہی کسی اہل لکھنؤ نے استعمال کیا ہو - بہر طور معنی مذکور میں بولا جاسکتا ہے لیکن وہ معنی
جو آپ نے مراد لیے ہیں - نفرت ہو جانا ، پھر جانا - یہ استعمال تو میں پہلے ہی کہہ چکا کہ مفقود ہے

داعِ دہلوی

مثال - پھٹنا ہے جگر دیکھ کے قاصد کی مصیبت پوچھو تو یہ کتا ہے کہ میں کچھ نہیں کتا

جگر تھامنا۔ یہ محاورہ بھی فصیح ہے۔ راج الوقت ہے۔ عام و خاص سب بولتے ہیں۔

مثال۔ داغ دہلوی

اُس بُت کی جو یاد آئی ہمیں خلد بریں میں اُفت کر کے جگر تھام لیا اشک بھر آئے
جگر پھٹکنا۔ یہ محاورہ بھی فصیح ہے۔ راج الوقت ہے۔ عام، خاص سب بولتے ہیں۔

مثال۔ انیسر مینائی

جلتا ہے اُفت سے جود ل پھٹکتا ہر فرقے کے جگر اُفت ہیں دوداغ کن ایکس طرک یکس طر
جگر کانپنا۔ یہ صرف بھی خاص ہے اور برابر فصحا لکھنؤ، دہلی بولتے اور استعمال کرتے ہیں۔

مثال۔ انیسر مینائی

میرا جگر تو کانپ گیا اُس نگاہ سے اُس سنگدل کا دل نہ ہلا میری آہ سے
جگر خراش ہونا۔ قدیم محاورہ ہے۔ عام، خاص سب بولتے ہیں۔ فصیح بھی ہے۔

مثال۔ غالب دہلوی

میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش تو اور ایک دہش نیند کہ کیا ہوا
جگر کھودنا۔ حضرت غالب نے صرف فرمایا ہے، اہل لکھنؤ میں کسی نے استعمال نہیں کیا
بہر طور صرف موجود ہے۔

مثال۔ غالب دہلوی

پھر جگر کھودنے لگا ناخن آمد فضل لالہ کاری ہے
جگر داری۔ بہت قدیم صرف ہے حضرت میر تقی میر نے استعمال کیا ہے۔ موجودہ دور میں بھی فصیح ہے۔

مثال۔ تیسر دہلوی

بیقراری میں نہ لبرے اٹھا ہرگز ہاتھ عشق کرنے کے تئیں شرط جگر داری ہے
جگر کر جانا۔ سودا ایسے استاد کا صرف کیا ہوا محاورہ لیکن موجودہ دور میں غیر فصیح ہے،
مترک ہو چکا۔ ہاں اُن کے زمانے میں ضرور فصیح تھا۔ بہر طور صرف موجود ہے۔

مثال -

سودا

جا ہی بھڑا اُس صفتِ مرگاں سے یار دل تو بڑا سا ہے جگر کر گیا
جگر پانی ہونا۔ یہ صرف بہت کم ہے، عوام بہت کم بولتے ہیں۔ بجائے اس کے دل
پانی ہونا زیادہ بولا جاتا ہے۔

مثال -

شاد لکھنوی (پیر و میر)

دیا کوئی ہمارا پانی جگر ہوا ہے اک چوٹ سی لگی ہے جب دل دکھا کسی کا
میں نے چند مثالیں جگر کے صرف کی آپ کے سامنے پیش کیں۔ جن سے آپ یہ نتیجہ
نکال سکیں گے کہ آپ نے جن معنی میں صرف کیا ہے اُن معنی میں کوئی مثال آپ کے سامنے
نہیں آئی لہذا آپ کا صرف یعنی جگر بھٹنا نفرت کے معنی میں کسی نے استعمال نہیں کیا۔
یہ امر طے شدہ ہے کہ محاورہ بنانے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ عوام جب بول لیتے ہیں
اور استعمال میں کثرت ہو جاتی ہے اُس وقت شعرا نظم کرتے ہیں۔ جب مستند مانا جاتا ہے۔
مثلاً چار دن کی چاندنی کے بجائے پانچ دن کی چاندنی اُسی موقع پر کوئی استاد بولے تو فصیح
نہیں مانا جاسکتا ہے اسلئے کہ اگر اساتذہ کو محاورہ بنانے کا حق دے دیا جائے تو دنیا کو
حق ہو جائے گا کہ دوچند، سہچند، چہارچند، ڈھچند بولتے بولتے پانچچند، سٹشچند،
ہفتچند، ہشتچند، نہچند، یازدہچند، دواڑہچند بولنے لگے۔ درآخالیکہ اگر ایسا کیا جائے
تو اعتراضات کی بھرمار ہو جائے گی۔ لہذا یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ جو صرف ہو وہی بولنا چاہیے
اپنی حدتِ طبع سے کام نہ لینا چاہیے۔ آپ اپنے شعر کو یوں بدل دیجیے۔

کی مری اتنی دل آزاری مرے احباب نے پھٹ گیا دل مجھ کو عالم بھر سے نفرت ہو گئی
نواب - بہت مناسب۔

تیری ذہنیت سے عاجز ہوں بس لے ناصحِ خموش (۶) اب نہ سمجھا مجھ کو مئے پینے کی عادت ہو گئی
اُستاد - ذہنیت کا لفظ میں نے آج ہی سنا کیا معنی ہیں۔ کیا آپ نے وضع کیا ہے؟

نواب - جی نہیں، میں نے وضع نہیں کیا۔ ایک اخبار پڑھا تھا اُس میں (جنوں کی ذہنیت) سرخی تھی میں سمجھا کہ لفظ صحیح ہے، صرف کر دیا۔

اُستاد - بالکل غلط ہے۔ آئندہ کبھی استعمال نہ کیجیے گا۔ ذہنیت کا وجود کسی لغت میں نہیں ملے گا۔ بجائے اس کے مصرع یوں کر دیجیے۔

تیری اس خصلت کے عاجز ہوں بس لے نا صغوموش اب نہ سمجھا مجھ کوئے پینے کی عادت ہو گئی
نواب - بہت خوب ہے

کیوں نہ ہو محکوم دعا پر نازلے میرے کریم (۷) جب گناہوں پر ہوا نادم اجابت ہو گئی
اُستاد - واہ، کیا اجابت ہو گئی۔ یہ شعر کسی ظریف کا معلوم ہوتا ہے۔ (آج اُستاد کو غیر معمولی ہنس آگئی) ایک بات بتائیے؟

نواب - حضور دریافت فرمائیں۔

اُستاد - جب کوئی شخص پانچ خانے واپس آتا ہے اور قبض سے پریشان ہوتا ہے تو آپ کیا پوچھتے ہیں؟

نواب - جی، یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اجابت ہوئی؟ (یہ کہہ کے خود نواب ہنسنے لگے اور کہنے لگے) جی ہاں یہ قافیہ نظم کرنے کا نہیں تھا۔ دھوکا کھا گیا اور خود ہنسنے لگے۔

اُستاد - آئندہ ضرور خیال رکھیے گا ورنہ کسی محفل میں ہنسی ہو جائے گی۔ ایک بات اور بتا دوں۔ یہی چیز جس کے سبب سے انسان یعنی شاعر کو آخر وقت تک ضرورت ہے کہ ایک سنبھالنے والا رہے۔ آج کل کے شاعر خود رو، اصلاح لینا عیب سمجھتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذلت اٹھاتے ہیں۔ خیر، جس کی سمجھ میں آتا ہے دیا کرتا ہے شعرا کا ٹیپجی۔

نواب - جی، بہت اچھا۔

ہم چلے ہیں آج سوئے بستی ملک عدم (۸) اس قدر دنیا میں اب رہنے سے نفرت ہو گئی
اُستاد - (سوئے بستی ملک عدم) ترکیب غلط ہے اس لیے کہ ہمیشہ فارسی لفظ کی ترکیب

فارسی سے دی جاتی ہے یا عربی کی فارسی سے، لیکن طے شدہ مسئلہ یہ ہے کہ کبھی اُردو کے اضافت و عطف فارسی کی طرف یا فارسی کے اضافت و عطف اُردو کی طرف نہیں کرتے۔ آپ کے شعریں (سوئے) فارسی لغت - (بستی) اُردو لغت - (ملک) عربی لغت - اسذا ترکیب صحیح نہیں۔

قاعدہ

ایک صورت جواز ہے وہ یہ کہ جب کوئی لفظ علم ہو یعنی نام تو فارسی یا عربی لفظ کے عطف و اضافت درست ہوں گے جیسے شہر گھنڈ، ملک اودھ، زمین رامدین وغیرہ اس کے علاوہ کوئی صورت صحیح نہ مانی جائے گی۔ یہ شعریں کر دیجیے۔
آج گھبرا کے چلے ہیں جانب ملکِ عدم اس قدر دنیا میں اس بات سے نفرت ہو گئی
میں آپ کی حیثیت و قابلیت کے موافق شعر بناتا ہوں۔ جو حق اصلاح ہے وہ نہیں ہوتا
اور پڑھیے۔

نواب۔ جی، درست۔ ایسا ہی ہونا چاہیے۔

کیا کروں فکرِ رہائش چاروں کے واسطے (۹) دلِ مرا مژدہ ہوا دنیا سے نفرت ہو گئی
اُستاد۔ رہائش کون سی چڑیا ہے؟ کس زبان کا لفظ ہے؟ سننے کیا ہیں؟
نواب۔ (گھبرا کے، تھوڑے سکوت کے بعد) حضور، لوگ بولتے ہیں۔ بڑے بڑوں کو بولتے سنا ہے۔

اُستاد۔ لوگ بولتے ہیں بھکارتے ہیں۔ یہ لغت ہندوستانیوں نے بنایا ہے اور ترکیب کے ساتھ فارسی سمجھ کے بولتے ہیں۔ جن چیزوں کو سمجھاتا جاتا ہوں یاد رکھیے گا ورنہ ہمیشہ ہوکے کھائیے گا۔ رہائش لفظ غلط ہے اس کے کوئی سننے نہیں۔ جی کا لفظ جو ترکیب کے ساتھ آپ نے استعمال کیا تھا اُس کے سننے تو تھے۔ یہ لفظ یعنی رہائش بے سننے لغت کے شعریں کر دیجیے۔
کیا کروں سامانِ راحت چاروں کے واسطے دلِ مرا مژدہ ہوا جینے سے نفرت ہو گئی

نواب - بہت خوب ہو گیا -

سیری جانب سے شکوکوں کی نہیں ہے انتہا (۱۰) بات یہ پیدا رقیبوں کی بدولت ہو گئی
اُستاد - (غضبناک چہرے کے ساتھ) خوب، جمع الجمع - شکوک، شک کی جمع - عربی لغت
آپ نے شکوکوں اُردو جمع بنائی - یہ قاعدہ بالکل غلط ہے - اصولاً یا تو شکوک نظم کرنا چاہیے تھا
یا شکوں نظم کرنا چاہیے تھا - شک واحد، اس کی جمع اُردو طریقے سے (داؤن) کے ساتھ
بنائی جاتی ہے اس کے علاوہ اس لفظ کی جمع دوسرے طریقے سے زبان میں بولی ہی نہیں جاتی -
آپ کا شعر بہم بھی ہے - کس کو شک ہے؟ بات کس کو پیدا ہوئی ہے؟ معشوق کا ذکر نہ اشارہ
شعریوں بدل دیجیے -

سیری جانب سے انھیں شک ہو گئے ہیں سیکڑوں بات یہ پیدا رقیبوں کی بدولت ہو گئی
نواب - حضور، بہت خوب -

اے دلِ نافرہم تیرا کس طرف ہے کا خیال (۱۱) اُس بُتِ ظالم سے کیوں تجھ کو محبت ہو گئی
اُستاد - آپ موزوں طبع ضرور ہیں - مگر کم مشقی کو کیا کریں، مجبور ہیں - (سہ گا) میں مطلب
(سہ) پر ختم ہوا جاتا ہے (گا) بالکل زائد ہے - بہت سے لوگ مگر عوام جاہل - اکثر دہیشت
یہ بولتے ہیں کہ (ہم بازار جا رہے ہیں گے، کچھ منگاؤ گے؟) یہاں مطلب صرف (جا رہے ہیں) پر
ختم ہوا جاتا ہے (گے) بالکل زائد ہے - اس شعر کو یوں کر دیجیے -

کس طرف ہے لے دلِ نافرہم یہ تیرا خیال اُس بُتِ ظالم سے کیوں تجھ کو محبت ہو گئی
نواب - بجا، درست -
مقطع

اک زمانے بھر کی پڑتی ہیں نگاہیں آج کل دے کے دلِ امید یہی ایسی صورت ہو گئی
اُستاد - پھر عیب موجود ہے وہ یہ ہے (اک زمانے بھر) اس جملے میں (اک) زائد ہے -
یا (بھر) زائد ہے - اک زمانے کی اور زمانے بھر کی - ایک ہی معنی ہیں - دو ائمہ کا لانا
مخلی فصاحت ہے - یہ چیز بہت زیادہ غور طلب ہے -

مصرع ثانی میں صرف تقدم و تاخر سے مصرع درست ہو جائے گا۔ یوں ہونا چاہیے۔
اک زمانے کی نگاہیں پڑ رہی ہیں آج کل دے کے دل اُنید میری ایسی صورت ہو گئی
(غزل دیتے ہوئے) آئندہ محنت سے کہہ کے لائیے گا۔

نواب۔ تعمیل حکم میں ابکی کوتاہی نہ کروں گا۔ غزل لے کے جیب میں رکھی سرودھ کھڑے ہو کے
اُستاد کو سلام کیا۔

اُستاد۔ تسلیم۔ کیا قاری یعقوب علیخاں صاحب نصرت کے میاں بغرض طالب علمی جانے کا
ارادہ ہے؟

نواب۔ اسی وقت۔ پہلے اُن سے ملوں گا پھر مکان جانے کا قصد ہے۔ حضور سے اجازت چاہتا ہوں
اُستاد۔ فی امان اللہ۔

نواب کھڑے ہو کے پھر سلام کر کے رخصت ہوئے اور قدم اُٹھاتے ہوئے شہر لکھنؤ گولہ گنج کی
طرف روانہ ہوئے۔

دکچپ معلومات نمبر ۹

صبح کے ۹ بج چکے ہیں، نواب تیزی کے ساتھ جاتے جاتے دریا گنج پہنچ گئے اتفاق سے
ایک ایسے شخص سے پتہ پوچھا جو قاری صاحب موصوف کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ انھوں نے کہا
آپ تشریف لے چلیے میں بھی وہیں چل رہا ہوں۔

نواب۔ جناب قاری صاحب کو اچھی طرح سمجھ گئے؟
راہگیر۔ میں خوب سمجھ گیا۔ تشریف لے چلیے گو خلافت تہذیب ہے مگر پوچھتا ہوں کہ جناب
وہاں کیوں تشریف لے جاتے ہیں؟ کیا کام ہے؟

نواب۔ مجھے شاعری کا شوق ہے لیکن علم عروض سے بدقسمتی سے بالکل نا بلد ہوں چاہتا ہوں
حاصل کروں :-

راگبیر۔ ضرور حاصل کیجیے بغیر تحصیل علم و رض شاہی ناممکن۔ راتیں آپ کا خیال صحیح ہے۔
جناب کو کن بزرگ سے تلمذ حاصل ہے؟

نواب۔ (استاد کا نام بتاتے ہوئے) اُن کا کرم ہے جو کلام پر اصلاح فرمادیتے ہیں ورنہ میں
کیا، اور میرا کلام کیا۔

(ساتے بھر شعر و شاعری کے متعلق گفتگو رہی یہاں تک کہ جناب قاری یعقوب علیخان صاحب
کا مکان آگیا۔)

راگبیر۔ (اشارہ کرتے ہوئے) جی، یہی مکان ہے۔

نواب۔ مجھے تو اتنی نگلیاں مل گئے کہ آج دن بھر بھی مکان نہ ملتا۔ جناب خضر طریقت بن کے
مل گئے۔ ورنہ سخت پریشانی اُٹھانی پڑتی۔

راگبیر۔ جناب پریشانی اُٹھانی پڑتی، بول گئے۔ ساف فرمائیے گا، اعتراض نہیں کرتا ہوں، صرف
سمجھنا چاہتا ہوں۔ پریشانی اُٹھانا، اگر بولے تو کیا مضائقہ تھا۔ میرے نزدیک دونوں طرح
صحیح معلوم ہوتا ہے۔

نواب۔ جواب دیتا ہوں مگر ممانی چاہتے ہوئے وہ یہ کہ مہارت کے ساتھ (نی) لگاتے ہیں
مذکر کے ساتھ (نا) لگاتے ہیں۔ فعلوات لگنا تو کا یہی طریقہ ہے اور یہی قطع بھی ہے مثلاً (معبود
اُٹھانی پڑی) اور (آزار کھینچا بڑا) (از کلمہ برداشت کرنی پڑی) (صدور اُٹھانا پڑا) ان کے خلاف
غیر قطع کہلائے گا۔

راگبیر۔ ابھی اس کا فیصلہ اُنست و عظم قاری صاحب قبلہ سے ہو جائے گا۔ میں پکارتا ہوں۔
یہ کہہ کے گزری کھٹکٹائی۔

اما۔ کون صاحب ہیں؟

راگبیر۔ میں ہوں ایش۔ کیا جناب قاری صاحب تشریف رکھتے ہیں؟

اما۔ جی ہاں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ دیوڑھی میں آ کے کرہ کھول لیجیے۔

راگبیر - (ڈیڑھی میں جا کے کمرہ کھول کے) تشریف لائیے۔ جناب، میں یہ تو پوچھنا ہی بھول گیا کہ تخلص کیا کرتے ہیں۔

نواب - حقیر امید تخلص کرتا ہے۔

راگبیر - بہت عمدہ اور اچھوتا تخلص ہے۔

(دو دنوں کمرے میں فرود کش ہوئے۔ ادھر ادھر کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ڈیڑھی میں کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی کہ یکایک نواب نے دیکھا کہ ایک پستہ قد، مُعمر، بزرگ، جن کے پنج پر آثارِ غلم و فضل و کمال نمایاں، حُقہ ہاتھ میں لیے تشریف لارہے ہیں۔ راستے ہی سے آدابِ عرض و تسلیمات کہتے آتے ہیں)

راگبیر نے جلدی سے کمرے ہو کر حُقہ استاد کے ہاتھ سے لے لیا۔ نواب بھی کھڑے ہو چکے تھے، قاری صاحب صدر مقام پر ایک گھٹا بچھا ہوا تھا جس کے پیچھے ایک پرانی ٹیکنی لگی ہوئی تھی فرود کش ہوئے۔ راگبیر نے حُقہ استاد کے سامنے لگا دیا۔

قاری صاحب - (نواب کی طرف اشارہ کر کے) آپ کی تعریف؟

راگبیر - جناب کی خدمت میں تشریف لائے ہیں۔

قاری صاحب - (نواب صاحب کی طرف دیکھ کر) جناب کا کہاں تشریف لانا ہوا؟

نواب - حضور کی خدمت میں ایک۔ لفاظہ لایا ہوں ملاحظہ فرمالیں (یہ کہہ کے لفاظہ جیسے نکال کے ہاتھوں پر رکھ کے پیش کیا)

قاری صاحب - اچھا۔ آج یاد فرمایا (یہ کہہ کے لفاظہ چاک کیا۔ پورا مضمون پڑھ کے) کیا

عرض کروں، ضعیف العمری کا زمانہ ہے، امراض کی کثرت ہے، درس و تدریس کا مشغلہ

ایک عرصے سے منطوی ہے مگر چونکہ آپ سفاکش ایسے استادِ فن کی لائے ہیں کہ جن کا شعر و کلام

میں اب مثلِ نظیر نہیں، بدینہ میں آپ کے لیے وقت نکالوں گا۔ آپ کو کس وقت تشریف

لانے میں سہولت ہوگی۔

نواب - مجھے سوائے شعر و شاعری دنیا کا کوئی کام نہیں جو وقت حضور کا خالی ہو اور مناسب خیال فرمائیں -

قاری صاحب - میرے خیال میں یہی وقت صبح کا بہتر ہوگا اس وقت کچھ دماغ حاضر رہتا ہے - اور یہ فرمائیے کہ جناب نے علم عروض کے متعلق کن کن کتابوں کا مطالعہ فرمایا؟

نواب - غالباً میں نے کوئی کتاب علم عروض کی نہیں پڑھی - اب شروع کروں گا -

قاری صاحب - عربی و فارسی کی کون کون سی کتابیں پڑھیں؟

نواب - آمد نامہ، گلزار دہشتاں، انوار سیلی، گلستاں، بوستاں، رقعات عالمگیری وغیرہ

قاری صاحب - تو فارسی تو جناب نے کافی پڑھ لی ہے - میرے خیال میں عروض سیغی شروع کر دیجیے آپ کا مطلب اسی ایک کتاب سے حل ہو جائے گا -

نواب - بہت خوب - کب سے حاضر ہوں؟

قاری صاحب - کل یکشنبہ ہے - اچھا دن ہے -

نواب - انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہوں گا -

قاری صاحب - (اپنے شاگرد ارشد صاحب کی طرف دیکھ کے) آپ بوقت کہاں چلے گئے؟

ارشد صاحب - صرف حضور کے استمراج کو حاضر ہوا ہوں -

قاری صاحب - بھائی استمراج عربی زبان کا لغت نہیں ہے - ہندوستانیوں نے خاص

اجتہاد کیا ہے - کہیں عربی کتاب میں یا لغت میں اس کا وجود نہیں - آئندہ استعمال کیجیے گا

بڑے بڑے پڑھے بول جاتے ہیں - یہ لفظ غلط ہے -

ارشد صاحب - بہت خوب - ایک بات اور یاد آگئی -

قاری صاحب - وہ کیا؟

ارشد صاحب - حضور، نواب صاحب راستے میں مل گئے تھے میں ساتھ لے آیا - آپ

(پیشانی اٹھائی پڑی) بولتے ہیں - میں نے عرض کیا کہ (پریشانی اٹھانا پڑی) صبح اور صبح ہو

آپ کا خیال یہ ہے کہ ٹونف کے لیے (نی) لگاتے ہیں، نذر کے لیے (نا) لگاتے ہیں۔
قاری صاحب۔ بالکل درست کہا۔ کس کے شاگرد، کس کے آگے زانوئے ادب ترک کیا۔ یہ
 واقعات ان کے استاد کا جواب بنیں۔ آپ غلطی پر ہیں نواب صاحب نے بالکل بجا فرمایا۔
 (اس تقریر کے بعد کچھ دیر ب پر سکوت طاری رہا کہ نواب نے پوچھا، اجازت چاہتا ہوں)

قاری صاحب۔ بہت خوب۔ خدا حافظ۔

ارشاد صاحب۔ فدی بھی فرض ہونا چاہتا ہے۔ ایک ضروری کام درپیش ہے۔

قاری صاحب۔ ضرور، آپ بھی سدھاریے۔

(دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ قاری صاحب جتنی خوش
 فرماتے رہے۔ آغامیر کی ڈیڑھری پر پہنچ کے ارشد صاحب نے کہا کہ میں رکاب گنج جاؤں گا۔
 خدا حافظ۔ آپ سے خوب نیاز حاصل ہوا انشاء اللہ اب تو اکثر و بیشتر ملاقات ہوتی رہے گی
 ہم آپ نواب پیر بھائی ہو جائیں گے)۔

نواب۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں کس قابل ہوں، ایک ذلیل انسان کو آپ عزت دیتے ہیں۔ فی اللہ
 ارشد صاحب رکاب گنج کی طرف روانہ ہوئے۔ نواب پائے نالے سے ہوتے ہوئے
 اپنے مکان پہنچ گئے۔ گھر میں انتظار ہو رہا تھا بیگم صاحبہ برابر ماسے کہہ رہی تھیں خدا معلوم
 نواب ابھی تک کیوں نہ آئے اتنے میں دیکھا کہ نواب صاحب ڈیڑھری سے چلے آتے ہیں۔
بیگم صاحبہ۔ آج اصلاح بہت دیر میں ہوئی۔

نواب۔ نہیں، اصلاح میں دیر نہیں ہوئی بلکہ گو کہ گنج ایک صاحب کے یہاں استاد نے
 بھیجا تھا اس وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ کھانا تیار ہے؟ آج خلافت مہول بھوک لگ آئی۔

بیگم صاحبہ۔ نہیں تیار ہے تو ابھی تیار ہوا جاتا ہے۔ میں خود باورچی خانہ میں جا کے جلدی
 جلدی تیار کر کے خاصہ حاضر کرتی ہوں۔

نواب۔ زحمت کی ضرورت نہیں، کوئی ایسی بھوک نہیں ہے کہ برداشت نہ ہو سکے۔ آپ نے

کبھی کھانا نہیں پکایا لہذا گرمی میں نہ بیٹھے گا ورنہ مزاج نادرست ہو جائے گا۔

بیگم صاحبہ۔ کیا خوب۔ شریف زادوں کا فرض ہے کہ چکی پیسیں، آٹا گوندھیں، روٹی پکالیں۔ کیونکہ ہماری آقا زادی ہماری بی بی جناب سیدہ بھی تو اپنے شوہر علی کی خدمت کرتی تھیں اور اچلی بیستی تھیں، آپ کی اطاعت و نواب ہے۔ یہ کہہ کے باورچی خانہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

راستے ہی سے ماما کو آواز دی (بکریدن) کیا دیر ہے؟

ماما۔ بیگم صاحب، ابھی گوشت پیلی میں ڈالا ہے، بس پانی خشک ہو جائے تو بھون کے حاضر کرتی ہوں۔

بیگم صاحبہ فوراً باورچی خانہ میں پہنچ گئیں، بہت جلد کھانا تیار کر کے دسرخوان بچھانے نواب کو کھانا کھلادیا۔

نواب بعد فراغت طعام خاص کمرے میں آئے، سہری پر بغرض آرام لیٹ رہے تین بچے دن کو آٹکھ کھلی، اٹھ کے بیٹھے۔ اب دو فکریں دامنگیر ہو چکی تھیں ایک تو نزل دوسرے تحصیل علم عروض۔ عروض سیفی الساری سے نکال کے دیکھنے لگے، وزن الٹ پلٹ کرنا شروع کیے، بابا بچا سے مطالعہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کتاب بند کی اور اس خوشی میں کہ عروض پڑھنے کے بعد مکمل شاعر ہو جاؤں گا، گھڑیاں گزارنے لگے۔

مشہور ہے کہ خوشی کی ساعتیں علوم نہیں ہوتیں اور جلدی گزر جاتی ہیں۔ وہی ہوا کہ شبنم کی صبح اُتار ہو گئی۔ جلدی جلدی ضروریات سے فراغت کر کے ناستہ فرما کے اکیڑے پن کے، کتاب میز سے اُتھالی اور بیگم صاحبہ سے یہ فرماتے ہوئے کہ شاید آج کچھ دیر ہو جائے خیال نہ کیجیے گا میں سبق پڑھنے جا رہا ہوں۔

بیگم صاحبہ۔ یہ سن اور سبق پڑھنے جانا۔ کیا آپ بچہ ہو گئے؟

نواب۔ علم وہ چیز ہے کہ اگر انسان عمر بھر کبھی میل کرے تو کم ہے۔ جناب رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے۔ بلکہ حکم ہے کہ ”اَطْلُبِ الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ إِلَى الْمَهْدِ“ جس کا مقصد یہ ہے کہ علم

آنغوشِ مادر سے لے کے اُس وقت تک حاصل کیے جاؤ جب تک قبر کا منہ دیکھو۔
 سلیم صاحبہ - پھر کیا زندگی بھریوں ہی کتابِ نفل میں دبا کے جائیے گا؟

نواب - یہ میرے لیے باعثِ فخر ہے۔ بے نصیب ہیں وہ دو تمنتِ طالبِ علم جو ملازم پر اپنا بوجھ
 لاد کے طالبِ علمی کرنے جاتے ہیں۔ اُن کو کبھی علم نہیں آتا۔ سنا ہے کہ عراق میں بڑے بڑے
 جید طالبِ علم بلکہ مجتہد برابر بغلوں میں کتابیں دبا کئے پھر اُکرتے ہیں۔ پھر آج جو اُن کی تلو و نزل
 ہے کون بیان کر سکتا ہے۔ سعدی نے چالیس سال کے سن میں پڑھنا شروع کیا اور اس قدر
 علم حاصل کیا کہ ایران کا مایہ ناز عالم کہلاتا ہے جس کا جواب ابھی تک دنیا نے ایران پیدا
 نہ کر سکی۔ میں بھی اگر اُسی سن میں کسی علم کی تحصیل کروں تو کوئی قیامت نہیں۔

سلیم صاحبہ - ابھا سدا ہاریے اپنا وقت خواب نہ کیجیے، دیر ہو رہی ہے کہیں ہولوی صاحبہ
 غما نہیں۔ سب ہنسنے لگے، نواب مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہہ کے باہر روانہ ہو گئے۔ اہستہ
 معلوم ہوتا، یہ سب گولہ گچ پونج گئے، گڑھی کھٹکھٹائی۔

ماما - کون صاحب ہیں؟

نواب - میں ہوں۔ (قاری صاحب نے ماما سے فرمایا کہ نئے طالبِ علم ہوں گے دروازہ کھولنا
 ماما نے اگر سب کا دروازہ کھولتے ہوئے نواب سے کہا، تشریف لائیے، کمرے میں
 بیٹھیے، قاری صاحب تشریف لاتے ہیں۔

نواب کمرے میں دروازہ کھول کے بیٹھ گئے۔ چند منٹ نہ گزرے ہوں گے کہ جناب قاری صاحب
 بیٹھا نقیضے ہوئے تشریف لے آئے۔

نواب - تسلیات عرض کرتا ہوں۔

قاری صاحب - بندگی عرض ہے (یہ کہہ کے گتھے پر فروکش ہو گئے)۔

نواب نے کتاب کھولی۔ چونکہ فارسی داں تھے، بسم اللہ الرحمن الرحیم، کہہ کر صبح صبح جو
 پڑھی اور جہاں طلبِ خم ہوتا تھا رک گئے۔

قاری صاحب - مطلب مینے مصنف و مؤلف کتاب نے اس کتاب کی ابتدا تعریف شعر و بیان شاعر سے کی ہے - طالب علم سے کہتا ہے کہ تو سمجھ لے کہ شعر کے معنی لغوی حیثیت سے جاننے اور پالینے کے ہیں - اور اصطلاحی حیثیت سے شعر کی تعریف یہ ہے کہ شعر ایک نونوں بات کا نام ہے جس میں معنی بھی ہوں مینے معنی دار ہو اور قافیہ کا وجود بھی ہو - سب سے بڑی قید تعریف شعر میں قصہ و زونیت شاعر کی کردی ہے یعنی قصہ شعر کہا ہو، نہ کہ اتفاقاً بغیر قصہ و زونوں ہوا ہو - آپ مطلب سمجھ رہے ہیں؟

نواب - میں خوب سمجھ رہا ہوں، جناب تقریر فرمائیں -

قاری صاحب - صاحب کتاب کہتا ہے کہ تعریف شعر میں و زونوں کی قید اس لیے لگائی کہ ناموزون شعر کو شعر نہیں کہتے - پھر بامعنی ہونے کی قید اس لیے کی کہ بے معنی کو شعر نہیں کہتے پھر قافیہ کی قید اس لیے بڑھائی کہ جس کلام میں قافیہ نہ ہو اس شعر نہیں کہیں گے یعنی موزون ہے ! مینے ہے لیکن معنی نہیں مینے قافیہ نہیں شعر نہیں کہا جاسکتا - اب یہ قید کہ قصہ و زونیت بھی ہو صرف اس لیے لگائی کہ شعر موزون ہو، بامعنی ہو، قافیہ رکھتا ہو لیکن شاعر نے قصہ نہ کہا ہو، اتفاقاً موزون ہو اور جو بھی تعریف شعر اس پر صادق نہیں آئے گی - یہ جو کچھ تقریر میں نے کی اصطلاحی اعتبار سے کی - اس کی مثال آیات و احادیث ہیں چونکہ قصہ شعر نہ تھا اس لیے شعر کہے جانے کے مستحق نہیں - مثلاً

مخلو نہ عالم فرماتا ہے -

آیت ۱ - نہ افرارتم و انتم تشهدون -

آیت ۲ - نہ اذنتم ہو لاء یقتلون -

صمد پیش

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں -

الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم -

اگرچہ آیت کا وزن ”فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن“ ہے۔ مگر چونکہ قصد موزونیت شامل نہیں۔ اس لیے شعر کی تعریف صادق نہیں آتی۔

اسی طرح حدیث کا وزن ”فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن“ ہے مگر قصد موزونیت یہاں بھی مفقود ہے لہذا شعر نہیں کہیں گے۔

آپ مطلب اچھی طرح سمجھ گئے۔ کوئی شک تو باقی نہیں رہا؟
نواب۔ خوب سمجھ گیا۔ آپ جب دریافت فرمائیں گے یہی مطلب عرض کر دوں گا۔
قاری صاحب۔ بہت خوب۔ بس ہمیں تک سبق رہنے دیکھئے آج پہلا دن ہے۔
نواب۔ بہت خوب کہہ کے کتاب بند کی، تھوڑی دیر بیٹھے اُسکے بعد اجازت طلب کی۔
قاری صاحب۔ بہت خوب، خدا حافظ۔

نواب کھڑے ہو کر سلام کر کے رخصت ہو کرے روانہ ہوئے، راستے بھڑاتا دے بتائے ہوئے مطلب کو دل میں دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ مکان پر پہنچ گئے۔ جیسے ہی بغل میں کتاب دبائے ہوئے گھر میں پہنچے۔ بیوی نے جو سامنے دالان میں چو کے پر بیٹھی تھیں۔
شکر اے کے پوچھا۔ آپ سبق پڑھ آئے؟

نواب۔ (منہس کے) جی ہاں۔ کیوں؟
بیگم صاحبہ۔ جی، کچھ نہیں۔ آپ پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ میں دعا میں مانگ رہی تھی کہ اے خدا، حافظ حقیقی، مولوی صاحب غصہ ورنہ ہوں۔

نواب۔ تو کیا بچوں کی طرح میں بھی بھولوں گا جو مولوی صاحب ماریں گے۔
بیگم صاحبہ۔ (اکھلکھلا کر) ڈر تو یہی ہے کہ کہیں سبق بھول نہ جائیے اس لیے کہ انسان ہی سے سو ہوتا ہے۔

نواب۔ خوب کسی۔ یہ کہہ کے کمرے میں چلے گئے۔ اور سہری پر لیٹ کے نپسل، کاپنی اٹھا کے غول کی فکر شروع کی تھی کہ مولانا، استاد کے گھر پر پندرہ اشعار کی غزل لے کے

پہنچ گئے۔ اُستاد اپنے کمرے میں منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔
مولانا۔ سلامٌ علیکم۔

اُستاد۔ علیکم السلام۔ آئیے، میں تو انتظار ہی کر رہا تھا۔ آج بہت تاخیر ہو گئی۔
مولانا۔ سنڈیلہ کے ایک دوست ہمارے آگئے تھے اس وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ (یہ کہہ کے
خوشخط لکھی ہوئی غزل اُستاد کے سامنے جیب سے نکال کے پیش کی۔ اُستاد نے قالین پر
غزل رکھ کے مطلع پڑھا)۔

اصلاح نمبر ۱ غزل مولانا

زلفِ شبگون کو اگر چھوڑ دیں سلجھانے میں دنیا عالمِ حُسن نظر آتا ہے بل کھانے میں
اُستاد۔ اس مطلع میں زمانے کا فرق ہے، یہ چیز تو آپ کے دیکھنے کی تھی مگر دھوکا کھا گئے
مولانا۔ قبلہ میں نہیں سمجھا۔ (یہ کہہ کے مطلع کو غور سے دیکھنے لگے)۔

اُستاد۔ دیکھیے پہلے مصرع کا ٹکڑا۔ اگر چھوڑ دیں، جو جودہ زمانے کے متعلق کہا گیا ہے اور یہی
خبر بھی دے رہا ہے۔ اور دوسرے مصرع کا ٹکڑا 'نظر آتا ہے' آنے والے زمانے
کی خبر دے رہا ہے۔ پہلے مصرع کے اعتبار سے دوسرا مصرع یوں ہونا چاہیے تھا۔

عالمِ حُسن نظر آئے بل کھانے میں

کیونکہ چھوڑ دیں کا جواب 'نظر آئے' ہونا چاہیے۔ اب آپ کی سمجھ میں آیا؟

مولانا۔ اتفاقاً حضور کا اعتراض درست ہے جو باوجود نظر عینق۔ میرے ذہن ناقص میں
نہیں آیا تھا۔

اُستاد۔ مصرعِ اولیٰ کو یوں کر دیکھیے۔

چھوڑ دیتے ہیں جو زلف کو سلجھانے میں عالمِ حُسن نظر آتا ہے بل کھانے میں
مولانا۔ (بدلا ہوا مصرع لکھ کے) سبحان اللہ۔ کیا خوب اصلاح فرمائی ہے۔ کس قدر

صاف مطلع ہو گیا۔

اُستاد۔ دوسرے مطلع کی طرف دیکھ کے۔

کیا کروں آکے میں ساتی ترے بچانے میں (۲) کیف کی روح نہیں شیشہ و پیمانے میں
خیر مطلع با معنی تو ضرور ہے لیکن ایک بہت بڑا عیب موجود ہے جو اکثر و بیشتر اساتذہ لکھنؤ
اور دہلی کے یہاں بھی موجود ہے۔

مولانا۔ (پھر غور سے مطلع کی طرف دیکھ کے) میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

اُستاد۔ بڑے بڑے اساتذہ تو سمجھ نہ سکے آپ ابھی کیا سمجھیں گے۔ سُنئے اور بہت
عز سے سُنئے۔

قاعدہ

ہر فارسی لفظ میں بشرطیکہ تنہا ہو یعنی ترکیب اضافی و عطفی وغیرہ نہ ہو تو اُردو قاعدے
سے حرفت یا کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً افسانہ فارسی لغت ہے اور تنہا بھی ہے۔
اسے افسانے (یا) زیادہ کر کے بول سکتے ہیں۔ جیسے کہیں کہ آپ کے افسانے میں کوئی
رنگ نہیں۔ یہ جائز ہے لیکن اگر فارسی لفظ یا عربی لفظ کی طرف جس کے آخر میں ہائے ہوز
ہو اضافت دیدیں۔ مثلاً یوں کہیں۔ صورت کا شانے میں۔ تو قطعاً جائز نہیں اس لیے کہ
اضافت ترکیب کا نام ہے۔ اضافت ہونے کے بعد جملہ فارسی ہو گیا۔ جب فارسی ہو گیا تو باوجود
فارسی ہونے کے اب اُردو کرنا درست نہیں اس لیے کہ تنہا ایک لفظ کے لیے تو قاعدتاً صحیح ہے۔
لیکن پوری عبارت یا پوری زبان یا پورے جملے کے لیے اہل ہند کو حق نہیں ہے کہ اُردو بولیں۔
اور کا شانے میں یہ مُسَلَّم ہے کہ (یا) اُردو کی ہے۔ جب یا اُردو کی ہے اور کا شانہ ترکیب کے
بعد اُردو ہو نہیں سکتا تو (یا) بڑھائی نہیں جاسکتی۔ (صورت کا شانہ) کہنا چاہیے تھا وہ
قافیہ کے خیال سے ہو نہیں سکتا لہذا (صورت کا شانے) غلط۔

اسی طرح شیشہ و پیمانہ چونکہ (واو) عاطفہ ہے۔ شیشہ معطوف۔ پیمانہ معطوف الیہ اور

واو عطف فارسی زبان کا واو عطف ہے۔ وہی قاعدہ جو اضافت کی حالت میں جاری ہوا تھا عطف کی صورت میں بھی جاری ہوگا یعنی بعد عطف اُردو کی (یا) نہیں لگائی جاسکتی۔ چونکہ زبان غیر رچ تہ صرت حاصل نہیں ہے۔ لہذا آپ کا شیشہ و پیانے نظم کرنا صحیح نہیں۔ آپ مطلب سمجھ گئے؟

مولانا۔ جناب تم آئینہ فرمادیا۔ کیا خوب مسئلہ حل فرمایا ہے۔ واقعاً یہ وہ روز نکلتا ہے کہ ہر کس و نا کس کو جن کی ہوا بھی نہیں لگی۔ حضور مطلع کو درست فرمادیں۔ اُستاد۔ ہاں، لکھیے۔

دلِ میکش نہیں لگتا کبھی میخانہ میں کیفیت کی روح جو باقی نہ ہو پیانہ میں
مولانا۔ واہ واہ، واہ واہ۔ دانش لاجواب مطلع ہو گیا۔

اُستاد۔ اسے لیجیے ایک خاص بات سمجھانے کی اور ہے جو رہی جاتی تھی میں بھی دھوکا کھا رہا تھا۔

مولانا۔ حضور وہ کیا؟

اُستاد۔ پہلے مطلع میں آپ نے اُردو کے قافیہ نظم کیے ہیں یعنی سلجھانے، بل کھانے۔ دوسرے مطلع میں دونوں فارسی کے قافیہ نظم کیے ہیں۔

قاعدہ

اگر مطلع میں دونوں اُردو کے قافیہ ہوں تو غزل بھر میں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اُردو کے قافیہ نظم کرے جس قدر چاہے فارسی کے۔ مثلاً مطلع میں کھانا، پانا، ہے تو اختیار ہے کہ جانا، لانا، ڈھانا وغیرہ۔ میخانہ، پیانہ، دیرانہ وغیرہ سب دیگر اشعار میں نظم کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ ترکیب نہ یعنی کھانا، پانا، کے ساتھ محفلِ رندانہ، شمع و پروانہ نہیں لاسکتے کیونکہ رندانہ کی (ہ) یا پروانہ کی (ہ) الف نہیں ہو سکتی چونکہ ترکیب ہے۔ تنہا الف ہو جائے گی۔ لیکن اگر مطلع میں فارسی قافیہ کی قید کر دی ہے یعنی مثلاً میخانہ، دیرانہ نظم کر دیا ہے تو غزل بھر میں

اردو کا قافیہ نہیں لایا جاسکتا۔ یعنی میخانہ، ویرانے کے ساتھ جانا، پانا، وغیرہ نظم نہیں کیے جاسکتے جس قدر فارسی کے قافیہ ہیں نظم ہو سکتے ہیں۔

چونکہ آپ نے پہلے مطلع میں اردو کے قافیہ نظم کیے ہیں اور آپ کی غزل کے شعروں میں بھی اردو کے قافیہ موجود ہیں۔ اس لیے مطلع ثانی کو نکال ڈالیے تاکہ اردو کے قافیہ اشعار میں باقی رہ سکیں۔ اور اگر مطلع اول کو نکال لے گا تو سب قافیہ فارسی کے لانا فرض ہوگا۔ میرے نزدیک مطلع ثانی نکال ڈالیے۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت مناسب۔ یہ کہہ کے پنسل مطلع ثانی پر پھیر دی۔
عجب انداز سے مارا دل زخمی بہ خندنگ (۳) لگ گئی ٹھیس پھلکتے ہوئے پیانے میں
اُستاد۔ پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے کوئی ربط و تعلق نہیں۔

وہاں دل پر تیر پڑنا، یہاں پیانے کا چھلکا، ٹھیس لگنا۔ اسی کو مصرع کا نہ لگنا کہتے ہیں۔
دوسرا مصرع صاف اور اچھا ہے۔ پہلے مصرع کو یوں بدل دیجیے۔
تم نے جھیرا دل زخمی کو اُبلنے لگا خوں لگ گئی ٹھیس پھلکتے ہوئے پیانے میں
مولانا۔ بہت خوب کہہ کے، اپنا مصرع کاٹ کے اُستاد کی اصلاح لکھ لی۔

ناصحا تیری نصیحت پہ دھروں کیونکر گوش (۴) دل بیتاب لے جاتا ہے میخانے میں
اُستاد۔ (گوش دھرنا) محاورہ نہیں۔ ایسے محل پر کان دھرنا بولے ہیں صبا کہ داغ دہوی کتے ہیں
سورہ یوسف سنوں کیا کان دھر کے واعظوں کان اُس نے بھر دیئے ہیں لذتِ تقریر سے
لہذا گوش دھرنا غلط۔ غیر فصیح۔

مصرع ثانی میں بیتاب کا لفظ مفہوم ادا نہیں کرتا۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں لے ناصح
تیری نصیحت ضرور سنتا اور عمل کرتا۔ شرب نوشی کو تو منع کرتا ہے اور میں پکا شرابی ہوں لیکن مجبور
ہوں کہ میرا دل سننے نہیں دیتا اتنا بھی وقت نہیں کہ تھوڑی دیر ٹھہر کے تیری نصیحت سن سکوں۔
یہ مفہوم پورے شعر میں کماحقہ کہاں ادا ہوا لہذا اس شعر کو یوں بدل دیجیے۔ اور پڑھیے۔

کیا سونو تھم کے نصیحت کو تری اسے واعظ دل مجھے کھینچنے لیے جاتا ہے میخانے میں مولانا۔ (مناسب کہہ کے) شعر کے نیچے استاد کی اصلاح لکھی۔

اُدھر شب نے کیا خوف سے بند آنکھوں کو (۴) کٹ گیا روز اُدھر آنے میں اُدھر جانے میں استاد۔ آپ سے ابھی مصرع نہیں لگتا۔ پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کو بہ اعتبار مفہوم کوئی لگاؤ نہیں۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ دن تو اُدھر اُدھر کی باتوں میں بہر طور گزر گیا لیکن ہجر کی شب ایسی ہیبت آئی جس نے میری آنکھوں کو بند کر دیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ خوفزدہ آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کیوں صاحب آپ کا مطلب یہی ہے نا؟

مولانا۔ جناب دوسرے فرماتے ہیں۔ یہی مقصد ہے۔

استاد۔ دوسرے مصرع میں 'روز' کی جگہ 'دن' لکھیے۔ (روز کٹنا) غیر فصیح ہے۔ ایسے محل پر (دن کٹنا) بولتے ہیں۔ داغ کتے ہیں۔

فروں روز محشر سے ہے ہر گھڑی کٹیں کس طرح تیری فرقت کے دن
آتش کتے ہیں سے

بڑنگ غنچہ پژمرده دل گرفتہ چلے شگفتہ ہو کے نہ دو دن بھی ہم نے یاں کٹے
پہلے مصرع کو یوں بدل دیجیے۔

آتے ہی ہجر کی شب خوف سے کیں آنکھیں بند کٹ گیا دن اُدھر آسنے میں اُدھر جانے میں
ہاں، ایک بات اور ہے وہ یہ کہ آپ نے دوسرے مصرع کو یوں پڑھا تھا:۔
کٹ گیا روز اُدھر آسنے میں اُدھر جانے میں

یہ ترتیب بحیثیت محاورہ و تصرف غلط ہے۔ آپ کے یہاں پہلے (اُدھر) ہے یعنی الف کو پیش، اُس کے بعد (اُدھر) ہے یعنی الف کو زیر۔ یہ ترتیب فصحاء اہل زبان سے نہیں لکھی ہے بلکہ پہلے (اُدھر) الف کو زیر ہونا چاہیے اُس کے بعد (اُدھر) الف کو پیش ہونا چاہیے۔

صرفت یوں ہونا چاہیے۔

کٹ گیا دن ادھر آئے میں اُدھر جانے میں
آپ خوب سمجھ گئے؟ اس سے واضح کیا بیان کروں۔ اور پڑھیے۔
مولانا۔ خوب اچھی طرح سمجھ میں آ گیا۔

دشت میں بستی مرے دل کی ہوئی ہے برباد (۵) کہو دیرانہ دکھا دوں تمہیں دیرانے میں
اُستاد۔ پہلے مصرع کی ترکیب اس قدر بھونڈی ہے کہ قابل بیان نہیں۔ بستی کی (ی) گرنا
کس قدر بُرا معلوم ہو رہا ہے۔ مصرع کی صفائی پر اسی (ی) کے گرنے سے خاص اثر پڑا۔
مولانا۔ آپ فرما چکے ہیں۔ اُردو کی (ی) کا گرنا جائز ہے۔ بستی کا لفظ اُردو ہے۔

اُستاد۔ میں جائز، ناجائز کے متعلق نہیں کہہ رہا ہوں۔ بستی کی (ی) کا گرنا بالکل درست ہے۔
پھر مصرع پڑھ کے دیکھیے کس قدر زبان کی تکلیف اور سماعت کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مصرع اتنا
صاف ہونا چاہیے کہ سننے والے کو بھلا معلوم ہو۔ دوسرے مصرع میں (کو) کا لفظ نامناسب۔
اس کی جگہ پر (اُد) زیادہ بہتر ہوگا۔ لہذا دونوں مصرعوں میں یوں ترمیم کر دیجیے۔ اور پڑھیے۔
ہوگئی دشت میں بستی مرے دل کی برباد آؤ دیرانہ دکھا دوں تمہیں دیرانے میں
مولانا۔ بہت خوب۔

آتشِ حُسن سے دل جل گیا مابعدِ جگر (۶) دفعتاً دوڑ گئی دوسرے کا شانے میں
اُستاد۔ مطلب بیان کیجیے؟

مولانا۔ جی، مقصد یہ ہے کہ حُسن کی آگ نے پہلے تو دل کو جلا یا اُسکے بعد جگر کو خاک کیا۔
اور کہ مال کی بات یہ ہے کہ دل کو جلاتے ہی فوراً جگر کی طرف دوڑ گئی اور جلا ڈالا۔ دل کو ایک لکڑی
جگر کو دوسرا گھر فرض کیا ہے۔

اُستاد۔ آپ کا مطلب واضح نہ ہو سکا۔ پھر لفظ (مابعد) بہت ثقیل اور جہدا لفظ ہے جس کی
غزل میں نہیں ہوتی۔ اس کو یوں بدلے۔ اور پڑھیے۔

آتشِ حُسن سے دل پہلے جلا بعدِ جگر ایک سے دوڑ گئی دوسرے کا شانے میں

مولانا۔ بہت خوب۔

دن تو یادِ رخِ محبوب میں ہوتا ہے تمام (۷) شب گزرتی ہے وہاں زلف کے سلجھانے میں
اُستاد۔ ذرا اس شعر کا بھی مطلب بیان کیجیے۔

مولانا۔ میں نے اس خیال کو نظم کیا ہے کہ میرا دن اُن کے بیٹے محبوب کے چہرے کی یاد
میں ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی میں دن بھر اُن کے رُخِ زیبا کو یاد کیا کرتا ہوں۔ (چونکہ رُخ کو
آفتاب اور دن سے تشبیہ دیتے ہیں اس لیے میں نے بھی رعایت کی ہے)۔ اور محبوب کی
رات زلف کے سلجھانے میں بیٹے زیب و زینت میں ختم ہوتی ہے۔ رات بھر بال بناتے گزرتی
ہے۔ چونکہ زلف کو شب سے تشبیہ دیتے ہیں اس لیے رعایتاً میں نے نظم کیا۔ اور تو کوئی خاص
بات نظم نہیں ہے۔

اُستاد۔ خیال آپ کا بالکل درست، تشبیہات قطعاً صحیح، صرف عنوان ادا درست نہیں۔ ابھی
آپ کو الفاظ نہیں ملتے۔ ربط لگاؤ ایک دوسرے میں نہیں ہوتا۔ خیر، اگر آپ کہتے رہے اور
اصلاح لیتے رہے تو کچھ ہو جائیے گا۔ میں خود تو کسی قابل نہیں ہوں۔

مولانا۔ اے سناؤ اللہ، آپ یہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ اگر کسی قابل نہیں تو پھر شہر میں
کون کس قابل ہے۔ اگر زندہ رہا تو عمر بھر بغیر حضور کی اصلاح کے ایک شعر بھی نہ پڑھوں گا۔ میں
اُن لوگوں میں نہیں کہ یہ طے کر لوں کہ اب تو متازا لافاضل، فاضل، صدر اللہ فاضل، سند اللہ فاضل
دبیرِ کامل، منشیِ کامل، فاضلِ فقیہ، فاضلِ تفسیر، فاضلِ ادب ہو چکا ہوں۔ مجھے اُردو ادب
یا شاہی میں اصلاح کی حاجت نہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ عمر بھر اصلاح کی ضرورت ہے۔
چونکہ یہاں کا باشندہ نہیں ہوں اس لیے سمجھتا ہوں کہ کبھی محاورات و زبان پر قادر نہیں ہو سکتا اور
نہ زبان کی مویج نکل سکتی ہے۔

اُستاد۔ خدا آپ کو زندہ رکھے کہ آپ میں اتنا امتیاز تو ہے۔ انہیں کیسے جنھوں نے بیخبریاں
سے آکے دنیاوی ترقی کر کے زبانِ اُردو پر قبضہ مخالفانہ کیا ہے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم ادیبان ہیں!

ہم سے بہتر زبان و ادب کا جاننے والا سارے لکھنؤ میں کوئی نہیں۔ مولانا یقین مانیے کہ بقول آپ کے ابھی زبان کی مونچھ بھی نہیں نکلی ہے کہ (طاق پر کتاب رکھی ہے) کو (طاق پر کتاب رکھی ہے) بول جاتے ہیں اور کوس لمن الملک بجاتے ہیں۔ اور دنیا کی اندھی تقلید والے۔ اُن کو زبان اُردو کا ذمہ دار مانتے ہیں۔

خیر، کہاں سے کہاں سلسلہ گفتگو پہنچ گیا۔ آپ نے شعر کے دو حصے کیے ہیں پہلے مصرع میں اپنے متعلق، دوسرے میں محبوب کے متعلق نظم کیا ہے۔ چونکہ دوسرے مصرع میں وہاں کا لفظ ہے اس لیے آپ کو اپنی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہاں کا لفظ لانا چاہیے تھا۔ دوسرے مصرع میں شب گزرنے سے زیادہ اچھا رات کتنی ہے، بنا دیجیے۔ کیونکہ پہلے مصرع میں دن کا لفظ ہے۔ دن کا جواب رات ہے۔ روز کا جواب شب ہے لہذا یوں بدل دیجیے۔ یاد میں رُخ کی یہاں دن ہوا کرتا ہے، تمام رات کتنی ہے وہاں زلف کے سلجھانے میں اب آپ کا شعر مکمل ہو گیا۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ درست، بجا ارشاد ہے۔ سبحان اللہ۔

دیکھ کے خونِ جگر دشت میں فرماتے ہیں (۸) ہو گیا قتلِ مسافر کوئی ویرا سنے میں اُستاد۔ غنیمت ہے لیکن قدر سے تغیر کا محتاج۔ یوں بدل دیجیے تو شعر غنیمت ہو جائے گے کہتے ہیں دیکھ کے جگل میں مرا خونِ جگر ہو گیا قتلِ مسافر کوئی ویرا سنے میں اور پڑھیے۔

مولانا۔ بہت خوب۔

یاد رہتی ہے مجھے یوں تو نصیحتِ ناصح (۹) سہو ہو جاتا ہے پر جاتے ہی میخانے میں اُستاد۔ یہاں پر 'سہو' ہو جانا، ثقیل ہے۔ شعر اور سب طرح درست ہے۔ مصرع ثانی میں کچھ تغیر کیجیے تاکہ نرمی پیدا ہو۔ سیریِ ہدایت ہمیشہ یاد رکھیے گا جہاں تاک ہو سکے زبانِ نرم رہے۔ ادبیت اسی کا نام ہے سننے والے یہ نہ کہہ سکیں کہ شعر کہا ہے یا نہ گھما یا ہے۔ لہذا یوں

بدل دیجیے۔ اور پڑھیے۔

یاد رہتی ہے مجھے یوں تو نصیحتِ ناصح بھول جاتا ہوں مگر جاتے ہی میخانے میں مولانا۔

دل میں رہنے پہ بھی کیا کیا نہ جلایا تم نے (۱۰) جان کے آگ لگاتے نہیں کاٹنے میں اُستاد۔ یہ شعر کاٹ دیجیے۔ ٹھیک نہیں ہے۔

مولانا۔ میں سمجھنا چاہتا ہوں تاکہ آئندہ ایسی غلطی نہ کروں جو اس شعر میں موجود ہے؟ اُستاد۔ آپ کو کیا سمجھاؤں کہ اس شعر میں کیا بات ہے۔ یاد رکھیے شعر ہی ایسی چیز ہے جو اُستاد اپنی رائے سے نظری کر دیتا ہے اور سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ آپ جب کہنے لگیں گے تو خود معلوم ہو جائے گا کہ اس شعر میں کیا عیب ہے۔ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو سمجھائی نہیں جاسکتیں۔

مولانا۔ بظاہر تو کوئی عیب معلوم نہیں ہوتا۔ یوں حضورِ حبیباً فرمائیں۔

اُستاد۔ (قدرے غوطہ کی نظر سے بولنا کو دیکھتے ہوئے) تو پھر اپنی مرضی پر شعر رہنے دیجیے۔ جب کسی سمجھدار کو سنا ہے گا تو وہ ہنس دے گا۔

مولانا۔ (سر جھبکا کے) عرض کرنا۔ بے ادبی ہے لیکن خاطرِ جمعی نہیں ہوئی۔

اُستاد۔ (اچھے خاصے غصے کے لہجے میں) تو پھر سمجھ ہی بیجیے۔ سنیے۔

مصرع اول میں یہ نہ پتا چلا کہ حقیقتاً محبوب کس کے دل میں رہا۔ آپ کے دل میں یا احمد، محمود کے دل میں رہا یا میرے دل میں رہا ہر طور ایک تو یہ نہ طے پا سکا کہ کس کے دل میں رہا دوسرے جلانے کے معنی تکلیف دینا، کوفت دینا کے ہیں آگ لگانے کے معنی نہیں۔ پھر مصرع ثانی میں الگ سے کہہ دیا کہ دیکھو کسی گھر میں جان کے آگ نہیں لگاتے۔ آپ نے جلانے کے لفظ سے فائدہ اٹھایا یہ فائدہ بہانہ نہیں اٹھایا جاسکتا ایک مصرع سے کچھ مفہوم نکل رہا ہے دوسرے مصرع سے کچھ مطلب پیدا ہو رہا ہے۔ مزید یہ کہ کوئی خاص بات

پورے مطلب سے نہیں نکل رہی ہے۔ شعر کی تعریف یہ ہے کہ کوئی نئے توفریقہ سے نکل رہے ہوں۔ یہاں یہ سب مفقود۔ اب آپ کی سمجھ میں آیا۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ جی ہاں، اب سمجھ میں آگیا۔ واقعاً بالکل نئے اور بے معنی شعر ہے۔ یہ کہ کہ شعر مولانا نے کاٹا۔ داخلِ عہد ہے پابندیِ الفت ورنہ (۱۱) بیڑیاں توڑنے کا زور ہے دیوانے میں اُستاد۔ یہ شعر آپ نے اچھا کہا (ہنستے ہوئے) ایسے شعر کہا کیجیے۔

مولانا۔ (تسلیم کرتے ہوئے) سب حضور کا تصدق ہے، میں کس قابل ہوں۔ اُستاد۔ شعر تو واقعاً بہتر ہے، خیال نازک ہے۔ مگر ایک لفظ کی کسر ہے۔ اگر وہ لفظ رکھ دیا جائے تو بہت بہتر ہے۔

مولانا۔ ضرور ارشاد ہو۔

اُستاد۔ لفظ عہد کاٹ کے لفظ وضع لکھ دیجیے تو شعر بہت بند ہو جائے۔ اور پڑھیے۔ مولانا۔ (پھر ٹک اُٹھے) سبحان اللہ کیا نکتہ رکھا ہے۔ اب شعر کی ترقی کی واقعاً انتہا نہیں یہ کہہ کے لفظ بدلا ہوا شعر پڑھا ہے

داخلِ وضع ہے پابندیِ الفت ورنہ بیڑیاں توڑنے کا زور ہے دیوانے میں

مقطع

اُن کے کوچے سے نکلنے کا وہی غم ہے شعار (۱۲) تھا جو فردوس سے آدم کو چلے آنے میں اُستاد۔ ہائیں، غزل ختم ہوگئی۔ بس؟ مولانا۔ جی، صرف باتہ شعر کہہ سکا۔ اُستاد۔ (اچھا کہہ کے) مقطع صحیح ہے رہنے دیجیے۔

دچسپ معلومات نمبر ۱

مولانا۔ (سلام کر کے غزل تہ کر کے جیب میں رکھ کے اور تھوڑا سا پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئے)

اب حضور کا مزاج سامی کیسا رہتا ہے؟

اُستاد - کیا پوچھتے ہیں - یک پیری و صد عیب - ہم لوگ چراغ سحری ہیں - خدا معلوم کب سفر کر جائیں - رع آئے نہ آئے دم کا بھلا اعتبار کیا

مولانا - خدا نہ کرے کہ آپ ایسے بالکلاوں سے دنیا خالی ہو جائے - خدا صدوسی سال سلامت رکھے - آپ ایسے حضرات کے بعد دنیا ئے شاعری کا چراغ گل ہو جائے گا - اُستاد - دنیا ئے شاعری کے انقلاب نے کمر توڑ دی - اُردو زبان مٹ رہی ہے - محاورات نئے نئے بن رہے ہیں - تہذیب کا خاتمہ ہوا جاتا ہے - ہر شخص اُستادی کا دعویٰ کر رہا ہے مشاعروں میں اب غزلیں پڑھی نہیں جاتیں بلکہ گالی جاتی ہیں - میں نے تو مشاعروں میں جانا ترک کر دیا - شعرا ایسے پڑھے جاتے ہیں جن کا سرو پا نہیں - قواعد کی پابندیاں نہیں -

بڑے مشاعروں میں عموماً صدارت کا جھگڑا نکالا گیا ہے - جنھیں موزوں پڑھنے کا سلیقہ نہیں - دو متمند ہونے کی وجہ - سے صدر بنائے جاتے ہیں - بخدا صحیح کتابوں اگر پچھلیں برس قبل کسی شاعر سے کوئی صاحب غزل بھن میں پڑھ دیتے تو پورا مشاعرہ اٹھ جاتا - یا صدارت کی خبر ہوتی تو کوئی شریک نہ ہوتا - صاحب ، غضب کی بات ہے کہ شعرا پر بلا وجہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ جان دے کے شعر کہیں اور دست بستہ صدر سے اجازت ضرور لیں - اسکے معنی یہ ہوئے کہ اگر صدر اتفاق سے اجازت نہ دے تو غزل پڑھ نہیں سکتے - ایسی غیر تہذیب بزم میں کون شرکت کرے - مگر اب سب عادی ہو گئے ہیں - فاضلہ و یا اولی الا بصار -

خدا ایسے وقت میں جلد اٹھالے تو بہتر ہے -

مولانا - یہ سب باتیں حضور درست فرما رہے ہیں -

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اُستاد کے ایک دوست جو لکھنؤ کے نواب ، ممتاز حیثیت رکھتے تھے تشریف لائے - اُستاد جلدی سے کھڑے ہو گئے ، مولانا بھی کھڑے ہو گئے -

رئیس - تعلیمات عرض کرتا ہوں -

اُستاد - کورنش بجالاتا ہوں - تشریف لائیے -

رئیس - قریب بیٹھتے ہوئے - بھی آج دیکھنے کو دل چاہا، بہت دن سے ملاقات نہیں ہوئی تھی چلا آیا - آپ کیسے ہیں؟

اُستاد - اب تو خدا کا فضل ہے -

رئیس - الحمد للہ - اور محل میں سب خیریت ہے؟

اُستاد - سب آپ کی دعا ہے -

رئیس - (مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ کی تعریف؟

اُستاد - آپ بہت قابل و فارغ التحصیل ہیں - آپ کا وطن صوبہ بہار میں ہے - مجھے غزل میں مشورہ فرماتے ہیں -

رئیس - بجا ہے - کیا آج بھی غزل بنوانے کے لیے تشریف لائے ہیں -

مولانا - جی، غزل بنوالی (یہ کہہ کے تعارفی سلام کیا) -

رئیس - تیلمات - جناب کی غزل میں بھی سُن سکتا ہوں؟

مولانا - اُستاد کی طرف دیکھنے لگے -

اُستاد - سُنا دیجیے - اب تو آپ کی غزل بن گئی -

رئیس - اپنا شعر پڑھ کے اصلاح پڑھیے گا تو لطف آئے گا - یہ بھی اندازہ ہو سکے گا کہ جناب نے

کیا فرمایا اور ہمارے قبیلے نے کیا اصلاح فرمائی -

اُستاد میرے خیال میں اصلاحی غزل سماعت فرمائیے - آپ کا وقت عزیز ضائع ہوگا -

رئیس - میرے پاس وقت کی کمی نہیں صرف آپ کی زحمت کا خیال ہے -

اُستاد - اے ماذا شد! آپ تشریف رکھیں اور مجھ کو زحمت ہو - مجھے بھی دنیا کا کوئی کام نہیں

دکھیں آؤں نہ جاؤں - ہمیںوں نخاس کی طرف جانا نہیں ہوتا - برسوں سے امین آباد نہیں گیا -

ایک دن دو ڈھائی سال ہوئے گیا تھا وہاں دنیا دوسری نظر آئی - عجب طرح کی عمارتیں دیکھیں -

دریافت سے معلوم ہوا کہ ملکِ امریکہ کے مکانات کا نمونہ ہیں۔ کیا عرض کروں کہ دیکھ کے کس قدر نفرت ہوئی۔ خیال ہوا کہ اللہ، یہ وہی لکھنؤ ہے یا کسی دوسرے شہر میں آیا ہوں۔ صرف جناب کے یہاں یا اشرف الدولہ بہادر کے یہاں کبھی کبھی چلا جاتا ہوں۔ ورنہ سوائے گھر کے اور اللہ اللہ کے کوئی کام نہیں۔ تلامذہ سے بار بار کہا کہ اب دماغ کام نہیں دیتا مجھے چھوڑیے۔ وہ نہیں مانتے بخدا جناب یقین مائیں اب دماغ کی یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ املا یا دہرائیں رہا۔ بعض وقت سائل بھول جاتا ہوں۔ اگر شوق کافی نہ ہوتی تو شاید اصلاح بھی نہ دے سکتا۔ ایک تو کچھ آتا نہ تھا دوسرے بقول شاعر ع وہ بھی بھولے ہر باں جو کچھ کہ ہم کو یاد تھا

رہنمائی۔ واللہ جناب بالکل صحیح و درست فرماتے ہیں۔ زمانہ بدل گیا۔ ہمارے آپ کے خیال کے لوگ 'تالکٹورہ کی کر بلا'، 'امین الدولہ بہادر کی کر بلا' اور دیگر مقامات پر جا کے موت کی گہری نیند سو رہے۔ یہ بڑا وقت دیکھئے کو ہم آپ رہ گئے۔ میں بھی کہیں نہیں جاتا۔ حتی الامکان نہ تو کسی شادی میں جاتا ہوں، نہ دعوت میں۔ تہذیب کے بدلنے نے لکھنؤ کا خاتمہ کر دیا۔

ابھی ہمیں بھرا کعرصہ ہوا ایک دوست کے صاحبزادے کے یہاں دعوت میں گیا تھا۔ وہ کسی بڑے عہدے پر ملازم ہوئے ہیں کیا بیان کروں جو کچھ تکلیف دل کو پہنچی ہے۔ فرش تو زمین پر تھا، میز کرسی نہ تھی۔ خدا معلوم کس مجبوری سے یہ صورت اختیار کی گئی تھی۔ سب سے پہلی بات تو یہ تھی کہ میرے ہتھیار شکل سے تین چار صاحب تھے باقی سب کوٹ، پتلون والے آڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ کیونکہ پتلون پرانی تہذیب کے ساتھ بیٹھے ہی نہیں دیتا۔ دوسرے یہ کہ ابھی دسترخوان چٹا بھی نہیں کیا تھا نہ کسی نے بسم اللہ کہی تھی کہ سب نے کھانا کھا کر شروع کر دیا میرے آگے حواس جاتے رہے۔ پائوں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ تیسرے یہ کہ ایک پر ایک ہڈیاں کھینچ کے مار رہا تھا۔ کوئی کسی پر چپاتی پھینکتا تھا۔ کوئی کسی کے آگے سے بوٹی اٹھا لے لیتا تھا۔ کیا بیان کروں میرے حلق سے نوالہ نہ اترتا تھا۔ مجبوری دکھانے کے لیے تھوڑی غذا بکراہست کر لی اور نگاہ دسترخوان دیکھتا رہا کہ بغیر ایک نے دوسرے کا انتظار کیے اٹھنا شروع کر دیا۔

میں اور میرے بھتیجاں پرانی تہذیب والے ایک دوسرے کو دیکھا کئی آخر میں نے مجبوری اٹھ کے ہاتھ، منہ دھویا اور بغیر پان کھائے واپس چلا آیا۔ اب طے کر لیا ہے کہ کہیں عورت میں چلا گیا استاد جناب بالکل بجا فرماتے ہیں۔ اب لکھنؤ رہنے کے قابل نہیں رہا انگریزی پڑھ کے دماغ کا توازن صحیح نہیں رہا۔ جناب میں تو دعا کرتا ہوں کہ خدا جلد عورت کے ساتھ اٹھالے (یہ کہہ کے ٹھنڈی سانس بھری)۔

رئیس۔ (مولانا کی طرف دیکھ کے) ہاں جناب پھر ارشاد ہو؟

مولانا۔ بہت خوب یہ کہہ کے غزل شروع کی۔ پہلے اپنا شعر پڑھتے تھے پھر استاد کی اصلاح پڑھتے تھے۔ رئیس واہ واہ کر کے جھومتے جاتے تھے اور اصلاح کی تعریف کرتے جاتے تھے استاد جھک جھک کے سلام کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ کس قابل ہوں۔ مجھے خود مصرع بھی لگانا نہیں آتا۔ رئیس جواب میں کہہ رہے تھے کہ ”کیا فرماتے ہیں جناب۔ اب ہے کون۔ آپ استاد گر ہیں۔“ استاد کہہ رہے تھے ”سب جناب کا حُسن ظن ہے۔“ یہاں تک کہ غزل ختم ہوئی۔ رئیس نے مولانا کی بہت تعریف کی اور کہا کہ آپ کچھ ہو کے رہیں گے۔ بہت طبیعت دار ہیں۔ کیوں نہ ہو، آپ شاگرد کس کے ہیں۔ مولانا۔ (جھک کے سلام کر کے) سب استاد معظم کا صدقہ ہے۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ملازم نے نہایت نفیس ببا ہوا حقہ رئیس کے سامنے لا کے لگا دیا۔ رئیس نے استاد کو سلام کیا۔ (یہ لکھنؤ کی پرانی تہذیب ہے) خالصان پیش کر کے ملازم پچھلے قدم کمرے سے باہر چلا گیا۔

استاد۔ جناب پان نوش فرمائیں۔

رئیس۔ حقہ خوشبو دے رہا ہے، دم کھا چکا ہے، چار کش پی لوں تو پان کھاؤں کیونکہ مجھے ایک وقت میں دونوں چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔ یا پان کھاتا ہوں یا حقہ پیتا ہوں۔ ایک بات قابل دریافت تھی خوب یاد آگئی۔ یہ فرمائیے کہ سطح کا لفظ مذکر بولا جاتا ہے یا مؤنث۔

اُستاد۔ قبل، ہمیشہ سے تو یہی سنتا آیا کہ (وہاں کا سطح بلند ہے) اب بیر و نجات کے طلبہ نے مدرسوں میں تعلیم پانے کے بعد مجالس کی خواندگی شروع کی۔ برابر یہی بولتے ہیں کہ (وہاں کی سطح اچھی ہے، وہاں کی بُری ہے) کسی اُستاد نے نوٹ استعمال نہیں کیا۔ میرے نزدیک مذکور ہے۔ رئیس۔ کوئی مثال جناب کو یاد ہے؟

اُستاد۔ (قدرے سکوت کے بعد) جی، خواجہ قزیر کے مطلع کا ایک مصرع یاد آگیا وہ یہ ہے۔
یوں روؤں آسماں سے ملے سطح آب کا

رئیس۔ ایک تو آپ کے فرمانے پر ہی طے کر چکا تھا کہ لفظ سطح مذکور ہے کیونکہ جناب کا فرمانا قطعاً مستند ہے۔ دوسرے مثال نے بالکل اطمینان دلادیا۔

اُستاد۔ اور اساتذہ کے شواہد بھی پیش کر سکتا ہوں۔ مثلاً حضرت مودب مظہر کے مرثیے کا مصرع ہے۔ ع ہے سطح آب نہر کا لوحِ جبین نور
رئیس۔ جی، اب کسی مثال کی ضرورت نہیں۔

مولانا۔ (دست بستہ) حضور کا قطع کلام ہوا۔ میں اب تک نوٹ سمجھتا تھا۔ اس وقت مطلب صاف ہو گیا۔ (یہ کہہ کے اُستاد کی طرف جوڑے ہوئے ہاتھوں کو موڑ کے) اجازت چاہتا ہوں؟
اُستاد۔ اچھا، سدھاریے۔

مولانا کھڑے ہو کے دونوں کو بہ ادب سلام کرتے ہوئے کمرے کے باہر چلے گئے اور بوٹ پہن کے پچانک سے نکل کے مدرسے کی راہ لی۔ نہایت خوشی خوشی روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مدرسے پہنچے۔ کمرے میں داخل ہو کے کپڑے اتارے۔ پلنگ پر لیٹ کے مصوٰط نکالنے لگے۔

یہاں تھوڑی دیر کے بعد رئیس اُستاد سے رخصت ہوئے۔ زمانے کو قیام نہیں بن گزرنے لگے۔ وہاں نواب برابر قاری یعقوب علیخاں صاحب کے یہاں علمِ عروض پڑھنے جاتے ہیں غزل تیار ہو چکی ہے کہ ہفتہ کے روز صبح کو نواب اپنی نئی غزل لیے ہوئے نہایت خوش و خرم

لکھنؤ کا پُرانی وضع کا مہین لباس پہنے ہوئے اُستاد کے یہاں پہنچ گئے۔ اُستاد کمرے میں بیٹھے ہوئے معیارِ الاشعار کا مطالعہ فرما رہے تھے۔

نواب۔ آدابِ تسلیمات بجالاتا ہوں۔

اُستاد۔ تسلیم۔ آئیے، میں تو انتظار ہی کر رہا تھا۔

نواب۔ حاضر، کتے ہوئے سامنے بہ ادب بیٹھ گئے اور جب سے غزلِ نکال کے پیش کی۔

اُستاد۔ آپ ہی پڑھتے جائیے، میں بناتا جاؤں۔

نواب۔ بہت خوب۔

اصلاحِ منبرا غزلِ نواب مطلع

دُم نکلتے وقت بل لو طالبِ دیدار سے (۱) ہے ہے دُنیا چھٹ رہی ہے ہجر کے بیار سے

اُستاد۔ یہ پتہ نہ چلا کہ کس کا دُم نکل رہا ہے۔ عاشق مر رہا ہے یا معشوق؟

نواب۔ جی، عاشق مر رہا ہے، معشوق کیوں مرنے لگا، حضور سمجھا بھی چکے ہیں۔

اُستاد۔ (مسکراتے ہوئے) خیر، ایک دن مرنا تو سب کے لیے لا بُدی ہے لیکن آپ کا

مطلع نہیں بتاتا۔ دُم نکلتے وقت بل لو یعنی مرتے وقت بل لو۔ یہ نکلتا ہے واضح ہونا چاہیے

کہ کس کا دُم نکل رہا ہے، کون مر رہا ہے۔ یہ سخت عجیب ہے کہ واضح نہ ہو۔ دوسری بات یہ

ہے کہ (ہے ہے) کا صرف بالکل زائد۔ یہاں کوئی "تاک" ہی نہیں۔ (ہے ہے) کے صرف

کے مقامات خاص ہوتے ہیں جیسا کہ جنابِ تعشق کے مرنے کی ایک بیت ہے جنابِ ایشاد

زبردست جنگ فرما رہے ہیں، فوجِ شام ہر چار طرف سے حملہ کر رہی ہے۔ تیر، تلوار، نیزہ،

برجھی کے زخم کھا رہے ہیں۔ 'فقتہ' جنابِ سیدہ کی ٹونڈی جس نے گودی میں کھلایا اور محنت

پالا ہے۔ وہ خیمہ سے نکل آئی ہے اور شہین کی جھوری دیکھی کو دیکھ کے گھبرا کے کتنی ہے تعشق

فردوس کے میوے جیسے آتے ہوئے دکھیں ہے ہے میں اُسے چھپیاں کھاتے ہوئے دکھوں
 زیادہ تر عورت کی زبان سے (ہے ہے) کا صرف اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اساتذہ مستند
 لکھنؤ نے (ہے ہے) کا صرف مرد کے لیے جائز قرار دے کے بھی نظم کیا ہے۔ آپ یوں
 بدل دیجیے ۔

ختم ہے بل جاؤ آکے طالبِ دیدار سے آج دنیا چھوٹی ہے ہجر کے بیمار سے
 نواب - مطلع

دل نے ضد کی بھریں اُس غیرتِ گلزار سے (۲) رات بھر چٹا رہا اُن کے گلے کے ہار سے
 استاد - عجب ترکیبِ بندش کا شعر آپ کہتے ہیں۔ مطلب ادا ہی نہیں ہوتا۔ دل کا ضد کرنا۔
 پھر چٹنا - یاد رکھیے۔ جو جہاں لفظ صرف کرنے کا ہوتا ہے وہیں اچھا بھی معلوم ہوتا ہے
 یہاں چٹنا بالکل غیر فصیح۔ لپٹنا فصیح ہے۔ شعر مجموعی حیثیت سے نامکمل۔ یں مصرع لگائیے
 دل بلا پردے میں جا کے غیرتِ گلزار سے رات بھر لپٹا رہا اُن کے گلے کے ہار سے
 نواب - مطلع

گیسو کی بدلی گھری پکا عرقِ رخسار سے (۳) خوب بھیکا پھول سا رخِ حُسن کی پوچھا رہے
 استاد - میں غالباً آپ کو سمجھا چکا ہوں پھر بھی یاد نہ رہا۔ آپ نے گیسو کا داؤ گرا دیا -
 مصرع ناموزوں ہو گیا۔ حردت اصلی کا گرا نا صحیح نہیں۔ آپ عروض پڑھنے جاتے ہیں ؟
 نواب - جی، روزانہ جاتا ہوں براہِ سبق ہو رہا ہے۔

استاد - پھر داؤ کیوں گرا ؟ تقطیع کیجیے -

نواب - ابھی بحر تک نہیں پہنچا -

استاد - خیر۔ آئندہ آپ کو سمجھا دوں گا۔ یہ شعر تو کاٹ دیجیے -

نواب یہ سمجھ کے لائے تھے کہ شعر بہت عمدہ ہے۔ مجبوراً بہت خوب کہہ کے
 شعر کاٹ دیا۔

مطلع

نواب -

کروٹیں لے کے نہیں کہتی ہے کوئے یار سے (۴) حشر آجائے کا ڈر ہے شوخی رفتار سے
اُستاد - مطلع غنیمت ہے رہنے دیجیے - اور پڑھیے -

مطلع

نواب -

میرے دل کو چھین کے وہ گویا ہیں اغیار سے (۵) دیکھو کیا لائے ہم پھولِ عشق کے بازار سے
اُستاد - آپ نے اس غزل میں مطلعوں کے انبار لگا دیے - یہ کونسا مطلع ہے ؟
نواب - جی، پانچواں مطلع ہے - ایک مطلع نظری ہو گیا -

اُستاد - خوب - دائقاً دریا بہا دیے - آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے میرا تانا ضروری ہے -
پہلے مصرع میں گویا کا الف گر گیا - حرف اصلی کا گرنا ناجائز - یوں بدل دیجیے - گویا پہلے
لایئے اور (وہ) بعد کو - لکھیے - مصرع یوں کیجیے - ع

میرے دل کو چھین کے گویا وہ ہیں اغیار سے

دوسرے مصرع میں بھی عیبِ بین موجود ہے وہ یہ کہ عینِ گر گیا لہذا ناموزوں ہوا - یوں
بدل دیجیے -

میرے دل کو چھین کے کہتے ہیں یہ اغیار سے توڑ کے ہم لائے ہیں گلِ عشق کے بازار سے
نواب - شعر

ایک یوسفِ نکل کی اُلفت نے دیوانہ کیا (۶) عشق کا سامان لائے حُسن کی بازار سے
اُستاد - پہلے مصرع میں یوسفِ نکل نامناسب ہے - بہتر ہے کہ مصرع کو یوں کیجیے - ع

چاہ نے اک غیرتِ یوسف کی دیوانہ کیا

چونکہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے دشمنی سے جو گیا رہ تھے - حضرت یوسفؑ کو کنیں میں
گرا دیا تھا اور باپ سے - یعنی حضرت یعقوبؑ سے آ کے کہ دیا تھا کہ یوسفؑ کو بھڑایا اٹھالے گیا -
جناب یعقوبؑ اپنے فرزند یوسفؑ کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے - حضرت یوسفؑ کو بھائیوں میں

بلکہ اُس وقت تمام جہان کے حسینوں میں ایک حسین تھے۔ اُسکے بعد تاجر لوگ کنویں پر آئے پانی بھرنا چاہا۔ ڈول ڈالا۔ حضرت یوسفؑ نے ڈول پکڑ لیا جب تاجروں کو معلوم ہوا کہ اس کنویں میں انسان ہے تو انھوں نے نکالا اور بازار مصر میں غلاموں کی صف میں لے جا کے بٹھایا۔ یوسفؑ پکے۔ بادشاہ مصر کے غلام ہوئے۔ زلیخا عاشق ہوئی جو زوجہ بادشاہ مصر تھی۔ مختصر یہ کہ حضرت یوسفؑ کے لیے چاہ کا لفظ بہت مناسب ہے۔ کیونکہ فارسی زبان میں چاہ کنویں کو کہتے ہیں اور چاہ کے معنی اُردو میں محبت کے ہیں۔ لہذا مصرع بہ نسبت پہلے کے زیادہ بہتر بھی ہو گیا۔

دوسرے مصرع میں (سامان لائے) کی جگہ سودا لائے بہتر ہوتا۔ سودا کا لفظ اس لیے بہتر ہے کہ پہلے مصرع میں دیوانہ کا لفظ ہے۔ دیوانہ سوداؤں ہی ہوتا ہے۔ سودا بازار میں ملتا ہے۔ یوسفؑ کے لحاظ سے بازار بھی مناسب ہے کیونکہ حضرت یوسفؑ بازار مصر میں فروخت ہوئے تھے۔ لہذا سودا کا لفظ آنا بجائے سامان کے زیادہ اچھا بلکہ ضروری ہے۔

نواب۔ سرکار، سامان اور سودے میں تو کوئی فرق نہیں؟

اُستاد۔ سامان عام ہے۔ ہر شے کو سامان کہا جاتا ہے۔ سودا صرف کھانے پینے کی شے وہ بھی جنس کی جاتی ہے۔ درحقیقت رعایت لفظی یہاں مقصود ہے۔ سودا ایک خلط کا نام ہے۔ اخلاط چار ہیں۔ سودا، صفرا، بلغم، خون۔ جن کی کمی و بیشی سے انسان بیمار ہو جاتا ہے مجملہ اُن کے سودے کی زیادتی دیوانہ بنا دیتی ہے۔ یہ سب مناسبات ضروری ہیں۔ یہ ترکیبیں پُرانی ہیں۔ شعر مکمل نہیں ہوتا جب تک رعایات و مناسبات کا لحاظ نہ ہو۔ اُجکل کی شاعری نہیں کہ بزم ہے تو شمع نہیں۔ دیوانہ ہے تو بہار و سودا وغیرہ کا تذکرہ نہیں۔ دن کا ذکر کرتے ہیں رات معلوم ہوتا ہے۔ رات کا تذکرہ کرتے ہیں دن معلوم ہوتی ہے۔ شمع کا ذکر کرتے ہیں پروانہ نہیں لاتے۔ بہر طور مصرع ثانی یوں بدلے۔ ع

عشق کا لائے ہیں سودا حُسن کے بازار سے

نواب - حُسن کی بازار سے ؟

اُستاد - حُسن کی نہیں حُسن کے بازار سے -

نواب - لوگ تو بازار کی بولتے ہیں - جیسے راجہ کی بازار -

اُستاد - بازاری لوگ بولتے ہیں - عوام کا اعتبار نہیں بازار قطعاً مذکور ہے - خدائے سخن

حضرت تعشق مرحوم کے مرثیے کی ایک بیت کا دوسرا مصرع یاد آگیا جو گھوٹے کی تعریف میں ہے -

ع گرم بازار اجل تھا تو اڑا جاتا تھا

لہذا شعریوں بل دیجیے -

چاہ نے اک غیرتِ یوسف کی دیوانہ کیا عشق کا لائے ہیں سودا حُسن کے بازار سے

شعر

نواب -

گل کا دامن جب ذرا سرکا ہوا سے باغ میں (۷) اس کے بُبل نے برابر کر دیا منقار سے

اُستاد - یہ شعر کاٹ دیجیے (برابر کر دیا منقار سے) کا کماؤا قدرے مذموم ہے - اور پڑھیے -

شعر

نواب - بہت خوب -

مجھ سے اہل دل نے جب پوچھا کہ کیوں بیمار ہو (۸) بے تحاشا دل پکار اٹھا کہ بھر پار سے

اُستاد - دونوں مصرعوں میں لفظ دل اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے - یہی ظلم کی علامت ہے جہاں تک

ممکن ہو کر لفظ نہ ہونا چاہیے - وہ اور مقامات ہیں جہاں تکرار بہتر معلوم ہوتی ہے مثلاً جناب صفی ٹٹا کا

مطلع - اس میں (یہی) کی تکرار ہے لیکن کس قدر بھلی معلوم ہوتی ہے -

یہی خیال رہا ہم جو زہر کھانہ سکے یہی کسے کا زانہ کرنا زانہ سکے

لہذا مصرعوں بل دیجیے -

جب یہ اہل درد نے پوچھا ہے چہرہ زرد کیوں بے تحاشا دل پکار اٹھا کہ بھر پار سے

دوسرا شعر پڑھیے - چاہتا ہوں غزل جلدی بتا دوں - مجھے جناب عزیز لکھنوی کے میاں

جانا ہے کچھ شاعر جمع ہوں گے -

نواب

شعر

دے کے گردش مار ڈالا اُس تم ایجاد نے (۹) مفت لے لی جان تیغ ابروئے خمدار سے
اُستاد - غنیمت ہے - رہنے دیجیے - اور پڑھیے -

نواب -

شعر

جو ادا تم نے دکھائی اُس نے فوراً جان لی (۱۰) ایک دل زخمی ہوا ہے تیرے تلوار سے
اُستاد - دوسرا مصرع اچھا ہے - مگر مصرع لگا نہیں - تیر تلوار ثابت نہیں ہوئے - یوں
بدل دیجیے - دیکھیے اب مصرع لگا ہے

قمر تھی تیغ ادا آفت خدنگ ناز تھا ایک دل زخمی ہوا ہے تیرے تلوار سے
نواب -

شعر

دین حق ہے، کفر باطل، صاف ہر دانہ کے (۱۱) ہے خطا نسبت جو دے قبیح کو زُنا سے
اُستاد - غزل کا مذہبیات سے تعلق نہ رکھنا چاہیے آئندہ خیال رکھیے گا - یہ شعر بھی
کاٹ دیجیے - اور پڑھیے -

نواب -

مقطع

ہو مبارک سلطنت شاہانِ دنیا کو اُمید (۱۲) کام کیا ادا فقیروں کو بھلا دربار سے
اُستاد - غنیمت ہے - (ادنا کی جگہ) ہم سے لکھ دیجیے باقی درست ہے - مجھے اجازت
دیجیے کہ ضروریات سے فارغ ہو کے دقت پر پہنچ جاؤں -
نواب اجازت لے کے سلام کرتے ہوئے رحمت ہوئے -

دیکھیں معلومات نمبر ۱۱

اُستاد نے حمام کیا، کپڑے بدلے، وہی پرانا لباس، نعل کا کرتہ، جامدانی کا انگرکھا،
چالیس ہزار والی چھالین کا پانچا، پٹوں میں تیل لگا ہوا، دوپٹی ٹوپی، پانوں میں گھیتلا جوتا،
گلے میں رومال بندھا ہوا روانہ ہوئے - پیچھے ملازم ساتھ ساتھ، وکٹوریہ گنج جناب سبز لکھنوی کے

دو لکھ سے پر پونج گئے۔ وہاں پہلے سے بلیغ لکھنوی، حکیم فدا احمد صاحب دانش لکھنوی، نواب
پتھن صاحب ثروت لکھنوی، نواب مجن صاحب جویا لکھنوی، محمد صاحب بہار سکریٹری انجن
معین الادب لکھنوی وغیرہ وغیرہ تشریف فرما تھے اور انتظار ہو رہا تھا۔ جب کوئی جناب عزیز
سے پوچھتا تھا کہ آپ نے کسے بچے کا وعدہ لیا تھا تو فرماتے تھے کہ میں نے کیا رہ بچے کا وعدہ
لیا تھا۔ ابھی گیارہ نہیں بچے وہ وضع دار ہستی وقت پر پونج جائے گی۔ پکا یک دیکھا سانسے
تشریف لارہے ہیں۔ جناب عزیز نے کہا۔ دیکھیے وہ تشریف لارہے ہیں۔ سب نے کہا بیشک
ٹھیک وقت پر تشریف لائے۔

جیسے قریب کمرے کے پونجے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ تسلیات بجا لاتا ہوں، کونش عرض
کرتا ہوں، آداب بجا لاتا ہوں کی صدا سے کمرہ گونج گیا۔ ادھر تشریف لائے، یہاں جلوہ فرمائیے
کی آوازیں، سدر میں سب کے کہنے سے معافی مانگتے ہوئے فروکش ہوئے۔ اسکے بعد مزاج پُرسی کا
سلسلہ شروع ہوا۔ سب نے اُستاد کا مزاج پوچھا۔ اُستاد نے سب کا مزاج دریافت کیا۔ پھر
ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ جناب بلیغ نے حقہ بڑھایا، اُستاد نے کھڑے ہو کے سلام کر کے
حقہ لیا اور پینے لگے۔ جناب عزیز نے دست بستہ مزاج دریافت کیا۔

اُستاد۔ الحمد للہ، بخیریت ہوں۔ پیرانہ سالی کا مرض ہے اور کیا عرض کروں۔

نواب بلیغ صاحب اور حکیم فدا احمد صاحب دانش نے فوراً کہا کہ یہی مرض حضور ہم کو بھی ہے
کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا۔

پورا مجمع اس لطیف مزاج سے ہنسنے لگا۔

اُستاد۔ اس کا علاج یہاں نہیں ہوگا۔ جنت میں ہوگا۔ جب شباب پھر ملے گا۔

پھر سب اس جواب پر ٹھٹھا مار کر ہنسنے لگے۔

جناب عزیز۔ (اُستاد کی طرف دیکھ کے) آپ کے تشریف لانے سے قبل ایک زبردست
بحث چھڑی ہوئی تھی۔ تمام شہر میں چرچے ہیں۔

اُستاد - جناب وہ کیا؟

حضرت عزیز - سنا ہے کہ کسی دن نواب بن صاحب راز شاگرد جناب جاوید نے اپنی ایک غزل اپنے گھر پر تجنی صاحب متنا کو سنائی اور نواب سید حضور عالم صاحب نواب بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے کسی شعر میں نواب بن صاحب راز نے (دار و مدار) صرف کر دیا تھا۔ پوری غزل سننے کے بعد متنا صاحب نے خاص لہجے میں یہ مشورہ دیا کہ (دار و مدار) غلط ہے نکال ڈالیے۔ چونکہ دونوں ایک ہی اُستاد کے شاگرد ہیں۔ بن صاحب راز کو سخت ناگوار ہوا اور متنا صاحب سے کہا کہ ابھی کچھ ہو، کچھ دن اور اصلاح لو تو شاعری کے نکات سمجھیں آئیں گے۔ متنا صاحب کبیدہ خاطر وہاں سے اُٹھ آئے۔ سنا ہے کہ نواب حضور عالم صاحب بیٹھے رہے۔ متنا صاحب کے چلے جانے کے بعد راز صاحب نے اس بات کی سخت کوشش کی کہ نواب صاحب کو سمجھا دوں کہ (دار و مدار) صحیح ہے۔

خیانت، اللغات کھولی اور (دار) نکال کے پوری عبارت بجھنے سنائی وہ یہ ہے:-

(دار بمعنی مطلق چوب و درخت است و نیز چوبے دراز سر کج کہ در زمین فرو بردہ و زدان
گنہ گاران را در گلو رسن بستہ بدار کشند و لبر لبی بنی خانہ و محلہ و سرائے از سراج ویرہائی بہاؤ گم)
پھر حرف نیم میں جلدی جلدی ڈھونڈھ کے لفظ (مدار) نکالا اور بجھنے عبارت پڑھی:-

(مدار بجائے دور و بجائے گردش از منتخب معنی دائرہ و دورہ و حلقہ نیز آید)

دونوں عبارتیں سننے کے بعد کچھ فائدہ (دار) کی عبارت سے نکالا اور کچھ فائدہ (مدار) کی عبارت سے نکالا۔ انتہائی کوشش کی کہ (اختصار) کے معنی نکال لوں۔ پھر نواب صاحب مرض ہو کے چلے آئے۔ اب جناب، لکھنؤ کے اساتذہ سے استفتے لیے جا رہے ہیں۔ کچھ متنا صاحب کی تائید کر رہے ہیں۔ کچھ نواب راز صاحب کے بھیال ہیں۔

اُستاد - یہ فرمائیے کہ جناب کا کیا خیال ہے؟

جناب عزیز - میں اور جناب بلیغ صاحب اور جناب بہار صاحب اور جناب (انش صاحب)

سب بخیال ہیں اور تنہا صاحب کا اعتراض بالکل درست ۔

اُستاد۔ جناب حق کے ساتھ ہیں۔ واقعاً (دار و مدار) یعنی انحصار کسی صورت سے صحیح ہو ہی نہیں سکتا گو دآر بھی فارسی مدار بھی فارسی، واو عاطفہ بھی صحیح۔ لیکن چونکہ اہل ہند نے (دار و مدار) یعنی انحصار بولنا شروع کیا اسلئے درست نہیں کیونکہ اہل ہند کو فارسی زبان میں تصرف کا حق نہیں ہے۔ چونکہ واو عاطفہ فارسی زبان کا ہے۔ ہاں (دآر اور مدآر) کہنا صحیح ہوگا۔ کیونکہ اُردو کا عطفت (اور) ہے۔ اگر (دآر و مدار) صحیح مان لیا جائے تو (شور و غل، بین، جگر خراش) سب کو صحیح ماننا ہوگا۔

تمام اہل صحبت۔ جناب بجا فرماتے ہیں۔ واقعاً صحیح ہے۔ صاحب (دار و مدار) قطعاً غلط ہے۔

اُستاد۔ جی، اور کیا۔

جناب عزیز۔ میں بھی جناب ہی کا بخیال ہوں۔ مجھ سے دریافت کیا گیا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ (دار و مدار) غلط ہے۔

جتنی دیر یہ گفتگو ہوتی رہی جناب بہارِ سادہ کی چالے تیار فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ چار تیار ہوئی، نہایت خلوص سے سب نے چار پی، حقہ کا دَور چلتا رہا، برابر خالصدان میں پان آتے رہے۔ دو بجے دن تک غزلیں پڑھی گئیں۔ مختلف مسائلِ شعریہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ اُس کے بعد اُستاد نے اور سب نے جناب عزیز سے اجازت چاہی۔ جناب عزیز نے دستِ بزم سے زحمت کی معافی چاہی۔ سب نے کہا "کیا فرماتے ہیں جناب اس قدر پُر لطف باتیں اور نایاب سمجھت رہی ہے کہ شاید و بایہ"۔ سب کھڑے ہو گئے۔ جناب عزیز نے سب کو گلی تک آکے رخصت کیا۔ آدابِ عرض، خدا حافظ، فی امان اللہ کہہ کہہ کے سب رخصت ہوئے اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔

اُستاد نے اپنے گھر پر آکے کپڑے اتارے اور خاص کمرے میں آرام کیا۔ لیکن خدا معلوم کیا بات ہوئی کہ کچھ حرارت سی ہو گئی، مزاج نادرست ہو گیا۔

دوسرے دن صبح کو استخارہ دیکھا۔ جناب حکیم سید محمد قاسم صاحب سبج الملک عرف جناب صاحب عالم صاحب مالک دو اخانہ معدن الادویہ پر واجب آیا۔ ملازم کو حکم فرمایا کہ دس بجے تک حکیم صاحب عالم صاحب کے یہاں چلوں گا، کہیں جانا نہیں۔ یہ فرما ہی رہے تھے کہ مولانا نئی غزل تیار کر کے تشریف لے آئے۔

مولانا۔ سلام علیکم کہہ کے کمرے میں بیٹھ گئے۔

استاد۔ (علیکم السلام کہہ کے) میرا مزاج ایک ہفتہ سے ناساز ہے۔ میں صبح غزل دیکھ نہیں سکتا غزل دے دیکھیے جب میرا مزاج درست ہو گا تو دیکھ سکوں گا۔ آٹھ دن کے بعد جب دوسری غزل لائے گا تو یہ غزل لے لیجیے گا۔

مولانا۔ بہت مناسب۔ غزل جیب سے نکال کے پیش کی۔

استاد نے غزل لے کے گاؤں کے نیچے رکھ لی۔

مولانا۔ خدا حضور کو شفا سے کامل و صحت عاجل عنایت فرمائے (اجازت لے کے سلام کر کے رخصت ہو گئے)۔

استاد نے کپڑے پہنے، تاں کہ بویا، ملازم کو ساتھ لیا، معدن الادویہ پہنچ گئے۔ حکیم سید محمد قاسم صاحب عرف صاحب عالم صاحب اور جناب مولانا مولوی سید احمد صاحب قبلہ اور دیگر علماء مطب میں تشریف رکھتے تھے کھڑے ہو گئے، بہتہ سعادت و احترام سے اپنے برابر بٹھایا، اہل مطب نے مزاج پرسی کی۔ تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب نے استاد کا مزاج سامی دریافت فرمایا۔ استاد نے کل کیفیت مزاج بیان فرمائی۔ اُسکے بعد متعدد استخاروں کے بعد نسخہ تیار ہوا۔ استاد کی خدمت میں پیش کیا۔ استاد نے سلام کر کے نسخہ لیا، پرنسز دریافت فرمایا حکیم صاحب موصوف نے نوٹنگ کی دال، شلغم، لوکی، تورلی، پرول کھانے کو بتائے۔ چارل سے پرنسز تجویز کیا۔ استاد رخصت ہو کے اپنے ادب کہہ کر تشریف لے آئے۔ خواجہ تقی اللہ سے نوش فرمایا۔ تھوڑی دیر آرام فرما کے جو بیار ہوئے تو قدرے مزاج درست پایا۔ نئی کی بیان نوش فرمایا اور مولانا کی غزل نکال کے سامنے رکھی۔

اور اصلاح دینی شروع کی ..

اصلاح نمبر ۱۲

غزل مولانا

مطلع نمبر ۱

ہوج بھلی نہیں مرنے ہوا مشکل مجھ کو قتل کر گئے پہ جو دیکھا کیا قاتل مجھ کو
روح ٹھہری رہی روح کے ہوتے

مطلع نمبر ۲

میں کو کیوں پھیرتا ہے جان کے سائل مجھ کو ذبح کر ڈال اسے خجرت اتل مجھ کو
ہو گا احسان نہ جا چھوڑے بس مجھ کو شعر نمبر ۳

مطلع نمبر ۳

ضعف نے بڑھ کے خیالات کی دنیا میں ذرہ ذرہ نظر آنے لگا منزل مجھ کو
ضعف سے دشت نوردی میں رہا یہ عالم

مطلع نمبر ۴

دشت و دشت میں چھٹا ہوں پتے چلنے ہو کے بیتاب بھاتا ہے مرادل مجھ کو
شعر نمبر ۵

مطلع نمبر ۵

قوت جذبہ دل با غصہ غم ہے تو اسے مشکل نظر آنی نہیں مشکل مجھ کو
سختیاں بھر میں اس درجہ اٹھائیں اسے دل کوئی

مطلع نمبر ۶

بعد منزل سے تھکناں کا وہ ڈال پڑوہ دل کو میں ڈھونڈ رہا ہوں تو مرادل مجھ کو
سے شب بھر میں دزدیدہ نظر کا جو نیال ڈھونڈتا اور

مطلع نمبر ۷

میرت گر نے کیا حشر میں سب کو غرقاب بل بچا ٹوٹا ہوا حشر میں جب دل مجھ کو
آہ کی دیر تک آنکھوں سے نکاسے دیا بل گیا حشر میں جب ڈوٹا ہوا

مطلع نمبر ۸

جان و خصت ہوئی یہ کہہ کے دیکھتا رہے جو ٹھکانے میں ہوئی اجسم سے مشکل مجھ کو
روح

شعر نمبر ۹

زندگی عشق کے دریا میں ہوئی میری غدا
بحرِ الفت میں ذکی زینت سے پھر مجھ سے وفا

شعر نمبر ۱۰

غیبِ اندھیر کیا ڈال لی ظالم نے نقاب
رخِ روشن کی طرف دیکھ کے مائل مجھ کو

شعر نمبر ۱۱

جن سے ملنے کی سدا منتیں مانیں
اب پنھانے ہیں وہی طوق و سلاسل مجھ کو

شعر نمبر ۱۲

دل بیتاب رواں تھا سوئے نقطۂ عشق
درد نے اٹھٹکے بٹھایا سر منزل مجھ کو

شعر نمبر ۱۳

شاید اُلفت پہ بھروسا ہی نہیں آسکو شکار
آزماتا ہے جو ہر بات پہ قاتل مجھ کو
غزل پر اصلاح فرمانے کے بعد قلمِ دان میں غزل رکھی تھی کہ الہ آباد سے چلا ہوا خط نامہ پر
نے لاکے دیا۔ لفاظی کے سرنامہ پڑھا تو استاد ہی کے نام تھا۔ لفاظی چاک کیا تو ایک طولانی
مضمون کا پرچہ نکلا جس کو استاد نے من اولہ الی آخرہ پڑھا مضمون حسب ذیل ہے :-

دیکھپ معلومات نمبر ۱۲

عالمِ جناب علی القاری جبلِ زمانِ حسانِ دُورِ ان رشکِ عرفی و فخرِ نظیری دامت برکاتہم
پس از تسلیاتِ فدویانہ

فدوی کو حضور سے غالباً نہ خلوص حاصل ہے۔ ایک مرتبہ مراد آباد کے اسٹیشن پر جناب کی
زیارت سے مشرف ہوا تھا جس کو دو سال کا عرصہ ہوا۔ نیا زبھی حاصل ہوا تھا۔ اشتیاقِ زیارت
تا حدِ کمال ہے۔ حضور چونکہ لکھنؤ کے مستند استاد و محقق و خاندانی ہیں اس لیے چند ایسے محاورات
جن میں الہ آباد میں سخت اختلاف پیدا ہے۔ حضور سے دریافت کرنا چاہتا ہوں تاکہ خاطرِ عمومی

ہو جائے وہ یہ ہیں۔

(۱) جاتی دنیا۔ یہاں زمانہ گزرنے کے محل پر بولتے ہیں۔ (۲) جان ہے تو دنیا ہے۔
(۳) گلابی جاڑہ کسے کہتے ہیں؟ (۴) جان ٹوٹنا۔ بولتے ہیں یا نہیں؟ (۵) جگر پانی ہوا۔ محاورہ
ہے یا نہیں؟ (۶) جلا پاکس کی زبان ہے اور کیا منہ ہیں۔ مذکر ہے یا مؤنث۔ (۷) جم جم
کس کی زبان ہے اور کیا منہ ہیں؟ (۸) جود۔ جانور کی جگہ بولنا فصیح ہے یا نہیں۔ (۹) جھنڈا
چڑھانا کے کیا منہ ہیں اور فصیح ہے یا نہیں؟

جواب سے سرفراز فرما کے جناب شکر گزار فرمائیں۔ مزید اگر مثالیں تحریر فرمادیں گے تو
زیادہ بہتر ہوگا۔ یا اہی نزاع دور ہو جائے گی۔ ٹکٹ لفافہ میں موجود ہے حضور جواب مرحمت فرمادیں۔ فقط
سعید الدین خاں اظہر

پشہ۔ ۱۔ الہ آباد سٹی۔ محلہ چاندنی چوک ۱۳۳۷

خط پڑھ کے رکھ لیا۔ اسلئے کہ مزاج ناساز تھا۔ خیال کیا کہ کسی دوسرے وقت جب مزاج
بالکل صحیح ہوگا تو جواب لکھوں گا۔

ہفتہ کے روز صبح کو مزاج بحال پایا۔ بعد نماز و وظائف اپنے کمرے میں تشریف فرما ہوئے
خیال آیا کہ خط کا جواب بے دلی خط نکالا اور پھر پڑھ کے جواب حسب ذیل لکھنا شروع کیا:-

مخلص بندہ

تسلیمات۔ گو مزاج ناساز ہے مگر موافق حکم تعمیل کرتا ہوں۔ میں اس قابل نہیں
جو جناب نے میرے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ مجھے صحیح غلط کا امتیاز نہیں۔ موزوں، ناموزوں سمجھنے کا
سلیقہ نہیں۔ میں خود اس قابل ہوں کہ سیرے کلام پر اصلاح دی جائے۔ جس ترتیب سے
جناب نے سوالات لکھے ہیں اُسی ترتیب سے جوابات تحریر کرتا ہوں:-

(۱) 'جاتی دنیا' کے جو معنی جناب نے لکھے ہیں یعنی زمانہ گزرنا۔ میں نے اتنا کہ کسی کو
بولتے نہیں سنا لکھتوں میں کوئی بولتا ہے۔ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ بلکہ جاتی دنیا، تعجب و استعجاب کے

محل پر بولتے ہیں جس کی امید نہ ہو وہ بات کسی سے ظہور میں آئے۔ مثال سے مطلب واضح ہو جائیگا
 لکھنؤ کے مسلم الثبوت استاد حضرت اسیرؒ کا مشہور شعر میرے سنے پر ڈال ہے۔ شعر
 نبض بیمار جو اسے رشکِ سیمہ دیکھی آج کیا آپ نے جانی ہوئی دنیا دیکھی
 یہ شعر بتاتا ہے کہ پوچھنے والا نہایت تعجب سے پوچھ رہا ہے کہ آپ نے بیمار کی نبض پر ہاتھ
 ڈالا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کیونکہ آپ ایسا خود دار اور نبضِ مریض دیکھے۔ ایسے ہی مواقع پر
 'جانی دنیا، یا 'جانی ہوئی دنیا' بولتے ہیں۔

(۲) 'جان ہے تو دنیا ہے' یہ لکھنؤ کا محاورہ نہیں۔ بلکہ اس محل پر جان ہے تو جان
 ہے، بولتے ہیں۔ یعنی اگر اپنی جان وہی تو سب کچھ دور دنیا پر خاک ہے۔ مثال میں حضرت
 شوق لکھنوی کا شعر تحریر کرتا ہوں جن کا کلام بحیثیت محاورات بالکل مستند۔ شعر

مروں بھی دیتا ہے کوئی اپنی جان سب سمجھتے ہیں جان ہے تو جان
 (۳) 'گلابی جاڑا' ابتداء کے سرا کو کہتے ہیں یعنی نہ گرمی ہو نہ تیز سردی بلکہ کچھ خشکی پڑنے
 لگی ہو۔ مثال میں شبنوی عروج الفت کا شعر یاد آگیا لکھے دیتا ہوں۔ شعر

ہو گیا تھا جو دن تداخل کا بڑتا تھا کچھ گلابی جاڑا سا
 (۴) 'جان ٹوٹنا' اہل لکھنؤ کی زبان نہیں، یہ دہلی کا صفت ہے۔ لکھنؤ میں موجودہ دور میں
 اس محل پر دم ٹوٹنا بولتے ہیں۔ اہل لکھنؤ نے کبھی جان ٹوٹنا استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ مجھ
 نا اہل کا شعر ہے۔

ہچکیوں سے مری تکلیف بڑھانے والے دم مرا ٹوٹ چکا تھا کہ مجھے یاد کیا
 اس محاورے کی عمر تقریباً دو سو برس کی ہے جواب مفقود ہے۔ میر تقی میر کا شعر بطور مثال
 پیش کرتا ہوں۔ شعر

دو چار روز آگے چھانی گئی تھی کوئی ہجران کا غم تھا ایسا سختی سے جان ٹوٹی
 (۵) 'جگر پانی ہونا' صحیح ہے، خاص زبان ہے، قدیم محاورہ ہے۔ یعنی انتہائی متاثر

ہو کے دل پر اثر لینا - چنانچہ شاد لکھنوی کا شعر بطور مثال پیش ہے - شعر
 ردیا کوئی، ہمارا پانی جگر ہوا - ہے اک چوٹ سی لگی ہے جب دل دکھا کسی کا
 (۶) جھلا پائے عورتوں کی زبان ہے، یہ لغت مردوں کے بولنے کا نہیں - اس کے معنی
 دشمنی، عداوت، بغض - جلا پائے لفظ بصورت مذکر بولا جاتا ہے - چنانچہ نسیم نے گلزارِ نسیم میں
 یہ لغت مذکر استعمال کیا ہے -

کا فور سے جل اُسٹے سراپا ٹھنڈی ہوئیں تھا جھیں جلاپا
 (۷) 'ججم ججم' - خاص عورتوں کے بولنے کا لغت ہے مرد قطعاً نہیں بولتے - 'ججم ججم' کے
 معنی اللہ مبارک کرے، ماشاء اللہ - چنانچہ شوق لکھنوی کا شعر ہے شعر
 میری جانب سے یہ گیاں کیا خوب؟ جھوٹ ججم ججم سے ہے بہت مرغوب
 (۸) 'جھوڑ' - بات کو کی جگہ بولنا بالکل غیر فصیح - لکھنوی کے عوام دیہاتی جھوڑ، جنادر بولتے
 ہیں - فصحا صرف جادو استعمال کرتے ہیں - چونکہ کسی مستند اہل زبان نے یہ لغت صرف
 نہیں کیا اس لیے مثال پیش کرنے سے مجبور ہوں -

(۹) 'جھنڈے' پر چڑھانا، کے معنی شہرت دینا، مشہور کرنا، بلکہ بہت زیادہ شہور کرنے کو -
 اعلان کرنے کو جھنڈے پر چڑھانا بولتے ہیں اس کا استعمال لکھنویوں میں دو طریقوں سے ہے -
 جھنڈے پر چڑھانا - شوق لکھنوی سے

اے بات کو یوں بڑھاتے نہیں کہ مالک کو جھنڈے پر چڑھاتے نہیں
 جھنڈے پر چڑھانا جان لکھنوی سے

بالس منبری سے تو پوشیدہ تنگایا تعویذ خوب جھنڈے پر صنوبر نے چڑھایا تعویذ
 چونکہ عورتوں کی زبان ہے اس لیے اُن کے اعتبار سے فصیح ہے - غزل وغیرہ میں استعمال کرنے کا
 یہ محاورہ نہیں اختیار لازم ہے - فقط

غیر معروف بقلم

خطافان میں رکھا، پورا پتہ لکھ کے ملازم کو دیا ڈاکخانہ میں ڈال آؤ۔ ملازم خط لے کے چلا تھا کہ نواب صاحب اپنی غزل لے کے تشریف لائے، آداب و تسلیمات بجالا کے بیٹھ گئے۔

نواب۔ حضور کا مزاج مبارک؟

اُستاد۔ بفضلہ اب تو ذرا اچھا ہوں، مزاج زیادہ ناساز ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی تک سو مزاج کی شکایت ہے۔ حکیم صاحب نے کتب بینی کو منع فرمایا ہے۔ غزل دے دیجیے ابکی جو غزل نئی کہہ کے لائے گا میں اصلاح دے رکھوں گا لے لیجیے گا۔

نواب۔ بہت خوب کہہ کے غزل نکال کے پیش کر دی۔

اُستاد۔ (غزل لیتے ہوئے) صاف لکھی ہوئی ہے؟

نواب۔ جی، خوشخط لکھو اسکے لایا ہوں۔

اُستاد۔ بہتر۔ آپ کے یہاں سب خیریت ہے؟

نواب۔ حضور کی دعا کی برکت سے خیریت ہے۔

اُستاد۔ کیسے، قاری صاحب کے یہاں عروض سیفی پڑھنے برابر جاتے ہیں؟

نواب۔ سوائے اُس دن کے جس دن اصلاح لینے یہاں آتا ہوں جیسے آج کا دن، روزانہ

پڑھنے جاتا ہوں۔

اُستاد۔ اب آپ کہاں تک پہنچے۔

نواب۔ چونکہ سب تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے اسلئے ابھی کچھ زیادہ کتاب ہوئی نہیں۔

اُستاد۔ پڑھے جائے، کبھی نہ کبھی آہی جائے گا۔ انسان تھوڑا پڑھے اور یاد ہو جائے تو زیادہ

پڑھنے اور بھول جانے سے بہتر ہے۔

نواب۔ بجا ہے۔ (تھوڑی دیر خاموش بیٹھنے کے بعد۔ اجازت لے کے رخصت ہوئے)۔

یہاں اُستاد نے خاصہ فوج فرمایا اُسکے بعد اپنے خاص کمرے میں بغرض آرام تشریف لے گئے

بادۂ بچے سے چار بجے تک آرام فرماتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد وضو کیا، نماز پڑھی اُسکے بعد

بیٹھکے میں فروکش ہوئے۔ طبیعت ہلانے کے لیے نواب کی غزل نکالی اور اصلاح دینی شروع کی۔ چونکہ نواب مبتدی شاگرد تھے اس لیے اصلاح دینے کے بعد ہر شعر کے پیچھے جو غلطی تھی اس کی صراحت بھی فرمادی۔ متقدمین کا یہی طریقہ تھا۔

اصلاح نمبر ۱

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

انہیں لاکھ سمجھائیں سمجھانے والے وہ ہیں اپنے عاشق کو تڑپانے والے
 نہیں اپنی شہد سے وہ باز آئے والے
 چونکہ مطلع میں ایطا ہے اس لیے دوسرا مصرع کاٹ دیا۔ سمجھانا اور تڑپانا ایک مطلع میں نہیں لاسکتے اس لیے کہ جس طرح فارسی میں (زڑیں۔ سیمیں) لانے سے ایطا ہو جاتا ہے۔ زڑیں کا (زرد) رہتا ہے اور سیمیں کا (سیم) اور زرد اور سیم دونوں قافیہ نہیں قرار پاتے۔ اُسی طرح یہاں مطلع میں سمجھانے کا (سمجھ) اور تڑپانے کا (تڑپ) رہا جاتا ہے لہذا قافیہ درست نہیں رہتا۔ گو، اساتذہ متقدمین نے اردو کے قوافی میں ایطا کو جائز رکھا ہے مگر میرے نزدیک اردو کے قوافی میں ایطا کا پایا جانا حرام ہے۔ کوئی وجہ جواز کی سمجھ میں نہیں آتی۔ میں عیب میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ مصرع ثانی بدل دیا۔

مطلع نمبر ۲

دل مضطرب تیر غم کھانے والے اگر جان سے دے نہیں آئے والے
 نہ بھی جا وہ

مطلع نمبر ۳

ترے غم میں دل کے تڑپانے والے گئے جان سے سیکڑوں جانے والے
 چونکہ ایطا نہیں تھا اس لیے صرف اصلاح دیدی اور مطلع رہنے دیا۔ چند قوافی ایسے ہیں جن میں ایطا نہیں ہوتا مثلاً (آ۔ جا۔ کھا۔ پا۔ فرما۔ لگا) ان قوافی کے ساتھ کوئی

قافیہ بھی آئے گا صحیح مانا جائے گا۔ مثلاً (آ۔ اور تڑپا) صحیح۔ (ہوا)۔ (فرما) صحیح۔ (سمجھا)
(پا) صحیح۔ (لگا) کا چمک (لگ) باقی رہتا ہے اور وہ مہل دے سنی رہتا ہے۔ اس لیے لگا کو
مہل سمجھتے ہوئے اساتذہ نے جائزہ قرار دے لیا ہے جب لفظ کے قافیہ کے ساتھ لائیں گے
صحیح رہے گا۔

شعر نمبر ۴

لگاتے ہیں دونوں طرف آگ دشمن سے یہاں کہنے والے وہاں جانے والے
(دونوں طرف آگ لگانا) قدرے مذموم ہے اس لیے شعر نظری کر دیا۔ اور شعریں کوئی
خاص بات بھی نہیں ہے۔

شعر نمبر ۵

ملا کے نظر تیر مارا جگر پر ^{دشمن جان تم ڈھانے والے}
چونکہ نظر ملا کے تیر مارا تھا۔ اس لیے (محبت دکھا کے) کا ٹکڑا ضروری تھا ورنہ مصرع نہ لگتا۔
اے دشمن جان سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔

شعر نمبر ۶

ابھی میں پس مرگ ہوتا ہوں زندہ جو کہہ دے کوئی آگے آنے والے
شعر غنیمت ہے۔ رہنے دیا۔

شعر نمبر ۷

پہلے لے گا اگر روز عاشق پہ اشک ^{نہیں ان کے مرنے پہ آسے گا دونا}
چونکہ غزل بحر مقارب ثمن سالم میں ہے اور اس شعر کے پہلے مصرع میں زحاف قصر
واقع ہو گیا۔ قصر کی تعریف یہ ہے کہ سبب کے ساکن حرف کو آخر رکن سے گرا دیں اور اقبل کو
ساکن کر دیں۔ جیسے مفیاحیلین سے مفاعیل۔ اور فاعلاتن سے فاعلات اور فعلن سے فعلن۔
بحر مقارب ثمن سالم کا وزن صحیح (فعلن فعلن فعلن فعلن) ہے اور مقصور کا وزن (فعلن فعلن)
فعلن فعلن ہے۔ لہذا مصرع بدل دیا اس لیے کہ یہ ناجائز ہے کہ ایک مصرع سالم ہو، ایک
میں زحاف ہو۔ ہاں اگر غزل بحر مقارب ثمن مقصور میں ہوتی تو پہلا مصرع رہنے دیا جاتا۔

قاعدہ یہ ہے کہ سالم ہو تو کل مصرع سالم ہونا چاہیے۔ مزاحمت ہو تو کل مصرعوں میں وہی زحاف لانا چاہیے دوسرا زحاف بھی نہیں لاسکتے۔

شعر نمبر ۸

یہ بتلا دے کس پیکروں میں بھروسہ ^{میرے دل کو پہلو سے لے جانے والے} ^{میرے ہمارے بیٹوں میں}
بھروسہ کرنے کے ٹکڑے سے کوئی قائدہ نہیں تھا بلکہ زائد تھا اسلئے بدل دیا۔

شعر نمبر ۹

وہ وعدے پہ آئیں یہ ممکن نہیں ^{میرا جھوٹ بولے تم کھانے والے} ^{وہ کیا آج وعدے پہ آئیں گے دل}
پہلے مصرع میں وہی عیب ہے۔ جو ساتویں شعر میں ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہاں پہلا مصرع مقصود تھا یہاں پہلا مصرع محذوف ہے یعنی زحاف حذف آگیا۔ چونکہ بحرِ سالم ہے اس لیے غزل بھریں محذوف مصرع آہی نہیں سکتا لہذا بدل دیا۔

پہلے مصرع کا وزن ہے (فولن فولن فولن فعل) زحاف حذف کی تعریف یہ ہے کہ سببِ خفیف کو آخرِ رکن سے گرا دیں جیسے (فولن) سے لن گرا دیں تو (فول) رہ جائے گا اور (فول) سکونِ لام کے ساتھ (فعل) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ آئندہ خیال رہنا چاہیے۔
دوسرے مصرع میں (سدا جھوٹ بولے) سے (کبھی سچ نہ بولے) زیادہ نرم ہے اسلئے بدل دیا۔

شعر نمبر ۱۰

مرا دل جہاں جکڑ لے جا رہا ہے ^{جہاں واپس آتے نہیں آنے والے} ^{لے جاتا ہے اس کلی میں}
(لے جا رہا) کا ٹکڑا غیر فصیح، یہ زبان نہیں۔ بجائے اس کے (لے جاتا ہے) بولتے ہیں۔
دوسرے مصرع میں تعقید ہے۔ (جہاں واپس آتے نہیں آنے والے) اس میں لفظیں مقدم، مؤخر ہو گئی ہیں۔ (واپس آتے نہیں جہاں جانے والے) ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ یہ ترتیب ناموزون تھی اسلئے موزوں مصرع بدل دیا۔ واپس کا لفظ اسلئے بدلا کہ یہ اب زبان میں داخل ہوا ہے۔ فصاحت کے مرتبے تک نہیں پہنچا، کچھ عرصہ جب استعمال کو گزر جائے گا اُس وقت واپس کا لفظ فصیح ہوگا۔

بجائے اُس کے (پھر کے آنا) بدلا۔

واقعہ

میاں جودت مرحوم شاگرد رشید حضرت عشق مرحوم کی ایک اصلاح شدہ غزل نظر سے گزری جس میں جناب عشق نے اصلاح فرمائی تھی۔ ایک شعر میں 'میاں جودت مرحوم نے واپس کا لفظ صرف کیا تھا۔ غالباً یہ مصرع مخارج

(واپس) آتا ہے نہ قاصد نہ جواب آتا ہے

تو حضرت عشق مرحوم نے واپس کے لفظ کو سُرخ لکیر کے گھیر کے نیچے سرخی سے لکھا تھا کہ واپس کا لفظ گو فارسی ہے مگر بالکل جدید اس لحاظ سے ہے کہ اُردو زبان میں ابھی داخل نہیں ہوا ہے۔ لہذا غیر فصیح۔

میں نے جب یہ غزل دیکھی تھی تو خیال ہوا تھا کہ اللہ ایسے محقق و محتاط ادیب بھی سرزمینِ لکھنؤ میں گزرے ہیں۔ جناب عشق مرحوم نے واپس کے لفظ کے نیچے (پھر کے) لکھ بھی دیا تھا۔ لہذا میں نے آپ کے یہاں سے بھی واپس کا لفظ نکال دیا۔ گو، اُس وقت کے اعتبار سے اس وقت واپس کا لفظ بہت زیادہ بولا جاتا ہے مگر احتیاط بہت بہتر چیز ہے۔

شعر نمبر ۱۱

میں دم توڑتا ہوں وہ دیکھیں گے کیونکر
خیال و نیا کہیں نہ اب آنے والے
الہی نہ آئیں ابھی
(خدا و ندا) کا الف نہ اندیشہ کر گیا۔ مصرع ناموزوں ہو گیا اس لیے بدل دیا۔

قاعدہ

جب کوئی حرف تقطیع میں گرنے لگتا ہے تو ہمزہ جو ہمیشہ متحرک ہوتا ہے مابعد لاکے گرتے ہوئے حرف کو بچا لیتے ہیں۔ ہمزہ خود گر جاتا ہے اور اپنی حرکت ماقبل والے حرف کو دیدیتا ہے ماقبل والا حرف جو گرنا ہوتا ہے حرکت پا جانے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسے مصرع ہے۔ ع
لے لیا نام جب اُس نے نکل آئے آنسو

اگر (جب) کے بعد ہمزہ نہ ہوتا یعنی کوئی دوسرا حرف ہوتا تو (جب) کی (با) ضرور گر جاتی جیسے مصرع ہے ع

لے لیا نام جب عالم نے تو آنسو نکلے

چونکہ ہمزہ کی جگہ عین تھا تقطیع میں گر گیا۔ بہر طور دو حرفوں سے ایک حرف گر گیا۔ اس لیے اصولاً گرتے ہوئے حرف کے بعد ہمزہ لاتے ہیں تاکہ حرف محفوظ ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ (خدا و ندا) کا الف ندائیہ جو ساکن بھی ہے اس کو (اُنیں) کے ہمزہ نے کیوں نہ بچایا۔ ہمزہ کی حرکت الف ندائیہ کو کیوں نہ دی گئی اور اگر الف ندائیہ کو گرا دیں تو کیا قباحت ہے؟ جواب یہ ہے کہ الف جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے کبھی حرکت قبول نہیں کرتا۔ ہمزہ خود گرنے کے حرکت ماقبل کو دیتا ہے الف میں صلاحیت نہیں کہ حرکت قبول کر سکے اسی سبب سے خدا و ندا کا الف ندائیہ اگر ہمزہ سے بچایا جائے گا تو الف خود گر جائے گا اور ہمزہ بچ جائے گا لہذا کسی طرح الف ہمزہ سے نہیں بچایا جاسکتا جیسے (میرزا) کا الف (خدا و ندا) کا الف ندائیہ (موسیٰ عیسیٰ) کا الف وغیرہ وغیرہ۔

شعر نمبر ۱۲

شبِ ہجر ہے کرے دوتین باتیں مرے دل مصیبت میں کام آنے والے
دوتین باتیں محاورہ نہیں۔ دو چار باتیں محاورہ صحیح ہے لہذا بدل دیا۔ ہمیشہ اختصار کے محل پر دو چار یا صرف دو یا صرف چار بولتے ہیں۔ جیسے دو دن کی زندگی۔ چار دن کی زندگی۔ دو چار باتیں۔ دو چار روز وغیرہ وغیرہ۔

شعر نمبر ۱۳

پنصلِ خلائ کی خبر دے رہے ہیں مری بیڑیوں کے بدلوانے والے
خبر نصّل محل کی تجھے دے رہے ہیں
ایک چیز سمجھنا دینا بہت ضروری ہے وہ یہ کہ عاشق انتہائے عشق میں دیوانہ ہو جاتا ہے اور تکلیف اٹھاتے اٹھاتے، جلتے جلتے سودا دیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو انسان مجنون کی سی باتیں کرنے لگتا ہے۔ اسی سے اکثر عاشق سٹری ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی قاعدہ ہے کہ

پاگل انسان دوسروں کو ایذا پہنچاتا ہے اور خود محسوس نہیں کرتا۔ عزیز دوست جب جنون انتہا کو پہنچتا ہے تو پاٹوں میں بیڑیاں، زنجیریں پھادیتے ہیں تاکہ تکلیف نہ دے سکے۔ شاعر نے غزل میں یہ خیال قائم کیا ہے کہ معشوق اپنی بدنامی کے خوف سے عاشق مجنون کو قید کر دیتا ہے یا بہ زنجیر کر دیتا ہے۔ اور جب زنجیریں یا بیڑیاں پُرانی ہو جاتی ہیں تو بدل ڈالی جاتی ہیں تاکہ سودائی اپنے مجنون بیڑیاں توڑ کے بھاگ نہ جائے۔ بالخصوص فصل بہار میں بڑی مدح قائم کرنی پڑتی ہے کیونکہ مجنون کا جنون فصل بہار میں زیادہ ہو جاتا ہے اور فصل خزاں میں کم ہو جاتا ہے آپ نے اُسی خیال کو نظم کیا مگر بجائے فصل گل یا فصل بہار کے فصل خزاں نظم کیا جو بالکل بے تعلق۔ بیڑیاں فصل گل میں بدلی جاتی ہیں۔ نہ فصل خزاں میں۔ لہذا مصرع بدل دیا کسی کا شعر ہے

کیجیے سالگرہ فصل بہار آپہنچی بیڑیاں پھر سے بدلوایے دیوانوں کی
شعر نمبر ۱۴

مری جاں چلی اور مری روح نکلی نہ آئے مگر دل کے ٹھہرانے والے
مری نبض ڈوبی ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ شاعر جہاں تک ممکن ہو بغیر ترکیب و فن غنہ کا ضرور اعلان کرے گا اعلان نہ کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ مگر فصاحت اعلان میں ہے آپ نے جان کے تون کا انخاک کیا جو انتہائی بُرا معلوم ہوتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ جان جانا روح نکلنا دونوں کے معنی ایک لہذا ایک ٹکڑا بیکار۔ صرت ایسے (مری نبض ڈوبی) بدلا کہ فصاحت پیدا ہو جائے اور مصرع صاف ہو جائے۔

شعر نمبر ۱۵

مری جاں غم سے نکل جائے گی ہم سے غیظ میں زلف بٹھانے والے
اس شعر میں شعر ۱ والا عیب ہے اور کوئی خاص بات بھی نہیں لہذا نظری کر دیا۔
مجھے تو دیکھا وہ ایک بار کہ مری نبض ڈوبی ہیں مرجانے والے
دیکھا وہ نبض ڈوبی ہے

(اکیلا) کا لفظ فصیح نہیں لہذا مصرع کے تین جز بدل دیے۔

شعر نمبر ۱۷

نہ آئید بھولے سے آئے لحد پر جو احباب تھے روز کے آنے والے
مقطع میں کوئی عیب نہیں۔ لہذا رہنے دیا۔

دکچپ معلومات نمبر ۱۳

اصلاح دینے کے بعد غزل تہ کر کے قالین کے نیچے رکھ دی۔ حقہ نوش فرمانے لگے
کہ ایک پرانے شاگرد ایک نئی غزل لیے ہوئے آگئے۔ آداب تعلیمات بجالا کے سامنے بیٹھ گئے۔
اُستاد۔ (تسلیم کہہ کے) کہاں آنا ہوا؟

شاگرد۔ میں نے سنا تھا کہ حضور کا مزاج کچھ ناساز ہو گیا تھا خیال ہوا کہ چل کے استمزاج
کروں۔ اور چند شعر بھی عرض کیے تھے بغرض اصلاح لایا ہوں۔

اُستاد۔ یہ (استمزاج) آپ کیوں بولے۔ کیا آپ کو میں نے سمجھایا نہیں؟
شاگرد۔ حضور نے مجھ سے تو اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

اُستاد۔ خیر، سمجھیے۔ استمزاج وزن پر ہے استفعال کے جو مصدر ہے۔ اہل عرب نے
مزاج و مزاج جو خود مصدر ہے باب استفعال سے کبھی استعمال نہیں کیا۔ کہیں عربی لغت یا
عربی کلام میں اس لفظ کا وجود نہیں۔ یہ اہل ہند کا ساختہ و پرداختہ لغت ہے۔ استمزاج
بول کے طلب حالت مزاج مراد لیتے ہیں کیونکہ باب استفعال کی خاصیت طلب ہے چونکہ
اہل ہند کو کوئی حق نہیں حاصل ہے۔ لہذا غلط ہے۔ آئندہ یاد رکھیے گا۔

شاگرد۔ واقعاً تنقید حضور ہی کا کام ہے۔

اُستاد۔ پھر آپ غلط بولے زبان عربی میں صرف نقد بولا جاتا ہے جس کے معنی پرکھنے
کے ہیں۔ باب تفعیل سے تنقید بنانا یہ اہل ہند کی ترکیب ہے جو لغت عربی میں کہیں نہ ملے گا۔

لہذا تنقید بھی غلط ہے لحاظ رکھیے گا۔

شاگرد۔ بہت خوب۔ خدا حضور کو زندہ رکھے ہر سلا کو کس قدر صاف کر کے معوج بات اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ مطلب آئینہ ہو جاتا ہے۔

اُستاد۔ کیا خوب۔ آج آپ تو قسم کھا کے آئے ہیں کہ حتی الامکان غلط الفاظ ضرور بولوں گا جناب وجہات کیا چیز ہے؟

شاگرد۔ (سر جھکا کے) سرکار، بڑے بڑے بولتے ہیں۔

اُستاد۔ جھک مارتے ہیں۔ یہ کمبخت بازاری لوگ وجہات وجہات بولا کرتے ہیں بیکہ بعض جاہلوں کو وجہاتوں بولتے سنا ہے۔ جناب وجہ کے معنی ایک سبب وجہ جمع ہے ایک کے معنی بہت سے سبب۔ اب عربی قاعدے سے (ات) بڑھا کے بولنا چہ معنی دارد۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میں ایسے ٹوک دیتا ہوں کہ خدا معلوم کب دنیا سے فر کر جاؤں۔ عمر طبعی کو پیچ چکا ہوں۔ آپ لوگ میرے بعد کسی کے پاس جانے کے محتاج نہ رہیں۔

شاگرد۔ حضور، مجھ کو بھی تحقیق کرنے کی لت ہے۔ ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہوں۔

اُستاد۔ سبحان اللہ۔ اب زبان بولنے لگے۔ یہ جناب (لت) کے کیا معنی؟

شاگرد۔ لت کے معنی عادت کے ہیں۔

اُستاد۔ پھر آپ عادت کیوں نہ بولے؟

شاگرد۔ جناب فرما چکے ہیں کہ بڑا لفظ جہاں تک ممکن ہو نہ بولنا چاہیے۔ اُردو زبان کے نرم الفاظ استعمال کرنا چاہیے۔

اُستاد۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جتنے بازاری جاہلوں کے محاورات و الفاظ ہیں وہ بھی بولنے لگے۔ واسطہ خدا کا کبھی ایسے الفاظ نہ بولے گا۔ فصحا۔ بان اُردو بولنا حرام سمجھتے ہیں۔ یہ مانا کہ اُردو زبان کا ایک لغت ہے۔ لیکن پست طبقے کا آپ کی زبان سے جب دنیا سنے گی تو سمجھے گی کہ فصیح ہے۔ دراصل نیکہ غیر فصیح ہے۔

شاگرد۔ معافی چاہتا ہوں، بڑی غلطی ہوئی۔

اُستاد۔ آج آپ اغلاط کے دریا بہا رہے ہیں۔ حضور، (غُلطی) بسکون لام نہیں بلکہ (غُلطی) بفتح لام بولیں اس لیے کہ لفظ غلط میں یاے زائدہ لگائی ہے کس قاعدے سے لام ساکن ہوا؟ جلدی میں پڑھے لکھے غلطی بسکون لام بول جاتے ہیں یہ خطا ہے۔

شاگرد۔ داتھا جناب درست فرماتے ہیں، زبان کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہب باتیں بڑی صحبتوں کی شراکت سے ہوتی ہیں۔ ورنہ کبھی زبان نہ بگڑے۔

اُستاد۔ بخدا آپ کمال کر رہے ہیں۔ میں سبب بیماری کے کمزور ہو گیا ہوں مجھ میں اس وقت اتنا دم نہیں کہ برابر تقریر کیے جاؤں۔ آپ ہیں کہ غلط پر غلط بولے چلے جا رہے ہیں۔ کیوں صاحب، یہ لفظ (شراکت) کہاں سے آیا۔ مجھے آپ نے کبھی بولتے سنا کسی لغت میں دیکھا؟ شاگرد۔ جی سب کو بولتے سنا۔

اُستاد۔ آپ خود تحقیق نہیں کرتے، اندھی تقلید سے کام لیتے ہیں گو (اندھی تقلید کا محاورہ میں خود غلط بولا) میں نے کبھی اپنے بزرگوں سے یا کسی کلام میں یہ محاورہ نہ سنا دیکھا خیر، بولتے سنا ہے کے معنی یہ ہوئے کہ جہلا عوام (شرکاؤں) بولتے ہیں۔ آپ بھی بولا کیجیے۔ لوگ علماؤں کہتے ہیں، آپ بھی کہا کیجیے۔

شراکت قطعاً غلط ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کی تحقیق اس قدر محدود ہے۔ مطالعہ کیجیے۔ لغت دیکھیے۔ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کیجیے۔ بولتے وقت یہ خیال رکھیے کہ صحیح بول رہے ہیں یا غلط جب کسی وقت میں کسی قابل ہو جائیے گا۔ ورنہ میدان صاف۔ شاگرد۔ (نہایت شرمندگی کے ساتھ) بیشک قصور ہوا۔ آئندہ ضرور خیال رکھوں گا۔ اس لیے کہ میری ذہنیت دیگر شعر کی طرح نہیں بدلی۔ میں اپنے کو حقیقتاً مہچرہ ہی سمجھتا ہوں۔

اُستاد۔ آج آپ نے کس کی صورت دیکھی ہے۔ شاید کسی غلط گو کی شکل آپ نے دیکھی ہے جو برابر غلط الفاظ بولتے جا رہے ہیں۔ آج کے دن اگر آپ چاہیں تو زبان اُردو کے غلط الفاظ کا

ایک مختصر سالفت تیار کر سکتے ہیں۔ خیر، کہاں تک سمجھاؤں۔

شاگرد۔ جی نہیں۔ حضور ضرور سمجھائیں، مجھے ناگوار نہیں ہوتا۔

اُستاد۔ کیا سمجھاؤں، میرا ضعف مجھ کو مجبور کیسے دیتا ہے درہنہ دن بھر آپ ضرور بولتے اور میں سمجھائے چلا جاتا۔ مَیںے (ذہنیت) جس کے معنی (دماغی کیفیت) یہ لفظ اہل ہند کا بنایا ہوا ہے۔ وزن مصدری قرار دیا ہے جو عربی زبان کا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ابھی بالکل نیا لفظ بنایا گیا ہے۔ کم سے کم پچاس سال گزرنے کے بعد شاید فصیح اور بولنے کے قابل ہو جائے ابھی قطعاً غلط ہے۔

شاگرد۔ بہت خوب۔ میں سمجھ گیا مگر یہ ادب ایک بات بحیثیت استفادہ عرض کرنا چاہتا ہوں جرات نہیں ہوتی حضور کا رعب مانع ہے۔

اُستاد۔ ضرور پوچھیے۔ کیا میں کچھ غلط بول گیا؟

شاگرد۔ اسے معاذ اللہ۔ میری یہ مجال کہ میں کہوں حضور غلط بول گئے۔ صرف اپنے شک کو رفع کرنا چاہتا ہوں۔

اُستاد۔ بتائیے، کیا بات ہے؟

شاگرد۔ حضور نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ لفظ (ضعف) ہے۔ ضاد کو زبر ہے۔ اس وقت سرکار بالضم (ضعف) استعمال فرما گئے۔

اُستاد۔ آپ کا اعتراض واقف درست نہیں ہے کبھی تحقیقی دُنیا میں کس کا لحاظ واپس نہ کیجیگا ادب بغیر تحقیق نہیں آتا ضعف بالفتح و بالضم دونوں طرح ہے۔ میں غلط نہیں بولا ذہنیت کے متعلق تقریر کرتا ہوں غور سے سُنئے۔ اس کے بعد ہمیں بات کرنے کی شاید طاقت باقی نہ رہے۔

تقریر

زبان اُردو کو انگریزی؟ ایرانیوں نے اپنے وطن مالوف کہہ کر کے ہندوستان آباد کیا۔ ایران پر پہلی صدی سے عربی زبان کا غلبہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ مسلمان عرب بحیثیت فاتح

ایران میں داخل وقابض ہو گئے تھے مجبوراً دفاتر وغیرہ کی زبان بھی عربی ہو گئی تھی۔ چونکہ غلبہ عربیت ہو گیا تھا اس لیے مجبوراً ایرانیوں کی عربی لغات اپنی زبان میں شامل کرنا پڑے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانی زبان نے فارسی زبان عربی سے مخلوط ہو گئی۔ جب ایرانی ہندوستان آئے تو اپنی ایرانی زبان کے ساتھ لغات عربی بھی لائے۔ ہندوستان میں اس وقت تک خالص ہندو آباد تھے۔ برہمن، راجپوت، ٹھاکر وغیرہ قوموں کی آبادی تھی۔ ایرانی ہندی یا بھاشا سمجھنے سے عاجز تھے۔ ہندی، ایرانی زبان بولنے سے قطعاً قاصر تھے۔ تمدنی مجبوریاں حائل ہوئیں۔ ایک نے دوسرے کی زبان بولنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ (اُردو) ہندی فارسی، عربی زبانوں کے مجموعہ سے معرض وجود میں آ گئی۔ اسی کا نام اُردو زبان قرار پایا۔ جب اُردو زبان تیار ہوئی اور فارسی و عربی کے سہل المخرج الفاظ و محاورات زبان زد ہو گئے کچھ تو کثرت استعمال نے تغیر کیا یعنی نوعیت بدل دی مثلاً (لا ابالی) جس کے معنی (میں پرورہ نہیں کرتا)۔ اب لا ابالی، اُس شخص کے لیے بولنے لگے جو کسی بات کا خیال نہیں کرتا۔ بعض الفاظ کے حرکات میں تغیر ہو گیا۔ مثلاً (گرفتار) بکسر را کو (گرفتار) بفتح را بولنے لگے۔ (ضرغام) بکسر ضاد کو (ضرغام) بفتح ضاد بولنے لگے۔ (گلہزار) کو (گلہزار) یعنی بکسر عین کو بضم عین بولنے لگے۔ جب زبان پر قابو حاصل ہو گیا۔ اور سہولت سے عربی و فارسی لغات زبان پر جاری ہونے لگے تو اجماعاً شروع ہوا۔ (مزاج) سے (استمراج) بنا لیا۔ (نقد) سے (تفتیق) بنا لیا۔ اسی طرح (ذہن) عربی لغت ہے۔ (افہان) جمع ہے۔ اُس سے (ذہنیت) بنا لیا۔ اس خلاف قیاس ایجاد کو کیونکر صحیح کہا جاسکتا ہے لہذا آئندہ نہ بویے گا۔ احتیاط بہت ضروری شے ہے۔ (عاجز ہو کے) غزل دے دیے کسی وقت دیکھ لوں گا آکے لے جائیے گا۔

شاگرد۔ بہت خوب۔ (غزل حبیب سے نکال کے پیش کی)۔

اُستاد نے غزل لے کے قلمدان میں رکھ لی۔

شاگرد کھڑے ہو کے سلام کے رخصت ہو گئے۔

استاذِ زمان خانے میں تشریف لے گئے، خاصہ نوش فرمایا، بعد غذا سحون نوش فرمائی،
تھقہ پیا، پھر دیوان خانے میں تشریف لائے اور خاص کمرے میں آرام کرنے کی غرض سے تشریف
لے گئے۔ تین بجے دن کو بیدار ہوئے، منہ ہاتھ دھویا، ملازم نے حقہ سامنے لگا دیا۔ طبیعت
درست ہو چلی تھی۔ حسبِ عادت معمول سب کام انجام دیتے رہے۔ چوتھے روز خیال آیا کہ
وہی شاگرد جو زمیں غلط پر غلط الفاظ بول رہے تھے اُن کی غزل دیکھ دوں۔ قلمدان سے
غزل نکالی اور بنانی شروع کی۔

غزل شاگرد مطلع نمبر ۱

جب سے پرکھ گئے آئے ہیں نگارے ^{مٹ گئی ہے} نیند چشمِ زگس بیمار سے
کائے کے لفظ سے کترے زیادہ فصیح ہے۔ اُڑ گئی کا لفظ بہت مناسب اسیلے ہے کہ
پرکترنے کا ذکر ہے۔ اور نیند اُڑنا خاص اُردو زبان کا محاورہ بھی ہے۔ حضرت آتش کا شعر ہے
سیل گرے سے مری نیند اُڑی مردم کی فکرِ بام و درد دیوار نے سونے ندیا
خواجہ وزیر کہتے ہیں یہ

یاد چشمِ سرِ گلین میں شب کو گر آتی ہے نیند صورتِ مرغِ نگہ آنکھوں سے اُرجاتی ہے نیند
مٹ گئی کے لفظ سے ایک تو فائدہ نہیں دوسرے اہل زبان نہیں بولتے۔

مطلع نمبر ۲

کچھ اشاروں میں وہ باتیں کر گئے بیمار سے ^{اسکے مال ہے} چچام ابرو سے خمدار سے
غزل کے لیے لفظ حاتم سے بہتر تیغ ہے۔ (نزع میں) کے لکڑے سے تکیل شعر ہو گئی۔

مطلع نمبر ۳

کائن میں کچھ بچھرتے ہیں مدبومِ اغیار سے ^{یا اکی} خیر ہو غافل ہیں وہ زخار سے

’کان میں پھونکنا‘ یہاں پر صرف صحیح نہیں بلکہ نامناسب ہے۔ گو، دوسرا مصرع بہ اعتبار زمانہ گزشتہ یعنی آج سے تینتیس سال قبل درست ہے لیکن موجودہ دور کے اعتبار سے ایسے مصرع غزل میں نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ رنگ شاعری بدل چکا لہذا مطلع بنانے کے بعد نظری کر دیا۔ مزید یہ کہ پہلے مصرع کی ردیف بھی بدل گئی۔

شعر نمبر ۴

ایسے گلشن میں لیکن ہلالِ کرم نہ پر نقاب ۴ رنگ بھولوں کا نہ کٹ جائے لکیرِ نغمہ سے
اگر قافیہ خنجر، دلبر ہو تو قباحست نہیں ورنہ در بیان شعر میں ہمیشہ بجائے (کر) کے (کے) کے
نظم بھی کیا کیجیے اور بولا بھی کیجیے (کر) سے (کے) فصیح ہے۔ شعر پست تھا کوئی خاص بات نہ تھی اس لیے نظری کر دیا۔

شعر نمبر ۵

ہو گیا گلچیں چراغاں آگئی فرقت کی رات داغ روشن ہو گئے یادِ قمر رخسار سے
شعر میں سخت ضرورت لفظ دل کی تھی کیونکہ گھر میں چراغاں تو ہو سکتا ہے۔ لیکن داغ روشن ہونا بغیر دل نامکن لہذا لفظ دل بڑھا دیا۔ شعراً قافیا ایک لفظ کے تغیر سے بن جاتا ہے۔

شعر نمبر ۶

آئے وہ ہر عیادت پہ نہ کہ جب نہ ہو گئی ۶ والے قسمت اٹھ گئے محروم ہم دیدار سے
یا، بند کی (دال) گر گئی یا ہو گئی کی (ہا) گر گئی۔ بہر طور دو میں سے ایک حرف گر گیا۔
مصرع ناموزوں ہے لہذا تقدیم و تاخیر الفاظ سے مصرع بن گیا۔ تقطیع کر کے دیکھ لیجیے گا
ذرا سمجھ کے شعر کہا کیجیے۔

شعر نمبر ۷

ہر مہینہ کہیں پر روکینے آتا ہے چاند ۷ اس قدر اُلفت ہے اُنکے ابروئے خمدار سے
لفظ ہلال کی سخت ضرورت تھی کیونکہ رویت کے دن جہاں چاند ہو گیا کہتے ہیں۔
عورتیں (اوپر والا) ہو گیا کہتی ہیں۔ وہاں نظم کی شان رکھتے ہوئے ہلال کا لفظ بہت زیادہ
مناسبت رکھتا ہے کیونکہ ہلال تیسری تاریخ تک رہتا ہے۔ جب بڑھنے لگتا ہے تو
چاند کہتے ہیں۔

شعر نمبر ۸

جان لے لوئے کے کُشتِ لبڑے خمدار کو قتل میرا ہے اگر یہ نظر تلواری سے
کوئی عیب نہیں تھا اس لیے رہنے دیا۔

شعر نمبر ۹

بے نقاب آئینا گلشن میں جوہرِ رشکِ چین پھیکے پُرجائیں گے گلِ عکسِ گلِ رشاد سے
یہ شعر بھی غنیمت تھا رہنے دیا۔

مقطع نمبر ۱

اے نظراب تو نشین کا خیال آتا نہیں اس قدر مدت ہوئی اچھوٹے ہوئے گھڑا سے
اصلاح دینے کے بعد اپنے ضروری کاموں میں مصروف ہو گئے۔ انھیں لیل و نہار میں
دو دن بھی آگیا کہ نواب ہفتہ کے صبح کو اپنی غزل بنوانے آ گئے۔ آج پھر استاد نے غزل
لے کے رکھ لی اور فرمایا کہ ابھی مزاج ناساز ہے۔ اور اصلاح شدہ غزل دے دی۔ نواب
رضعت ہوئے۔ بقول خدائے سخن میر تقی میر سے

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یونہی تمام ہوتی ہے
دوسرا دن آگیا اور مولانا اپنی غزل بنوانے آ گئے۔ آج بھی استاد نے غزل لے کے
رکھ لی اور اصلاح دی ہوئی غزل دے کے فرمایا کہ اب جو اصلاح لینے آئے گا۔ یہ غزل
دیدوں گا۔ مولانا بھی سلام کرتے ہوئے رضعت ہوئے۔ آج کے چوتھے روز صبح کا وقت ہے۔
سیاہ گھٹا آسمان پر پانی برسے والا رنگ دکھلا رہی ہے۔ استاد کا مزاج صبح ہو چکا ہے بیٹھے
میں بیٹھے ہیں، ترشح ہو رہا ہے۔ مولانا کی غزل نکالی اور اصلاح دینی شروع کر دی۔

اصلاح نمبر ۱

غزل مولانا - مطلع

ترس کھایا نہ کچھ تم نے مرے اس قلبِ سوزِ دل پر سمجھتے تھے کہ شب بھلائی ہے یہ بیار، بھراں ہر
حال پر نشانِ بزمِ بھاری رات

مصرع اول میں زوائد ہیں۔ "حال پریشاں" زیادہ فصیح اور نرم ہے مصرع صاف بھی ہو گیا۔
دوسرے مصرع میں "شب بھاری" ہونا اساتذہ نے ضرور کیا ہے لیکن میرے نزدیک
فصیح ترین (رات بھاری) کا محاورہ ہے جیسا کہ

اسیر لکھنوی

مرضِ عشق سے امید نہیں بچنے کی کل سے بھاری ہے مجھے دلِ رنج کی آتش لکھنوی

شرم ہے وہ شرنگیں آنکھیں جھکی جاتی نہیں رات بھاری ہو گئی ہے مریم بیمار کی
شب بھاری ہونا بھی اساتذہ نے نظم کیا ہے۔

خواجہ وزیر

راحت جاں کتے ہیں عشاق زلفِ یار کو ہے یہ شب جو نہیں بھاری کسی بیمار کو
آتش لکھنوی

کیا کیے کئی کو نکراے بُتِ شبِ تنہائی اشد و غنی گا۔ ہے گہرِ نعرہ یارب تھا
میں نے شب بھاری کی جگہ صرف اس لیے رات بھاری بنایا کہ میرے نزدیک
زیادہ فصیح ہے۔

مطلع نمبر ۲

چھٹا یا نام میں قاتل نے فرسہ شنید اس پر سہلے میرے تفرے میں لکھا شمشیرِ بڑاں پر
مطلع نظری کر دیا۔ ایک تو معنویت نہیں، دوسرے مقصد کا حق واضح نہیں ہوا،
تیسرے (تفرے میں لکھنے کے بجائے) (تفرے لکھا) ہونا چاہیے۔ (میں) زائد ہے۔ بہر طور
مطلع میرے نزدیک درست نہ تھا کارٹ دیا۔

شعر نمبر ۳

خاک کے زوائد اور ٹپ عالم کے زرد میں رواں ہے خون میرا سونہیں کوئے جاناں پر
تزلزل سے خاک کو

(فلک کو زلزلہ) سے لفظ (زلزلہ) بلند ہے۔ (میرا خون) رواں ہونے سے (خونِ دل) زیادہ وضاحت کر رہا ہے۔ شعر محتاج لفظِ دل تھا۔

شعر نمبر ۴

کبھی تضحیک کی گہرے کبھی جینا کبھی مرنا شب غم مشکلیں کیا کیا پڑیں قلب پُر ارباباں پر
تضحیک کی جگہ اگر تضحک ہوتا تو بھی غنیمت تھا۔ بہ طورِ دونوں ثقیل۔ میں نے جو بنایا ہے
اس سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ مصرع کتنا صاف اور نرم ہو گیا۔ بڑے الفاظ سے غزل کو
بچانا چاہیے۔

شعر نمبر ۵

نہیں سامانِ وحشت فصلِ گلِ سُننے کی ہے بھروسہ ہے گلہ دستِ جنوں اپنے گریباں پر
مصرعِ اولیٰ کا نظریہ کڑا نامناسب تھا۔ یہ ظاہر تو کوئی عجیب نہیں لیکن سُست و بکا جھٹ
تھا۔ اس لیے (آمدِ فصلِ بہاری) بنا دیا کہ زور پیدا ہو جائے۔ مصرعِ ثانی میں (مگر) بالکل نااند
تھا۔ اگر (مگر) کا لفظ باقی رہے تو دونوں مصرعوں کا تعلق باقی نہیں رہتا۔ لہذا لفظ (نقطہ) بنادیا۔

شعر نمبر ۶

گیا ملکِ عدم تک اس طرح کرتا ہوا نالے مصیبت آگئی ہر ساکن شہرِ خموشاں پر
گیا ملکِ عدم تک (میں) (تک) کا لفظ زائد سا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی نہیں پتہ چلتا
کہ ملکِ عدم تک کیوں نالے کرتا ہوا گیا۔ آخر کیا مصیبت آگئی۔ چونکہ وجہ نہیں تھی اس لیے
شعر کاٹ دیا۔

شعر نمبر ۷

عجب انداز سے صحرائیں بیکار ہوئی ہیں ہے دل پر ہاتھ اک لک ہاتھ رکھا ہے گریباں پر
چونکہ شعر میں کیفیتِ جنوں کا واضح کرنا مقصود ہے لہذا البتہ لفظ (جنوں، وحشت) وغیرہ کے
تکمیل شعر نہیں ہوتی تھی۔ وحشی کا لفظ بنادیا۔ اب شعر بالکل مکمل ہو گیا۔ ان چیزوں کا خیال
شاعر کے لیے بہت ضروری ہے۔

شعر نمبر ۸

محبت ہو گئی تھی اس قدر طولِ اسیری سے میں بچھڑ کے قید ہے پٹھانِ بابِ زنداں پر
رہا ہونے بھی میں تا دیر بیٹھا

بڑی عورت افزائی و بندہ نوازی فرمائی۔ کہاں تک شکر یہ ادا کروں۔ خدا حضور کو زندہ سلامت رکھے۔ خدا سے امید ہے کہ جناب والا بخیریت ہوں گے۔ حضور نے اتنی جرات دلائی کہ پھر عرضہ حاضر خدمت کر رہا ہوں۔ یہاں جتنے اختلافات تھے حضور کے جواب سے دور ہو گئے اب کسی کو جائے دم زدن نہیں اس لیے کہ مع مثال حضور نے جواب مرحمت فرمائے لیکن چند شکوک باقی ہیں جن کا رفع کرنا بہت ضروری ہے اور وہ حسب ذیل ہیں جوابات سے سرفراز فرما کے شکر گزاری کا موقع عنایت فرمائیے۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ اتنا اور عرض کر دوں کہ یہ شکوک و اختلافات چند ادبی ذوق رکھنے والوں میں ہیں جو واقفاً اُردو ادب کے خاتم ہیں گویا ایک انجمن ہے جس کا سرکھڑی میں ہوں:-

(۱) 'بھرمار' کے کیا معنی ہیں اور یہ مفرد ہے یا مرکب؟ بالوضوح جواب مرحمت ہو۔
(۲) 'شرابور' کے کیا معنی ہیں۔ فصیح ہے یا نہیں؟ (۳) 'رہواڑہ' کس زبان کا لغت ہے فصیح ہے یا نہیں؟ وضاحت سے جواب مرحمت ہو۔ (۴) لفظ 'رسم' کھنویں مذکر ہے یا مؤنث؟ اہل دہلی کا مسلک بھی اگر تحریر فرمادیں تو کمال احسان ہوگا۔ (۵) 'بری' کا لفظ کن کن معنی میں استعمال ہوتا ہے؟ بالوضاحت جواب مرحمت ہو۔

صرف پانچ سوال حاضر خدمت ہیں۔ جناب کی رحمت کے خیال سے اتنے سوالات پر اکتفا کی گئی ورنہ یوں تو شکوک بکثرت ہیں۔ اگر حضور کا حکم ہوگا تو آئندہ جرات کروں گا۔ ٹکٹ اس لیے لفاظی میں نہیں رکھا کہ جناب نے منع فرما دیا تھا۔ فقط جواب

سید الدین خاں انظر الہ آبادی

چونکہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، پانی برس رہا تھا، خیال ہوا کہ جلدی جواب لکھ کے روانہ کر دوں۔ حق بھی یہ ہے کہ ادیب کا دل نہیں مانتا۔ کاغذ نکالا، قلم دان کھولا، جواب لکھنا شروع کیا مہربان و کرم فرمائیے بندہ زاد لطفکم

محبت نامہ موصول ہوا، خدا کے فضل سے اب قریب پندرہ سنی پونچھ چلا ہوں، ادبی

ذوق نے مجبور کیا کہ بغیر تاخیر جواب دوں لہذا خط ملتے ہی جواب تحریر کیا۔ آپ آئندہ بھی سوالات فرما سکتے ہیں۔ جواب بالترتیب حسب ذیل ہیں:-

(۱) 'بھرار' کے معنی ہماری زبان میں زیادتی اور کثرت کے ہیں۔ عوام و خواص برابر بولتے ہیں۔ فصیح ہے۔ مشترک لکھنؤ دہلی بھی ہے یعنی لکھنؤ والے اور دہلی والے دونوں بولتے ہیں۔ عورت و مرد میں مشترک ہے یعنی عورتیں اور مرد سب بولتے ہیں کسی صنف کی خصوصیت نہیں۔ 'بھرار' مؤنث استعمال ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ مثال سے واضح ہو جائیگا۔ اگر کوئی شخص غصہ میں کسی کو متواتر گالیاں دینے لگے تو جس کو گالیاں دی گئی ہیں اُسے کہنے کا حق حاصل ہے کہ تم نے گالیوں کی 'بھرار' کر دی یعنی بہت زیادہ گالیاں دیں۔

تحقیق

'بھرار' کیوں اور کس لیے وضع ہوا؟

"پرانے زمانے میں قلعوں پر جب حملہ ہوتا تھا تو اہل قلعہ دروازہ بند کر لیتے تھے۔ غنیمت انتہائی کوشش کرتا تھا کہ فوجیوں کو چنانچہ سرنگیں کھد کر باروت سے اڑانے کی کوشش کی جاتی تھی، جب کوئی حصہ اڑ جاتا تھا تو غنیمت اندر داخل ہو جاتا تھا، قلعہ کی فوج زبردست حملہ کرتی تھی کہ دشمن اسے نہ پالے، سرداران لشکر برابر فوج اور سپاہیوں کو حکم دیتے تھے 'بھرار'، 'بھرار' بندو قچی خاص پیرے اور کینڈے کے ساتھ جلد سے جلد بندو قچہ بھرتا تھا اور بغیر نشانہ تاک کے بندو قچہ مار دیتا تھا۔ بہت جلد جلد ان بندو قچوں سے حملہ کیا جاتا تھا۔" دوسری چیز یہ ہے کہ

"حیدر آباد دکن میں جو عرب ترک و وطن کر کے متوطن ہو گئے ہیں انکے فرکار کھیلنے والی بندو قچہ کو بھرار کہتے ہیں بالکل پرانے طریقے کی بندو قچہ ہے۔ پٹاس کے گولے جن میں لکیریاں ہوتی ہیں وہ نال میں بھرتے ہیں اور سلاخ سے کس کے پھڑاتے ہیں اور شکار کھیلنے ہیں۔

مثال بھرار کے لفظ کی

داغ

مجھے تم دیکھتے ہی گالیوں پر کیوں اُتر آئے بھرے بیٹھے تھے کیا مچھل میں یہ بھرا کسی ہے
 اختر و اجد علی شاہ بہادر، شاہ اودھ، جنت سماں کے پلٹنوں سے ایک پلٹن کا نام ہی
 بھرا ہے۔ اُس پلٹن کو 'بھمار پلٹن' کہتے ہیں۔ انھیں مرحوم کا شعر ہے ۛ
 کہ بھمار پلٹن کے سالار ہیں وہ آگے سے اب تک نکھڑا رہیں
 لہذا ثابت ہوا کہ 'بھمار' مفرد بھی ہے، مرکب بھی ہے۔ غالباً وضاحت مطلب
 ہو گئی ہوگی۔

(۲) 'شرابور' کے معنی بالکل بھیگ جانے کے ہیں۔ 'ترتیر' فصیح۔ راج الوقت
 ہے۔ عام و خاص سب بولتے ہیں۔ عورت، مرد لکھنؤ کے برابر بولتے ہیں۔ اُردو لنت ہے
 'شرابور' خاص لکھنؤ کا لغت ہے چنانچہ حضرت ناسخ کہتے ہیں ۛ
 خم سے برسات میں اسدجہ ہوا جوش شراب ہو گئی بادہ گلگوں سے شرابور گھٹا
 یہ امر مسلم ہے کہ 'شرابور' خاص لکھنؤ کی زبان ہے۔ دہلی میں بجائے 'شرابور' کے
 اسی محل پر (شور بور) بولتے ہیں۔ دہلی میں (شور بور) فصیح ہے۔ عام و خاص سب بولتے
 ہیں۔ عورت، مرد سب (شور بور) کہتے ہیں۔ چنانچہ داغ دہلوی کہتے ہیں۔
 ہولی کھیل ہے تم نے کس سے کچ رنگ میں شور بور آئے ہو

(۳) 'رجواڑہ' سنسکرت کی زبان کا لغت ہے جس کے معنی 'ہندو راجاؤں کا ملک'
 'راجہ کی عمارت'۔ اب اُردو بھی ہے کیونکہ بکثرت زبانوں پر جاری ہے۔ لکھنؤ میں 'رجواڑہ'
 کہتے ہیں۔ دہلی میں 'رجواڑہ' کہتے ہیں۔ چنانچہ میر تقی میر کا شعر ہے ۛ
 لب ناخنوں سے چہرہ انجے اس صفا سے ہوں رجواڑہ تم نہیں ہو جو دیکھو ہنر کے تکیں
 (۴) لفظ 'رسم' لکھنؤ، دہلی میں کبھی بصورت تذکیر بولا گیا کبھی بصورت تانیث۔ دہلی
 میں غالباً ہمیشہ مؤنث ہی بولا گیا۔ چنانچہ مثالوں سے ذیل کی ظاہر ہو جائے گا:-

اس کش

دنیا سے رسم و راہ محبت کی اُٹھ گئی مُنتے ہیں اب تو عاشق و معشوق ڈاب میں

دآغ

اُسے بن بھن کے مرے ماتم میں وہ جبکہ رسم سوگوار سی اُٹھ گئی

دآغ

پھر دآغ کہتے ہیں یہ تم سے کیا شکوہ ہے بگلا اُس سے جس نے رسم وفا نکالی ہے

امیر مینائی

پوچھو نہ اس زمانے میں الفت کا حال کچھ اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

شوق

ادا اُس سے سب رسم الفت کیا بہت رو کے ملکہ نے رخصت کیا

عروج الفت شنوی

رسم پہنانے کا رچا لوں گی اُسے اپنے ہی گھر بلا لوں گی

صبا لکھنوی

راہِ عدم میں رسم نہیں پاتراب کی ممکن نہیں رکوں دمِ حلت کسی طرح
مثالوں سے واضح ہو گیا ہو گا کہ کس کس استاد نے مذکر۔ اور کس کس نے مؤنث نظم کیا ہے۔

قول فیصل۔ موجودہ دور میں رسم کو مؤنث بولتے ہیں۔ یہی صحیح بھی ہے۔

(۵) بُری، تین معنی میں اہل لکھنؤ بولتے ہیں۔ (۱) بُری (بُری سفیدی) یعنی چونا

جو دیواروں کو سفید کرنے کے لیے پوتا جاتا ہے۔ اس کی مثال اس وقت یاد نہیں در نہ لکھ دیتا۔

چونکہ میں لکھنوی ہوں اور میرے دور میں یہی بولتے بھی ہیں لہذا میرا لکھنا صحیح مانے غلط کہنے کی

خالباً کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ (۲) بُری کے معنی آزاد ہونے کے ہیں جیسے قید سے بُری

ہو گئے یعنی آزاد ہو گئے۔ (۳) بُری کے معنی علیحدہ ہونا، الگ ہونا۔ چونکہ میرا دآغ

تھک چکا ہے اس لیے کسی مستند استاد کا شعر یاد نہیں آتا۔ ایک زمانہ ہوا جب
مفتویٰ ہشت گلزار از اول تا آخر دیکھی تھی اُس کا ایک شعر یاد ہے ۔

تجما ہر اک عیب سے غرض دوری کنی درکار دہٹ نہ چھ نہ بری

۵۱ بری - ہندی لغت - اسم - واحد - وزن - ہری - معنی - دیہاتی لوگوں میں ساچن کی
رسم کو بری کہتے ہیں - یہ لغت فصاحت کے مرتبے پر فائز نہیں - عورتیں زیادہ بولتی ہیں
بالخصوص عوام -

تشریح

شادی کے موقع پر یہ رسم یوں ادا کی جاتی ہے کہ عقد و خستی کے قبل بری کی رسم ہوتی ہے
جس طرح اہل شہر ساچن کی رسم کرتے ہیں - بری، لڑکے والوں کی طرف سے جاتی ہے -
دو نمند حضرات حسب ذیل صورت سے بھیجتے ہیں :-

کپڑے کے جوڑے ۵۵ عدد - چوڑیاں لاکھ کی ۵۵ جوڑ - شکر ۵۵ سیر - ٹوٹے چوٹے
سے پتے ہوئے مٹی کے ۵۵ عدد - ناریل پتی منڈھے ہوئے ۵۵ عدد - میوہ ۵۵ سیر - بانس
کے ڈولوں میں جو پھیلے ہوئے ٹوکروں کی طرح ہوتے ہیں ان میں میوہ جاتا ہے - پازیب ایک جڑ
ٹیکہ طلائی ایک عدد - سن سر طلائی ٹکیاں جو ڈوپٹے کے کنارے پر ٹکی ہوتی ہیں - تھان ہوا ۵۵
تھان آل ایک عدد - ڈوپٹہ کرکری ایک عدد - پانجامر تافہ کا ایک عدد - چکر برائے پشوار
بقدر ضرورت - منگی نفرتی دہی بھرا ہوا ایک عدد - منگی گلی دہی بھرا ہوا زندہ گرھی مچھلی
بندھی ہوئی ایک عدد - کنگن سیزن کے ایک جوڑ - کنگن نون کے ایک جوڑ - جوڑا مان ایک عدد
کنگن چوڑی والی ایک جوڑ - افشاں بقدر ضرورت - ہنسی - چوہا - عطر - گلاب - کیوڑا -
پھولوں کا گنا - سہرا - کلاوہ انار - چاند نیکی وغیرہ کاغذ کی ایک عدد

یہ لحاظ طول اختصار کیا درنہ لکھتا کہ غبار کے یہاں کیا کیا جاتا ہے - ہوتا سب کچھ ہے

مگر مختصر مختصر۔ سبب ضعف اختصار پر نظر کر کے عریضہ حاضر کر رہا ہوں۔ فقط

غیر معروف

خط لفاذ میں رکھ کے ملازم کو دیا کہ ڈاک خانہ میں ڈال آئے۔ اٹھ کھڑے ہوئے،
 زنانہ خانہ میں تشریف لے گئے، خاصہ نوش فرما کے آرام فرمایا۔ چاکر سبکے برآمد ہوئے،
 چمن میں کرسی پر بیٹھ گئے اور چمن کو ملاحظہ فرمانے لگے۔ شام تک باہر رہے، گیارہ بجے رات کو
 زنانہ خانہ میں تشریف لے گئے۔ صبح کو برآمد ہوئے، میٹھے میں فروکش ہوئے۔ نواب کی
 غزل یاد آگئی نکال کے بنانا شروع کی۔

اصلاح نمبر ۱۵

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

میں نے محشر میں چھوٹے نوح قاتل دیکھا قتل کرنے پر تنگوار کو مال دیکھا
 اسے موت پاس آؤ تو نے مارا دل
 چونکہ مطلع میں الف تائیس کی قید ہے یعنی قاتل، مال اور غزل میں مشکل، دل
 وغیرہ قافی ہیں۔ لہذا مطلع میں قید تائیس درست نہیں۔ مطلع میں ایک قافیہ الف تائیس کا
 اور دوسرا قافیہ بغیر تائیس جیسے دل، منزل وغیرہ کا ہونا چاہیے یا پوری غزل حاصل،
 جاہل وغیرہ قید تائیس کر کے کہنا چاہیے لہذا مطلع میں ترمیم کر دی۔

شعر نمبر ۲

آج مُردے پر رونے پڑے ہوتے تھے کبھی دے گئے داؤد فاصبر کا حاصل دیکھا
 روئے بزمی لاش پر
 مُردے پر رونے سے زیادہ فصیح لاش پر رونا ہے۔ بعض محل ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں
 مُردے کا لفظ فصیح ہوتا ہے۔ یہاں غیر فصیح (دے گئے) سے (دل گئی) کا لفظ
 صاف ہے۔

شعر نمبر ۳

آپ کا خون گاہوں میں بھرا تھا اتنا
آپ کے جلوے بھرے تھے اتنے
ڈال دینا پہ نظر ہم نے بشکل دیکھا
ہم نے دیکھا بھی تو دنیا کو
(نور بھرا) بے معنی ہے اس لیے جلوہ بنایا۔ دوسرے مصرع میں (تو) کی ضرورت تھی
جس کے بغیر مطلب ناتمام تھا۔ غزل میں زیادہ شعر کہا کیجیے تاکہ مشق بڑھ جائے۔

شعر نمبر ۴

خوف مجھے کا جو حقاقت مصیبت میں کٹی
چو چراغ شب ہجران تو کبھی دل دیکھا
دوسرا مصرع (گہ) کا محتاج تھا کیونکہ مصرع کے دو حصے تھے۔ دوسرے مصرع میں
کبھی کا لفظ تھا لہذا (گہ) یا (گاہ) یا (کبھی) پہلے ٹکڑے میں ہونا لازمی تھا لہذا بنا دیا۔

شعر نمبر ۵

ہم ۱۰۰ سو ہیں کہ لکھیں نہ لیا سیریا
ہم نے لکھیں نہ چراغ بر سر دیکھا
سر میں (اک دن) کا لفظ دوسرے مصرع میں پھر (اک دن) یہ تکرار غیر مفید کیا
بلکہ بعید از فصاحت۔ ایسے زوائد سے شعر مترا ہونا چاہیئے۔

شعر نمبر ۶

جو نہیں کو یہ سمجھتا ہو کہ ہاں کہتے ہیں
اُس کو دنیا میں نہ ہوتے ہوئے قائل دیکھا
شعر غنیمت ہے۔ رہنے دیا۔

شعر نمبر ۷

کبھی قنیل پہ ہوتا ہے نتیجے کا حصول
جس کو آسان نہیں سمجھائے مشکل دیکھا
شعر بے معنی ہے کاٹ دیا۔

شعر نمبر ۸

حشر تک کہ آپ پاک خوف ہے کا طاری
آپ نے کیوں دیدہ السبل دیکھا
یا آپ نے گئی نگہ عالم یا اس
آپ نے غور سے
یہ لحاظ طول اختصار کے رنگ کا تھا۔ غزل سے کوئی ربط نہ تھا اس لیے بنا دیا۔

دوسرے مصرع میں ترتیب و نشست الفاظ درست کر دی۔

مقطع نمبر ۹

نقص امید ہے دنیا میں ہر اک چیز کا جزو جھوٹ ہے جو کہ ہم نے سہ کار مل دیکھا
غزل کے شعر بہت کم ہیں آئندہ کوشش کیجیے کہ شعر زائد ہوا کریں ورنہ عسمر بھر مشق
شعر و سخن سے نا امید رہنا چاہیئے۔ میں نے غزل بنا تو دی لیکن اگر بارہ شعروں سے اب کی
غزل کم ہوگی تو اصلاح میں دشواری ہوگی۔ خیال رکھیے گا۔

دلچسپ معلومات نمبر ۱۵

اصلاح دے کے غزل قلمدان میں رکھ دی اور کتاب مطلق اٹھا کے بغرض مطالعہ
ورق گردانی شروع فرمائی تھی کہ ایک شاعر غزا جن کو دعویٰ یہ تھا کہ مجھ سے بہتر شعر کہنے والا
روئے زمین پر کوئی نہیں تشریف لے آئے۔ آتے ہی سلام علیکم کہا اور پاس بیٹھ گئے۔
استاد (علیکم السلام کہہ کے) تشریف لائے۔ اور سبم اللہ کہنا چاہتے تھے کہ وہ پہلے ہی
بیٹھ چکے تھے۔ استاد کو ان کی ہدایت کدانی پر سخت حیرت تھی۔ سفید بال یعنی پٹے جو شانوں
تک بڑھے ہوئے۔ ریش چہرے پر جس پر برابر پان کی پیک کے دھتے، رال بہتی ہوئی،
گر بیان کھلا ہوا۔

ہمان۔ (گھبراتے ہوئے لہجے میں) جناب کا وقت تو میرے آنے سے خواب نہیں ہوا؟
استاد۔ جی نہیں۔ آپ نے کھنکھ خانہ کو رون بخشی جو باعث مسرت ہے۔ تشریف رکھیے۔
ہمان۔ میں نے سنا ہے کہ جناب سے بہتر اب لکھنؤ میں کوئی ادب داں شاعر نہیں ہے؟
استاد۔ استغفر اللہ۔ مجھے صحیح غلط کا بالکل امتیاز نہیں۔ مکمل شمع عرض کرنا نہیں جانتا۔
دوسرے یہ کہ سبب پیرانہ سالی کے جو کچھ یاد تھا وہ بھی بھول گیا۔

ہمان۔ جناب کی تعریف میں نے ملکوں ملکوں، شہروں شہروں میں اساتذہ فن سے سنی ہے۔

مگر جناب میں اپنے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ فدوی کے تقریباً چار سو شاگرد ہیں، کل اصنافِ نظم پر اصلاح دیتا ہوں۔ (غزل - قصیدہ - رباعی - قطعہ - قطعہ تارخ - مرثیہ - نظم) سب پر قادر ہوں۔ سیکڑوں کو استاد بنا دیا۔ بڑی محنت و ریاضت کے بعد آج اتنی نقلی کر رہا ہوں۔ دس سال کا بل گھر سے نہیں نکلا، نظم کر کر کے پھاڑ کے پھینکا ہے۔ بُروں میں ردی دیا بُرد کرائی ہے۔ مجھ سے بڑے بڑے استاد بات کرتے گھبراتے ہیں۔ علم عروض نوکے بان کئی لاکھ اُردو اساتذہ کے شعر یاد ہیں۔ تین دن میں مرثیہ کہتا ہوں۔ بات کتنے غزل و قصیدہ تیار کرتا ہوں۔ لکھنؤ کے عورت، مرد سب کے محاورات پر قادر ہوں۔ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ محاورہ کیونکر بنا، کون بولتا ہے؟ ایک ایک لفظ کے متعلق صحیح و غلط کی تحقیق کی ہے میں جہاں بھی جاتا ہوں، سوائے تحقیق زبان کے دوسرا کام نہیں۔

اُستاد۔ بجا ہے۔ واقعاً جناب با اوصاف بزرگ ہیں۔ اُستاد ہیں۔

ہمان۔ جناب اپنا کچھ کلام سنائیں؟

اُستاد۔ میرا کلام اس قابل نہیں جو کسی اُستاد کے سامنے پیش کیا جائے۔

ہمان۔ جناب یہ ناممکن کہ میں بغیر سننے چلا جاؤں۔

اُستاد۔ آپ اپنا کلام سنائیں نہایت شوق سے سننے کو تیار ہوں۔

ہمان۔ میری ضد ہے، سنائیے اور ضرور سنائیے۔

اُستاد۔ آپ مجبور فرماتے ہیں۔ چند شعر ایک غزل کے عرض کیے دیتا ہوں۔

مطلع

عرض کیا ہے

دزدیدہ اک نظر مرے چہرے پہ ڈال کے آنکھوں کی راہ لے گئے دل کو نکال کے

ہمان۔ بخدا پُرانے رنگ کا کیا شعر سنایا ہے۔

اُستاد۔ مطلع سنایا ہے۔

ہمان - جی ہاں۔ مطلع، ایک ایک حرف گینے ہے۔ درذویدہ کا لفظ لا جواب کس قدر عظیم مراتب ہے۔ واقعاً جناب بزرگوں کی یادگار ہیں۔ اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ ایک بات عرض کروں؟
اُستاد - ضرور۔

ہمان - دوسرے مصرع میں (دل کو) کا ٹکڑا ہے۔ اس میں (کو) زائد معلوم ہوتا ہے؟
اُستاد - ضرور زائد ہے۔ مگر جناب والا اگر ایسے زوائد سے احتیاط کی جائے گی تو اردو میں شعر کتنا دشوار ہو جائے گا۔ یہ زائد نہیں ہے بلکہ تخصیص ہے۔ یعنی (جگر، پھیپھڑا) نہیں لے گئے بلکہ دل کو نکال کے لے گئے اگر جناب یہ (کو) زائد ہے تو آتش کے یہاں بھی زائد ہے۔

آتش

جو چاہے سونا نگ آتش درگاہ آگاہی سے محروم کبھی پھرتے دیکھا نہیں سائل کو
بس اس قدر کافی تھا کہ سائل محروم پھرتے کبھی نہیں دیکھا۔ اگر اس مثال سے جناب کی خاطر جمعی نہ ہوئی ہو اور آپ یہ فرمائیں کہ (کو) زائد نہیں معلوم ہوتا تو دوسری مثال ملاحظہ ہو۔

آتش

تماشا دیکھتا ہوں گھر میں بیٹھے ہفت کشور کا بنایا ہے مرادل توڑ کر جام جہاں میں کو
ملاحظہ ہو (کو) بالکل زائد ہے یا نہیں؟ دوسری بات اور ملاحظہ ہو وہ یہ کہ آپ نے میرے یہاں مطلع میں حوت (کو) کو زائد فرمایا تھا۔ جناب عالی (گھر میں بیٹھے) کا ٹکڑا بھی ملاحظہ کیا؟ محاورہ ہے (گھر بیٹھے) اور صرف کیا ہے (گھر میں بیٹھے) (میں) زائد ہے یا نہیں؟

ہمان - واقعاً جناب میرا اعتراض غلط تھا۔ آپ صحیح فرماتے ہیں۔

اُستاد - شعر عرض کیا ہے۔

صیاد نے رہا نہ کیا چل بسی ہزار پچھتاٹے ہم نفس میں نئے پر نکال کے
ہمان - واہ واہ، واہ واہ، ماشاء اللہ، کیا شعر فرمایا ہے۔ (نئے پر) کے ٹکڑے نے جان الٹی

خدا کی قسم روح تازہ ہو گئی۔ میرے ہوش اُڑ گئے۔
اُستاد۔ اسی جگہ پر بیٹے (ہوش اُڑ گئے) بہنسنے لگے۔

ہمان۔ ایک بات پھر عرض کرنا ہے؟
اُستاد۔ ارشاد ہو۔ (غور سے ہمان کو دیکھ کے)

ہمان۔ (چل بسی) کی جگہ اگر (چل بھی دی بہار) ہو تو کیا قباحت ہے؟
اُستاد۔ (چل دینا) بولتے ضرور ہیں مگر بہت کم۔ میں احتیاط کرتا ہوں، بازاری صرف ہے
چل کا صرف مختلف طریقوں سے زبان میں ہے۔ جیسے چل نکلتا۔ داغ
کٹ گئے لاکھوں گلے اس تیزی رفتار سے اب تو چل نکلے زیادہ اپنے ہی خیر سے آپ
یا چل بیٹھنا امیر

ہو جو مسجد میں دل گرفتہ امیر کسی بھٹی پہ کیوں نہ چل بیٹھو
یا چل کھڑا ہونا جلال

کوئی دُکام ہی ساتھ آؤ نہ جانا تا قبر چل کھڑا ہو کہیں گھر سے تو جنازہ میرا
اسی طرح چل بسا، لکھنؤ کا بہترین فصیح محاورہ ہے۔ چنانچہ آتش کا شعر یاد آگیا۔ آتش
نظر آتا ہے مجھے اپنا سفر آج کی رات نبض چل بسنے کی دیتی ہے خبر آج کی رات
ہمان۔ جناب آپ کو جیسا سُنا تھا دیا ہی پایا۔ میں تو قوتِ حافظہ کی پھر تعریف کروں گا
بات کسی اور شعر موجود۔ میں تو جناب کی ادبیت کا قائل ہو گیا۔ اور شعر ارشاد ہو؟
اُستاد۔ بس، اب آپ ارشاد فرمائیں۔

ہمان۔ یہ نہیں ہوگا۔ میں اور سنوں گا۔

اُستاد۔ آپ مجبور فرماتے ہیں۔ ایک شعر اور سُنادوں۔ بس۔ عرض کیا ہے۔
دُچار ہم غریبوں کے بس آئیاں جلائے گلشن میں بجلیاں بھی گریں دیکھ بھال کے
ہمان۔ قرآن کی قسم بے نظیر شعر کہا ہے۔ دیکھ بھال کا قافیہ اس قدر عمدگی سے نظم کرنا آپ ہی کا

کام ہے۔ روح تازہ فردادی۔ معافی چاہتا ہوں ایک بات اور دریافت کروں گا۔ میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں۔

اُستاد۔ ضرور ارشاد ہو۔

حمان۔ جناب کے پہلے مصرع میں 'غریبوں' کا لفظ جناب نے صرف کیا۔ واؤ، نون گر گیا۔ یہ کہاں تک جائز ہے؟ مصرع یوں صحیح ہے ع

دو چار ہم غریب کے بس آشیاں جلائے

اُستاد۔ بالکل صحیح عرض کیا ہے۔ اور اس طرح کی گرہ بڑ جائز ہے۔ واقعاً تقطیع میں ایسا ہی رہتا ہے۔ جیسا آپ فرماتے ہیں۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اُردو کی جمع ہے۔ دوسرے 'غریبوں' کا نون، نون غنہ ہے جس کا گرنا تقطیع میں جائز ہے۔ رہا واؤ تو اُردو قاعدے سے جمع بنائی۔ گئی ہے لہذا واؤ اُردو کا ہوا، جب اُردو ہوا تو اُردو کے حرف کا گرنا بالکل جائز قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ میر تقی میر

حیرت ہے کھولیں چشم تماشا کہاں کہاں حسن و جمال دیا ہی اس کا خرام کیا (کھولیں) کا (دی ن) میر صاحب نے گرا دیا۔ مصرع بحیثیت وزن یوں رہا جاتا ہے ع

حیرت ہے کھول چشم تماشا کہاں کہاں

میں نے خدائے سخن کے شرکی مثال اپنی تائید میں پیش کر دی۔ شاید جناب مطلب اضع ہو گیا ہوگا۔ (دی ن) میر صاحب نے گرا دیے۔ نون، نون غنہ۔ (دی) اُردو کی لہذا تقطیع میں دونوں کا گرنا جائز۔

حمان۔ واہ، کیا خوب سمجھایا ہے۔ ذہن نشین کر دیا۔ میں نے ہندوستان میں ایسا حاضر جواب اُستاد نہیں دیکھا۔ خدا آپ کو زندہ رکھے، آپ لکھنؤ کی ناک ہیں۔ آپ سے لکھنؤ لکھنؤ ہے۔ آپ کا جواب دینے والا روئے زمین پر نہیں۔ مگر جناب میرا کلام بھی ایسا ہے جس میں ایک حرف عیب کا نکلنا دشوار ہے۔ میں جناب کو قسم دیتا ہوں، اگر کوئی اعتراض اتفاق سے سمجھ میں آئے تو

دریافت ضرور فرمائیے گا۔

اُستاد۔ میری حیثیت علمی اس قدر نہیں کہ میں اعتراض کر سکوں۔ جناب اپنا کلام بلاغت نظام میں
ہمان۔ ابھی جناب اپنا کلام سنائیں، میری نہیں ہوتی۔

اُستاد۔ صرف آپ کی خوشی تھی جو تین شعر پڑھے ورنہ اس ناقدِ زمانے میں کسی کو ایک شعر
بھی سنانے کو دل نہیں چاہتا۔ پس آپ ہی کلام سنائیں، میں اب نہیں پڑھوں گا۔

ہمان۔ ملاحظہ ہو۔ ایک غزل کے چند شعر سناتا ہوں جو بڑی محنت سے عرض کی ہے۔ شاید
عیوب سے پاک ہوں۔

اُستاد۔ بسم اللہ۔

ہمان۔ غزل۔ مطلع

رگوں سے خون ہو کے دل اگر تاجِ شہم تر جاتا مسافر اپنی رو میں حدِ منزل سے گزر جاتا
اُستاد۔ نہایت سمجھ کے جناب نے مطلع ارشاد فرمایا ہے۔ سبحان اللہ، پھر ارشاد ہو۔

ہمان۔ بہت خوب کہہ کے مطلع پھر پڑھا اور اُستاد نے پھر تعریف کی۔ ہمان نے دوسرے مطلع پڑھا
مطلع

سحر تک مرنے والے انتظارِ یار کر جاتا شب بھراں کٹ جاتی جو مرنا تھا تو مرجاتا
اُستاد۔ نایاب مطلع جناب نے ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن (یہ کہہ کے اُستاد چُپ ہوئے)

ہمان۔ کیوں، کیوں؟ آپ کو میرے سر کی قسم ارشاد تو ہو کیا عیب ہے؟
اُستاد۔ آپ ہمان ہیں۔ خاطر شکنی اخلاقی جرم ہے لیکن جناب قسمیں بھی دے چکے ہیں۔

ہمان۔ میں ناراض نہ ہوں گا۔ آپ فرمائیں تو۔

اُستاد۔ شب بھراں، کاکڑا سمجھ میں نہ آیا۔

ہمان۔ کیا اضافت غلط ہے؟

اُستاد۔ جی نہیں۔ اضافت صحیح۔ اعلان غلط۔

ہمان - کیا آپ مع العطف اضافت اعلان نون کے قائل نہیں؟
اُستاد - میں کیا، جتنے محتاط لکھنؤ میں گزرے سب نے احتیاط کی۔

ہمان - میری سمجھ میں نہ آیا کہ جناب محتاط اساتذہ سے کون کون سے اساتذہ مراد لیتے ہیں۔
اُستاد - جیسے حضرت ناسخ - کہیں جناب کو کلام بھر میں اعلان نون نہ ملے گا۔

ہمان - دہلی اور لکھنؤ کے مسلم الثبوت اُستاد جن کو خدائے سخن کہا جاتا ہے اُن کی مثالیں
اگر جناب فرمائیں تو پیش کروں۔

اُستاد - دُعا ایک مثالیں تو ضرور ارشاد فرمائیے۔

ہمان - جناب دلا، خدائے سخن حضرت میر تقی میر دہلوی کا شعر موجود ہے۔ جن کے سستہ ہونے میں کلام
نہیں، واقعاً یہی شاعر ایسا باکمال گزرا ہے جس کی تقلید پر دنیا مجبور ہے جس کے سامنے دوسرے شاعر کا
چراغ نہ جل سکا، آج تک دلوں پر رسکے بیٹھا ہوا ہے۔

آج آوارہ ہو اے بال اسیرانِ قفس بے گُل و باغ و خیابان نہ ہوں گے گل
دیکھئے (خیابان) کے نون کا اعلان کر دیا۔ اسی طرح آپ کے لکھنؤ کے اساتذہ نے
خوب خوب اعلان کیا۔

اُستاد - میں یہ کب کہتا ہوں کہ اعلان نون اُستادان لکھنؤ کے یہاں نہیں موجود ہے۔ لیکن
جناب کیا اگر کسی عیب کو لوگ نظم کرنے لگیں تو کیا عیب نہیں رہے گا؟ بھلا کسی ایرانی ادیب
مسلم الثبوت کے یہاں تو جناب اعلان نون دکھا دیں؟

ہمان - واقعاً جناب درست فرماتے ہیں نہیں ملے گا۔ پھر اساتذہ لکھنؤ اور دہلی نے غلطی کیوں کی؟
اُستاد - اور تو کیا کہوں۔ بابت یہ تھی کہ دنیا اُن کی طرف کھینچ رہی تھی جو بھی کہہ دیتے تھے
واہ واہ کے سوا کبھی اعتراض کی آواز کا نون تک نہیں پہنچی۔ اُن کی مثال اُن دُعا و شاعرانہ
کی تھی جن کو کسی کو دو کسی کو چار خون معاف تھے۔ اُسی طرح یہ سب اُستاد تھے کسی کو دو غلطیاں
کسی کو چار غلطیاں معاف تھیں۔ باقی غلط غلط ہی ہے۔

شعر

بچایا میرے دل نے روک کے مخلوقِ عالم کو
بیا ہوتی قیامت جس طرف تیر نظر جاتا
اُستاد - بہت نایاب شعر فرمایا ہے - پھر ارشاد ہو -
ہمان نے پھر پڑھا - اور جھک جھک کے تسلیمیں کیں -

شعر

سدا مرنے کے لے چارہ گرد و تدبیر ہی کیا تھی
مرے دل میں چمک اُٹھتی اگر دردِ جگر جاتا
اُستاد - بہت صاف و پاکیزہ کلام جناب کا ہے - واہ واہ، کیا کہنا -

شعر

یہ ماننا غیظ انھیں آتا نہ واپس خط مرا لاتا
بلا سے چاک ہو جاتا ترا کیا نامہ بر جاتا
شعر
پہنا کے بیڑیاں گردِ فن کرتے تم نہ وحشی کو
تو اپنی رُو میں صحرائے قیامت سے گزر جاتا
اُستاد - کیا کیا مرصع شعر جناب پڑھ رہے ہیں - تعریف سے زبان قاصر ہے - نگینے جڑ دیے -
ہمان - آداب بجا لاتا ہوں -

شعر

متھاری شوق کی نظروں نے رکھا قلب کو زخمی
وگر نہ زخم تیغ و تیر کیا دُور دن میں بھر جاتا
اُستاد - یہ شعر بھی لاجواب فرمایا پھر ارشاد ہو -
ہمان - تسلیمات بجا لاتا ہوں - جناب عزت افزائی فرماتے ہیں - پھر شعر پڑھ کے

شعر

سمجھتا منزلِ مقصود حاصل زندگانی کا
جہاں پر راہِ اُلفت میں دلِ مضطر ٹھہر جاتا
اُستاد - یہ شعر بھی منتخب فرمایا - کیا مدح و ثنا ہو -
ہمان - تسلیم عرض کرتا ہوں - ایک مطلع اور یاد آگیا -

اُستاد - ارشاد ہو۔

مطلع

یہ حسرت تھی کہ اس دُنیا میں بس دُکام کرجاتا تنہا ری یاد میں جیتا تنہا رے غم میں مرجاتا
اُستاد - کتنا لاجواب مطلع اور آپ چھوڑے جاتے تھے۔ کیا خوب فرمایا ہے، پھر ارشاد ہو
ہمان - (سلام کرتے ہوئے) جناب ہمان نوازی فرماتے ہیں۔

مقطع

برستی اُس جگہ برسوں اُداسی رات دن آریاں جنازہ مجھ سے وحشی کا جہاں دم بھر ٹھہر جاتا
اُستاد - مقطع بھی خوب فرمایا ہے۔ بلکہ پوری غزل مرصع ہے۔
ہمان نے کھڑے ہو کے سلام کیا۔

اُستاد - اور کچھ اپنا کلام جناب ارشاد فرمائیں؟
ہمان - ایک غزل پر میں خود اکتفا نہ کروں گا۔ آپ سا قدردان کہاں ملے گا۔ جناب نے
شعر ملاحظہ فرمائے کس قدر سمجھ کے عرض کیے ہیں۔
اُستاد - میں خود یہی عرض کر رہا ہوں۔

ہمان - جی، عیوب سے کس قدر پاک ہے۔ بڑے بڑے اساتذہ لکھنؤ کو کلام سُنا یا ایک
حرف پر اعتراض نہ فرما سکے۔ جناب نے تو ایک اعتراض فرمایا جو واقعتاً درست تھا۔ اب
انشاء اللہ تعالیٰ کوئی غلطی نہ ملے گی۔

اُستاد - درست ہے۔ آپ کا کلام ایسا ہی ہے۔

ہمان - فن کی معلومات حاصل کر کے نکلا ہوں۔

اُستاد - (فن کی معلومات) کیا فرمایا؟ کیا معلومات بصورتِ جمعِ ثانیٹ ہے اور واحد ہے؟

ہمان - بیشک تذکیر و جمع ہے۔ (فن کے معلومات) مجھ کو کہنا چاہیے تھا۔

اُستاد - جناب معاف فرمائیں گے، بے ادبی ہے۔

ہمان - معاف فرمائیے کی بات نہیں، ابھی لکھنؤ میں اتنا اتیار رکھنے والے موجود ہیں۔ میں نے جان کے عرض کیا تھا۔ جناب معاف فرمائیں گے۔ امتحان مقصود تھا۔ ملاحظہ ہو۔ ایک قطعہ تاریخ عرض کیا ہے۔

اُستاد نے فوراً اعتراض کر دیا۔ جناب قطعہ کب ہے یعنی بفتح قاف۔ آپ نے قطعہ فرمایا درآخا لیکہ لفظ قطعہ ہے بکسر قاف۔

ہمان کو چونکہ اپنی بات رکھنی تھی انکار کر دیا۔ جی نہیں، لغت میں قطعہ ہے۔ اُستاد۔ متاخرین نے قطعہ استعمال کیا ہے لیکن تقدیر فصحا ایران قطعہ بکسر قاف ہی بولتے تھے۔ ہمان۔ ایسا نہیں۔ تقدیرین و متاخرین سب (قطعہ) ہی بولتے تھے۔ آپ کے پاس لغات ہیں؟ اُستاد۔ جی، کل لغت قریب قریب موجود ہیں۔ (یہ کہہ کے اُستاد نے بہارِ علم الماری سے خود نکال کے ہمان کو دے دی۔ ہمان نے حرف قاف مع الطاء دیکھنا شروع کیا۔ قطعہ نکل آیا) ہمان۔ دیکھیے یہ نکل آیا۔ اور عبارت پڑھنا شروع کی۔

(قطعہ بکسر اول و سکون ثانی پارہ از ہر چیز۔ و در اصطلاح شعرا دو بیت یا زیادہ مطلع دارد یا ندارد گویا کہ آں پارہ از غزل یا قصیدہ بریدہ شدہ است۔ از مدار و کشف و بہارِ علم و بایں معنی۔ بالفصح خطا است۔ مگر بعضے فصحا متاخرین جائز ہم داشتہ اند) اُستاد۔ جناب نے عبارت ملاحظہ فرمائی؟

ہمان۔ بیشک جناب درست فرماتے ہیں۔ میں جناب کی جامعیت کا قائل ہو گیا۔ یہ جناب کو یاد کیونکر رہتا ہے؟

اُستاد۔ شاعر کے لیے ضرورت ہے کہ ہمہ وقت تحقیق و تدقیق میں مصروف رہے چنانچہ میں بھی دن رات کتب بینی و تحقیق الفاظ میں مصروف رہتا ہوں۔ جس کی وجہ سے یہ بات پیدا ہے۔

ہمان۔ خیر، اشعار ملاحظہ ہوں:-

مطلع قطعہ تاریخ

وفات حسرت آیات سید عمادین الدین صاحب بجنوری -

ہم نے دیکھی نہ کبھی زیرِ فلک آبادی گھر جو آباد ہوا چرخ نے کی بربادی
اُستاد - قطعہ تاریخ میں مطلع چہ منے -

ہمان - کیا قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا؟

اُستاد - ابھی آپ نے پڑھا ہے۔ (دوبیت یا زیادہ) جب بیتوں پر تاریخ منحصر ہے تو مطلع کیونکر لایا جاسکتا ہے۔ آج تک کسی اُستاد نے تاریخ میں عام اس سے کہ خوشی کی ہو یا غم کی یا اور کوئی ہو کبھی مطلع نہیں کہا۔ شعر سے تاریخ شروع کی جاتی ہے۔ دیکھیے جناب زور کھنوی نے نواب معین الدولہ بہادر مرحوم کی تاریخ کہی ہے لیکن مطلع نہیں ہے۔ یہ دلیل ہے کہ ایک فن کا جاننے والا اگر جائز ہوتا تو مطلع سے ضرور شروع کرتا۔

قطعہ تاریخ

فرماتے ہیں -

ہائے حسرت گردشِ چرخِ ستمِ ایجاد سے (۱) ہر بھر گھر کو تباہی کا ہوا ہے سامنا
جنگلوں میں دشمنوں میں گھر کے اکثر مر گئے (۲) خوش نصیبی ہے اگر آئے عزیزوں میں قضا
اس پریشانی، مصیبت میں نہ کوئی گھر گئے (۳) لٹ گیا جس طرح بن میں خاندانِ مصطفیٰ
مجلسِ چلم ہے جن مرحوم کی لے اہلِ بزم (۴) ان کے لب پر رات دن تھا نامِ شاہِ کربلا
اب مجھے شعر یاد نہیں۔ بہر طور مطلع نہ ہونا چاہیے۔

ہمان - مجھے اس وقت کوئی مثال ایسی یاد نہیں آتی جس کے تاریخ میں مطلع ہو۔ جناب کیا ایسا حافظہ کہاں سے لاؤں۔ جناب سے ہر کس و ناکس تو بات ہی نہیں کر سکتا۔ جناب ہر فن کا لائے۔
اُستاد - میں پہلے کہہ چکا مجھے کچھ سلیقہ نہیں۔

ہمان - اور شعر ملاحظہ ہوں۔

گئے دنیا سے بڑے والد و شیدائے شینِ دل میں داغِ غمِ شبیر کی تھی آبادی

اُستاد۔ شعر تو بہت خوب سنا یا مگر اب ایک بات اور عرض کرنا ہے وہ یہ کہ مکرر قافیہ بھی لے آئے۔

ہمان۔ اس میں کیا عیب ہے؟

اُستاد۔ بہت بڑا عیب ہے۔ قطعہ میں مکرر قافیہ نہیں لاتے۔ یہی اساتذہ کا معمول ہے کہ کسی ایک اُستاد کا قطعہ بھی آپ پیش نہیں فرما سکتے جس میں مکرر قافیہ ہوں۔ جناب اگر فرمائیں تو قطعات عرض کرنا شروع کروں۔

ہمان۔ مجھے جناب کے فرمائے کا یقین ہے۔ واقعاً آپ استاد بلکہ استادِ گزشتہ ہیں۔ میں اپنی تعلق کی صفائی چاہتا ہوں۔ تو یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ مکرر قافیہ نہ ہو؟ اُستاد۔ بالکل طے شدہ امر ہے۔

ہمان۔ قطعہ تاریخِ قوابِ بناؤں کا نہیں کیونکہ آفتاب کو چرخ دکھانا ہے۔ مگر دو ایک شکوک متعلق تاریخِ باقی ہیں جناب حل فرمادیں۔ الف ممدودہ میں الف کا ایک عدد لینا چاہیے یا دو؟ اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیے۔

اُستاد۔ میری تحقیق یہ ہے کہ الف ممدودہ کے دو لینا چاہیئے۔ احتیاط اسی میں ہے۔ جیسے (آیا) کے تیسرے عدد جوڑنا چاہیئے۔ اگر کوئی صاحب (آیا) کے بارہ ہی عدلیں تو قابلِ اعتراض نہیں۔ جو الف ممدودہ کے دو لیتے ہیں اُن کا خیال یہ ہے کہ جب اوپر مدینے چھڑا الف بناتے ہیں اور بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ (الف الف زہرا) تو دو کیوں نہیں۔ کیونکہ کتبوی ہے۔ جو الف کا ایک عدد لیتے ہیں وہ الف نہیں مانتے بلکہ مد۔ اور مد کا کوئی عدد نہیں لہذا وہ (آیا) کے بارہ ہی عدد لیتے ہیں۔ جناب نے خیال فرمایا؟

ہمان۔ بالکل سمجھ گیا۔ بہت جناب کی سمجھنا شروع ہوئی۔ صرف ایک شک اور صاف کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ (ہمزہ) اور (ی) کا مسئلہ ہے۔ (گئے) میں چالیس عدد لیے جائینگے یا اکتیس؟

اُستاد - میں آپ کا مطلب سمجھ گیا - دونوں مسلک اساتذہ کے ہیں - بعض نے (کاف) کے بین اور (ہمزہ) کو یا قرار دے کے بین عددیے ہیں اس طرح چالیس ہوئے - اور ان کا قول یہ ہے کہ یہ (ہمزہ) انہیں ہے بلکہ دراصل یا ہے لہذا کیا وجہ کہ دس عدد نہ لیے جائیں - اور جو حضرات اکتیس عدد لیتے ہیں اُن کا خیال یہ ہے کہ کاف کے بین عدد ہمزہ کا چونکہ قائم مقام الف ہے ایک عدد اور یا کے دس عدد - اس طرح اکتیس عدد لیتے ہیں - قول صحیح میرے نزدیک یہی ہے کہ چالیس عدد لیے جائیں - اور دو (یا) مانی جائیں -

ہمان - سبحان اللہ، کیا جامع تقریر فرمائی ہے - میری بھیبی کہ لکھنؤ میں ٹھہرنے میں کتنا نسیق جناب کی صحبت سے فیضیاب ہوتا - خیر، اگر زندہ رہا تو چلم سید الشہداء کے زمانے میں بغرض زیارت حاضر ہونے کا ارادہ ہے ضرور خدمت فیض و رحمت میں حاضر ہوں گا - اور چند محاورات قابل تحقیق ہیں جن کو جناب سے بہتر کون حل کرے گا تحقیق کروں گا -

اُستاد - انشاء اللہ تعالیٰ - ضرور تشریف لائے گا - زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اگر زندہ رہا تو بولوں گا -

ہمان - اللہ آپ کو زندہ رکھے - ضرور زندہ رہے گا - اب اجازت چاہتا ہوں - (یکہ کہے ہمان کھڑے ہو گئے) -

اُستاد بھی کھڑے ہو گئے -

ہمان - بس تشریف رکھیے زیادہ زحمت کی ضرورت نہیں -

اُستاد - یہ لکھنؤ کی تہذیب ہے - میں پچانک تک ضرور پہنچانے چلوں گا - یہ کہہ کے ہمان سے باتیں کرتے ہوئے پچانک تک تشریف لے گئے اور نہایت پُرانی تہذیب کے ساتھ معافی زحمت چاہتے ہوئے، خدا حافظ، فی امان اللہ کے ساتھ رخصت کر کے - زنان خانہ میں تشریف لے گئے - اور آرام فرمایا - اسی کے چار روز بعد جب دستور مولانا اپنی غزل لے کے صبح کے وقت آگئے اور سلام کر کے استاد کے سامنے بیٹھ گئے جیب سے نکال کے غزل پیش کی -

اُستاد۔ پڑھتے جائیے، اصلاح ہو جائے۔
مولانا نے سلام کر کے غزل شروع کی۔

اصلاح نمبر ۱۶

غزل مولانا

مطلع نمبر ۱

ہو گیا نشتر ہو کا منتظرِ فتاد ہے چھپنے والے ہر تیرے فریاد ہے
اُستاد۔ (ہو گیا) سے بہتر (لگ چکا) نشتر ہے۔ اور (ابو) کی جگہ (جلد آ) بنا دیجیے۔
اور پڑھیے۔ ہاں یہ تو بتائیے کہ نشتر اور فتاد کا تذکرہ آپ نے کیا سمجھ کے کیا؟
مولانا۔ اساتذہ کے کلام میں ذکر ہے اس لیے میں نے بھی عرض کیا۔
اُستاد۔ میں نے خوب پوچھ لیا۔ چاہتا ہوں کہ غزل کی بنیاد جن خیالات پر ہے بیان کرتا چلوں
تاکہ جلد آپ مکمل شعر کہنے لگیں۔ کیونکہ وطن مالوف ترک کر کے لکھنؤ میں قیام کیے ہوئے ہیں۔ سُنئے
غزل کی بنیاد عشق و عاشقی پر ہے۔ ایک عاشق و دُشتر معشوق۔
عاشق کی تعریف یہ کہ جو کبھی باوجودیکہ اُسے انتہائی کلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ کوئی عالم ہو
انکارِ عشق نہ کرے۔

اسی طرح معشوق۔ انتہائی بے رحم، مغلوب الغضب، وعدہ خلاف، عالم کے حسینوں میں
سب سے بہتر جس کا جواب روئے زمین پر نہ ہو، عاشق پر ترس نہ کھانے والا، غصے میں ذبح
کر ڈالنے والا وغیرہ وغیرہ یہ اوصافِ معشوق ہیں۔

اب یہ سوال ہے کہ عاشق کے نشتر کیوں گستا ہے؟ وہ اس لیے کہ انتہائے عشق و
محاکاتِ لہت ہجر و غم و غصہ سے مادہ سوداوی جسمِ عاشق میں بہت زیادہ پیدا ہو جاتا ہے جو باعثِ
جنون ہوتا ہے۔ جنون کے لیے اگر قصد دے دی جاتی ہے تو جنون کم ہو جاتا ہے بلکہ یوں

کہوں کہ مرض بھی جاتا رہتا ہے۔ گو عشق حکماء کے نزدیک جنون کی ایک قسم ہو آپ سمجھ گئے؟
مولانا۔ میں سمجھ گیا۔
مطلع نمبر ۲

حشر میں یوں تیرا عاشق مائل فریاد ہے ہاتھ پیر کے اس طرف بخون اُدھر فریاد ہے
اُستاد۔ (عاشق) کی جگہ (وحشی) بنائیے اور (روکے) کی جگہ (پرکٹ) لکھیے۔
مولانا۔ بہت خوب۔ اصلاح لکھ لی۔

مطلع نمبر ۳

موت کا آنا نشان قصہ بیداد ہے اٹھ گئی بلبلِ قفس کے سرنگوں صیاد ہے
بے بسی کی موت شرح میں مرگئی
اُستاد۔ (نشان قصہ بیداد) درست نہیں۔ یوں بدل دیجیے۔
بے بسی کی موت شرح قصہ بیداد ہے

مصرع ثانی میں (اٹھ گئی بلبلِ قفس سے) کا ٹکڑا صحیح نہیں اس لیے کہ گو 'اٹھ جانا، مر جانے کو' کہتے ہیں۔ جیسے کہ امیرِ نینائی کا شعر ہے

مشتاقِ امیر اٹھ گئے دنیا سے ہزاروں پردہ رُخِ محبوب سے اٹھانہ حیا کا
یا امیر تقی میر کا شعر ہے

بٹھا اُس کی خاطر میں نقشِ وفا نہیں تو اٹھالے خدا یا ہمیں
میرے نزدیک اٹھ جانے کا صرف مخصوص انسان کے لیے ہے۔ جانور کے لیے اٹھ جانا

یہ "مر جانا" ہونا غیر فصیح ہے۔ لہذا مصرع میں (مر گئی) بنائیے۔ اور (سے) کی جگہ (میں) لکھیے۔ شعر مکمل ہو گیا۔

مولانا۔ بہت خوب کہہ کے بنالیا۔

شعر نمبر ۴

ہے تلامذہ جہاں ہمتی ہماری کائنات تہ نہ ٹھکرانے کسی کا یہ دلِ انشاد ہے
زیرِ پیر ہے اب کہ یہ سیرا

اُستاد۔ کائنات کا ہونا یہ چاہتا ہے کہ پہلے ایسے الفاظ لائے جائیں جن سے حرکتِ شاعرِ مجاہد

گو، تلاطم سے حرکت ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن تزلزل سے حرکت کا اثبات بدرجہ اولیٰ ممکن ہے
لہذا (زلزلے میں ہے) بنائیے۔

مصرع ثانیہ میں۔ چونکہ کائنات ہل رہی ہے، عالم میں تغیر ہو رہا ہے جس کے رد کرنے
کی سخت ضرورت ہے۔ زیادہ بہتر ہے کہ اُسے روکا جائے اُس کے لیے (متم ٹھکراؤ) سے
(اب نہ ٹھکراؤ) بہتر ہے تاکہ زلزلہ رک جائے، کائنات سنبھل جائے۔ مزید یہ کہ (کسی کا دل)
یہ ابہام فائدہ خاص نہیں دیتا۔ زور پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا (کہ یہ میرا دل نا شاد) لکھ دیجیے۔
اب تکمیل شعر ہوئی۔

مولانا۔ واقف اب شعر مکمل ہو گیا۔ (یہ کہہ کے اصلاح لکھ لی)۔

شعر نمبر ۵

میں نے یوں دی جان سے ٹوٹیں قفس کی تیلیاں کیوں نہ شرمندہ ہوں جاں شکوہ صیاد ہے
یوں تڑپ کے جان دی

استاد۔ صرف (یوں دی جان) سے قفس کی تیلیاں ٹوٹنا ثابت نہوا۔ تاوقتیکہ ایسے الفاظ
نہ لائے جائیں جو ثابت کر سکیں لہذا (یوں تڑپ کے جان دی) بنائیے تاکہ تیلیوں کا ٹوٹنا
ثابت ہو جائے۔

مولانا۔ بہت مناسب کہہ کے لکھ لیا۔

شعر نمبر ۶

چھپنے والے تو ہمارے سامنے ہے ہر گھڑی حسن دیکھا تھا ازل میں اب بھی تک یاد ہے
جو ازل میں حسن دیکھا تھا

استاد۔ (ہر گھڑی) سے (رات دن) زیادہ بہتر ہے۔ مصرع ثانی میں قدرے تعقید ہے۔
یعنی احسن دیکھا تھا (ازل میں جو) اس ترکیب کو بدل دیجیے۔ یوں کیجیے۔ (جو ازل میں حسن دیکھا تھا)
مولانا۔ بہت خوب۔ (یہ کہہ کے بتائے ہوئے ٹکڑے لکھ لیے)۔

شعر نمبر ۷

سائے عالم کی ہواؤں کا چہرہ ہے جس کو اہل دنیا جس طرف خاکِ دل نا شاد ہے
اسی جانب ہے رخ

اُستاد۔ آپ نے سمت بکسر سین پڑھا؟ صحیح سمت بفتح سین ہے۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے دعوائی ادبیت کرنے والے سمت بکسر سین بولتے ہیں (خاندانی، مرثیہ خوان، سندھینی کا دعویٰ کرنے والے) بڑے فخر کے ساتھ سمت بکسر سین بولتے ہیں۔ تنہا سمت، تاک تو خیر غنیمت ہے، ترکیب کے ساتھ بولتے ہیں جیسے (سمت کعبہ، سمت دریا) کہتے ہیں۔ اُن سے کوئی پوچھے کہ آپ ہزاروں آدمیوں کے سامنے غلط پڑھتے ہیں اور دعوائی اُستادی کرتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے۔ کیا آپ کے گھر میں کوئی لغت نہیں؟ کیا آپ کو لغت دیکھنا نہیں آتا؟ کیا آپ کے پاس وقت نہیں؟ یقیناً صرف تباہی اور غرائے شاعری و اُستادی لکھنو کو بدنام کرتا ہے۔ کیا بیرونجات میں تعلیم یافتہ حضرات نہیں ہیں؟ ایک سے ایک محقق بیرونجات لکھنو کے مجالس میں شرکت کرتا ہے۔ واللہ ہنستے ہوں گے۔ خیر آپ آئندہ سمت بفتح سین کہیے گا۔ (اسی جانب ہے رُخ) بنا لیجئے۔

مولانا۔ بہت بہتر کہہ کے بنالیا۔

شعر نمبر ۹

ہیں گرفتار بلا ہے گردش لیل و نہار
 رات سے محشر کی آئے دل متصل ہے صبح حشر
 اُستاد۔ آپ نے کیا پڑھا۔ گرفتار بفتح یا گرفتار بالکسر؟
 مولانا۔ بفتح پڑھا۔

اُستاد۔ غلط، اگر تنہا گرفتار بفتح کہتے پھر بھی غنیمت تھا۔ گو، غیر فصیح ہوتا لیکن بلا کی طرف اضافت کے بعد یعنی (گرفتار بلا) اس ترکیب اضافی کے بعد بفتح پڑھنا فاش غلطی ہے۔ اصل میں یعنی لغت میں بالکسر ہے۔ اہل ایران بفتح نہیں بولتے۔ اہل ہندوستان نے کسر کو فتح سے بدلا۔ جب فتح دے کے بولا گیا تو گرفتار کا لفظ اُردو ہو گیا۔ اُردو فارسی کی ترکیب صحیح نہیں۔ لہذا (گرفتار بلا) بفتح نہ بولنا چاہیے۔ مصرع اولیٰ یوں بدل دیکھیے۔
 رات سے محشر کی آئے دل متصل ہے صبح حشر

مولانا - بہت خوب کہہ کے لکھ لیا۔

شعر نمبر ۹

پوچھتا ہوں جب کہ کیوں امن بچاتے ہیں حضور ہنس کے کہتے ہیں ہیں یہ نصف کا قصہ یاد ہے
اُستاد - (کہ کیوں) میں متا فر ہے لہذا (یہ کیوں) بنا دیجیے -

مولانا - بہتر (یہ کہہ کے اصلاح لکھ لی)۔

شعر نمبر ۱۰

کاٹتا ہے قفس میں دزاس درجہ ہر خوف اشدا اللہ کس قدر رضدٰی مرا صیاد ہے
اُستاد - مولانا، مصرع نہیں لگا - روز قفس میں پروں کے کاٹنے سے اور رضد سے کوئی خاص
رابطہ نہیں - لہذا مصرع یوں بدلے دیکھئے مصرع لگایا نہیں - ۷

بھڑیں جب کلیاں پروں کی توڑ لیں مانند گل ہمسفر و کس قدر رضدٰی مرا صیاد ہے
مصرع ثانی میں 'اشدا اللہ' زائد ہے - ہمسفر و میں مناسبت خاص ہے - ایک قید قفس والا
پرنہ ہمیشہ اپنے ہنجس سے خطاب کرے گا۔

مولانا - بالکل درست - اب لاجواب شعر ہو گیا - (یہ کہہ کے اصلاح لکھ لی)۔

اُستاد - یہ بتائیے کہ غزل میں صیاد، ٹبلبل، چمن، قفس کا ذکر کیوں کرتے ہیں؟
مولانا - یہ جناب ارشاد فرمائیں - چونکہ اساتذہ نے نظم کیا ہے لہذا میں نے بھی نظم کیا۔

اُستاد - سُنئے اور غور سے سُنئے - غزل کی بنیاد صرف عشق پر ہے - مختلف مضامین اپنی
حدت طبع سے اساتذہ نے داخل غزل کر دیئے - یہ شہور ہے کہ فصل بہار میں پرنہ جاز باغوں
میں درختوں پر اپنا آشیانہ بناتے ہیں - وہ زمانہ انتہائی مسرت و شادمانی کا ہوتا ہے - باغوں میں
پھول، پھولوں میں کشتش - ایسی حالت میں صیاد باغوں میں، چمن میں جاتا ہے اور اپنی حکمت علی
سے کسی نہ کسی طرح گرفتار کر لیتا ہے اور پھر کتر کے قفس میں بند کر کے رکھتا ہے - وحشی جاز کی
وحشت قفس میں اور بڑھ جاتی ہے - اپنے محبوب آشیانہ نے دل سے زیادہ عزیز چمن کو یاد کر کے

پھر کتا ہے۔ بالخصوص شام کے قریب یعنی جھپٹے وقت وحشت اور زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اپنے ہنوا ہمسفیروں کو آشیانے کی طرف جاتے دیکھتا ہے۔ گویا اپنے محبوب چمن، محبوب آشیانے کے فراق میں بیچین رہتا ہے اور ہر عاشق کو کشش کرتا ہے کہ جلد معشوق تک پہنچوں چونکہ یہ مضمین بالکل عشق و عاشقی سے متعلق ہے اس لیے اساتذہ نے اسے غزل میں جگہ دی۔ مزید یہ کہ جہاں تصویرِ حُسنِ عشق ہے وہاں مرقعِ ہجر بھی موجود ہے۔ یعنی چمن اور آشیانے سے جدائی وغیرہ۔ اب آپ نے غور کیا؟
مولانا۔ میں خوب سمجھ گیا۔

شعر نمبر ۱۱

مے مرے اللہ جانز ہونیں سکتی نماز
میرے الگ شرم آتی ہے پڑھوں کیونکہ نماز
رخسے تیری سمجھتا ہوں لیکن خدا کی یاد ہے
رخسے کعبہ کی طرف دل میں صنم
استاد۔ آپ کی تفہیل کے مطابق نماز کا جواز و عدم جواز کوئی خاص فائدہ شعر کو نہیں بخشتا۔ اس لیے مصرع بدل دیا۔ اور لفظ شرم خصوصیت سے لایا گیا۔ چونکہ کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا کے گھر میں صنم کا کیا ذکر یا کعبے سے اور صنم سے کیا ربط۔ نماز پڑھنے والا کہتا ہے کہ دل میں صنم کی محبت ہے یعنی معشوق کی۔ اور نماز واجب پڑھ رہا ہوں۔ نماز میں کعبہ کی طرف رخ ہے، دل میں یادِ صنم ہے بڑی شرم کی بات ہے غاد کیونکہ پڑھوں کیونکہ نماز کو ہر خیال سے بری ہونا چاہیئے اس لیے مصرعِ ثانی بدل دیکھیے اور پڑھیے۔

مولانا نے بہت خوب کہہ کے اصلاح لکھ لی۔

شعر نمبر ۱۲

آپ کیوں گورِ غرباں میں کھڑے ہیں مجھ کو
سب یہ سمجھیں گے کہ ہاں لیکن کسی کی یاد ہے
استاد۔ (کہ ہاں دل میں) کا ٹکڑا سستی نظم کی علامت ہے مصرع کی صفائی ختم ہو گئی۔ لہذا یوں بدل دیکھیے۔ رع دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کسی کی یاد ہے۔ اور پڑھیے۔
مولانا۔ اصلاح لکھ کے۔

فن سے اب کوئی تعلق ہی نہیں باقی شاعر ^{مقطع} شعرِ شاعر کہہ لیے دو شعر جس نے آجکل اُستادؔ
اُستاد - غنیمت ہے رہنے دیجیے -

مولانا نے سلام کر کے غزل نہ کر کے جیب میں رکھ لی - ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں -
تھوڑی دیر کے بعد مولانا نے اجازت چاہی اور رخصت ہو گئے -

دکچسپ معلومات نمبر ۱۶

اُستاد بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے کہ ایک بچپن کے جاہل دوست نہایت شریف خاندان
مگر مغلوک الحال تشریف لے آئے خدمت میں بے تکلف بہت تھے - اُستاد کی کوئی خاص
عورت اُن کی نظر میں نہ تھی - سرسری طور سے آداب عرض کر کے بیٹھ گئے بلکہ آڑے ہو کے
دوسرے گاؤ پر جو ایک طرف کھڑکی کے پاس لگا تھا لیٹ گئے -

رفیق - سب خیریت؟ جناب کا مزاج کیسا ہے؟

اُستاد - خدا کا فضل ہے - آپ کے یہاں سب خیریت ہے؟

رفیق - (ٹھنڈی سانس بھر کے) ہاں، خیریت ہی ہے - بیوی سے روز روز کی ٹھائیں ٹھائیں
تھکا نصیحتی رہتی ہے - میرا ناک میں دم ہو گیا - جھلسا ایسی زندگی کو، جناب سیدہ کی بھانڈو بھرے -
اُستاد - واللہ عجیب گفتگو ہے - وہ رنگ نہ گیا -

رفیق - رنگ کیا؟ آپ نے عجب طرح کی بات کہی -

اُستاد - سب بُل چال عورتوں کی ہے - کیا ہر وقت گھری میں رہنے کا اتفاق ہوتا ہے؟

رفیق - آپ بڑے اُستاد ہیں، مردوں کے محاورے بولا کرتے ہیں -

اُستاد - ہنس کے) ہم تو بولتے ہی ہیں، مرد ہیں -

رفیق - ہم بھی مردوں کے محاورات بولتے ہیں - کون سا محاورہ غلط بولے - بتائیے؟

اُستاد - کچھ بازاری محاورے بولے، کچھ عورتوں کے محاورے استعمال کر گئے۔

رفیق - ذرا بیٹے تو۔ آخر وہ کون کون ہیں؟

اُستاد - ٹھائیں ٹھائیں۔ کتنا فصیحی۔ یہ بالکل بازاری زبان ہے۔ جھلسا پڑنا، ہستریابی کی جھاڑ پھرسے، خاص عورتوں کی زبان ہے۔

رفیق - آپ کو اعتراض کرنے کی بہت عادت ہے۔ میں سمجھ گیا۔ خاص وجہ یہ ہے کہ دین بات اصلاح دینے کا مشغلہ رہتا ہے۔ میں ناک میں دم، بولا تھا آپ نے اعتراض نہ فرمایا؟

اُستاد - وہ بھی قریب قریب عورتوں کی زبان ہے۔

رفیق - کوئی شعر پڑھیے تو ماؤں؟

اُستاد - جان صاحب ریختی گو کا شعر ہے سہ

اے جان کس طرح نہ مرا ناک میں ہو دم آ آ کے جب ستائے بگوڑا ز کام روز
اچھا، آجکل بیوی سے لڑائی ہے یا میل؟

رفیق - لڑائی ہے۔ میں کہہ چکا کہ جب تک خڑے کرنا نہ چھوڑ دو گی تم سے بات نہیں کروں گا۔

اُستاد - خڑے بھی عورتوں کی بول چال ہے۔ شوق کہتے ہیں

جیتے رہیے کہ اس میں مرے آپ خزا تلا ذرا نہ کرے آپ

رفیق - مرد بھی بولتے ہیں اس لیے میں بھی بولا۔

اُستاد - آپ ہی کے ایسے مرد ہوں گے۔

رفیق - میری داستان سن لیجیے، بعد کو اعتراض کیا کیجیے گا۔ میں نے بیوی سے صاف

کہہ دیا ہے کہ میں کوئی ننھا مٹا نہیں کہ تم مجھ پر دباؤ ڈالو۔

اُستاد - یہ بھی عورتیں بولتی ہیں۔ مرد بھی نہیں بولتے۔ رنگین کا شعر ہے سہ

جب تلک چھوٹی تھی تب تک تو بوا اتنا جان نخی مٹی سی پینتی تھی یہ پیاری ہیکل

رفیق - بات کرنے دیجیے ورنہ ذرا سی بات کہنے میں دن گز جائے گا۔

اُستاد - فرمائیے۔ ابھی بہت وقت ہے، میں ضوئی سے آپ کی باتیں سن رہا ہوں۔
رفیق - کہتی ہیں کہ جب سے تمہارے یہاں آئی ہوں کوئی شک نہ نہیں اٹھایا۔ تم نہ کھاتے ہو
نہ دھاتے ہو، پڑے پڑے کھاتے ہو، نتیجہ کیا ہوگا؟ میں نے بھی صاف کہہ دیا میں نتیجہ
دیتا ہوں کچھ نہیں جانتا، میری جوتی جانے۔

اُستاد - پھر بول گئے۔ واقعاً آپ کو زنانی بول چال کی عادت ہو گئی ہے۔ 'جوتی جانے'،
یہ بیوی کو کہنا چاہیے تھا جو میاں بول رہے ہیں۔ تعلق کا شعر ہے یہ

جوتی جانے مری مجھے کیا کام جس نے بلوایا ہے اسے دو پیام
رفیق - واسطہ خدا کا بات پوری سن لیجیے اُس کے بعد میں رہنے لگوں گا۔ آپ دیکھنا
رات دن اعتراض کیجیے گا۔

اُستاد - اچھا، پھر بیوی نے کیا کہا۔ ذرا بیان تو کیجیے۔
رفیق - کہنے لگیں۔ تم نے مصیبتیں ڈال ڈال کے مار ڈالا۔ میں نے کہا۔ تم لڑا کر
سیراجی کھا گئیں۔

اُستاد - وہ محاورہ صحیح پولیس۔ آپ نے غلط جواب دیا۔
رفیق - کیا پھر کوئی بات ہے جو قابلِ اعتراض ہے؟
اُستاد - اگر کوئی بات نہ ہو تو آپ کا کلام ہی کیا۔ 'جی کھانا'، آپ نے کہاں سنا۔ نہایت
کی بڑا رہی ہے۔

رفیق - حضور، آپ بہت اعتراض کیا کرتے تھے مجھے خدائے سخن میری تقریر کا شعرا د آگیا۔
کہتے ہیں یہ

تو ملک پھرا لیکن پانی نہ دنا اک جا جی کھا گئی ہے میرا اس جنس کی نایابی
اب کیا اعتراض ہے؟

اُستاد - محاورہ پر کوئی اعتراض نہیں، صرف اعتراض یہ ہے کہ لفظوں کی یہ زبان نہیں، دہلی میں

کبھی بولا جاتا ہوگا یا اب بولتے ہوں لیکن جناب نے کسی اہل لکھنؤ کو بولتے سنا؟ زمانہ اور مقام محاورہ کے لیے سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے وہی محاورہ دہلی میں فصیح، لکھنؤ میں غیر فصیح۔ وہی لکھنؤ میں فصیح، دہلی میں غیر فصیح۔

رفیق۔ خیر صاحب یہاں نہ بولتے ہوں گے۔ شہد بات پوری سن لیجیے۔ کہتی ہیں کہ تم اَللّے تلّے بہت کرتے ہو جس کی وجہ سے مصیبت خرچ کی رہتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ”جب سے تم سبز قدم آئی ہو، گھر میں آؤ بولنے لگا۔ کیا میں آؤں سے نہیں سمجھاتا آیا کہ پیسہ روک کے اٹھاؤ جو کچھ تھا سب بیچ کے کھا گئیں۔ میری بات جب نہ سنی۔ کیا کان پھوٹ گئے تھے۔ تو چُپ ہو رہتی ہیں۔

اُستاد۔ (سنس کے) اُنھوں نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ جو محاورہ بولیں صحیح بولیں۔ اُن کے بولنے کا تھا۔ جیسے اَللّے تلّے، کیونکہ یہ خاص لکھنؤ کی عورتوں کی زبان ہے۔ داغ کہتے ہیں یہ وہ فیاض حاتم زمانے کے ہیں اَللّے تلّے خزانے کے ہیں

لیکن عالیجناب نے جو کان پھوٹنا بولا۔ یہ اُنھیں کا محاورہ ہے جو آپ بول گئے جس طرح آپ بیوی کے محاورات صرف کرتے ہیں۔ اُسی طرح اُن کا مال بھی آپ نے اپنا سمجھ کے صرف کر ڈالا ہوگا۔ کیا بیجا لڑتی ہیں۔

رفیق۔ کیا کان پھوٹنا، لکھنؤ کے مرد نہیں بولتے؟ اُستاد۔ جی نہیں بولتے۔ ہاں دہلی میں بولتے ہیں۔ داغ کا شعر ہے

پھوٹیں یہ کان گر قم عیسیٰ کی ہو ہنوس مرتے میں جس پر ہم وہ سکا ہی اور ہے

لیکن یہ محاورہ لکھنؤ کی عورتیں بولتی ہیں یا آپ ایسے مرد۔

رفیق۔ (غصے میں) تو آپ کی اُستادی آپ کی شاعری ہیں آج بات نہیں کرنے دے گی؟ اُستاد۔ نہیں نہیں، آپ بات ضرور کیجیے مگر جیسی آپ کی صورت ہے، جیسا خدا نے آپ کو بنایا ہے ویسی ہی بات کیجیے۔ اگر پردہ ڈال دیا جائے تو آپ کی گفتگو پر یہ دھوکا ہوگا

کہ عورت بات کر رہی ہے۔ اچھا بات کیجیے۔

رفیق۔ کل سے ایک نیا جھگڑا نکلا ہے۔ کہتی ہیں کہ ”تم نے دوسری عورت کر لی ہے۔ دن بھر غائب رہتے ہو، جب پوچھتی ہوں تو اناپ شناپ اڑاتے ہو۔ میری نظروں میں دنیا اندھیرا گھپ ہو رہی ہے۔ میں قیامت ڈھا دوں گی“ میں نے سیکڑوں قسمیں کھائیں، سمجھایا کہ میں ایسا اناڑی نہیں ہوں کہ کھانے کو سہے نہیں، دوسری عورت کر لوں۔ نہ کہیں سے حرام میں پیدا کر کے لاتا ہوں کیونکہ مجھے اُٹوٹ نہیں آتی۔

اُستاد اس زور میں ہنسنے کہ دانت نمایاں ہو گئے۔

رفیق۔ کیوں۔ کیا پھر کوئی بات ہے جو اس زور سے ہنسنے؟

اُستاد۔ مختصر سی گفتگو میں اگر دو چار باتیں بھی قابل اعتراض نہ ہوں تو آپ کی بات ہی نہیں۔ بیوی نے جو محاورے صرف کیے صحیح صرف کیے۔ کیونکہ گھر کی بیٹھنے والی فصیح و غیر فصیح، بازاری غیر بازاری زبان کا اختیار کیا کر سکتی ہیں۔ مگر افسوس آپ کی حالت پر ہے۔ ہر وقت شعرا کی صحبت لکھنؤ کے ممتاز خاندان کی فرد، جب بات کی یا تو عورتوں کی زبان بولے یا بازاری محاورہ صرف کیا۔

رفیق۔ جناب، بیوی کیا صحیح بولیں اور میں کیا غلط بولا؟

اُستاد۔ سُنیے۔ اُنھوں نے اناپ شناپ اڑاتے ہو، بولا۔ بازاری محاورہ ہے۔ اہل لکھنؤ کے پست طبقے کے لوگ بولتے ہیں وہ بیچاری بولیں تو کوئی قباحت نہیں۔

رفیق۔ داغ کا شعر پڑھتا ہوں۔ آپ گھڑی گھڑی بازاری محاورہ بازاری محاورہ کہہ رہے ہیں۔ کھائے جاتا ہے دل اناپ شناپ بڑھ گئی دل کی اشتہا کیسی

اُستاد۔ داغ نے تو بازاری محاورات کے دریا بہا دیے ہیں، آپ سندیں کیا پیش کرتے ہیں۔ دوسرا محاورہ ’اندھیرا گھپ بولیں وہ بھی اُنھیں کے بولنے کا ہے۔ کیونکہ فصحا نہیں بولتے۔

رفیق۔ جی، داغ کا ایک شعر اور یاد آ گیا ہے

سامنا زلفِ سیہ کا کل جو میرا ہو گیا کیا مری آنکھوں کے آگے ٹھپ اندھیرا ہو گیا
اُستاد۔ بازاری لوگ بیسے عوام بولتے ہیں۔ فصحا اندھیرا ٹھپ نہیں بولتے اور جناب نے
انٹری کا لفظ استعمال کیا جو قطعاً بازاری ہے۔

رفیق۔ یہ محاورہ بھی داغ نے استعمال کیا ہے۔ شعر

سلیقہ چاہیئے عادت۔ ہے شرط اسکے لیے انٹریوں سے نہ جنت میں میکشی ہوگی

اُستاد۔ یہ تو بالکل بازاری محاورہ ہے، اس میں تو کوئی کام نہیں۔ یہ کیا ایک اور بھی آپ
بول گئے ہیں جو جناب داغ صرف کر گئے ہیں اور وہ انوٹ کا لفظ ہے۔ کہتے ہیں سے
وہ حسن وہ انداز وہ پھر بالکین اس کا چھل بل ہے قیامت کی تو انوٹ کا غضب کی

رفیق۔ میں نے جو شعر پیش کیے بازاری محاورہ، آپ نے شعر پیش کیا بازاری محاورہ۔ تو کیا
داغ بازاری محاورے ہی نظم کیا کرتے تھے؟

اُستاد۔ کثرت سے بازاری محاورات نظم کیا کرتے تھے۔ اُن کا بیسے داغ کا قول تھا کہ میں
بازاری محاورات اسلئے زیادہ نظم کیا کرتا ہوں کہ زبان محفوظ ہو جائے۔ یہ خیال ایک حد تک صحیح
نہ تھا۔ زبان مٹ گئی نہ یہ کہ محفوظ رہی۔ اسلئے کہ مستند شاعر کا کلام محبت ہوتا ہے جب داغ
کے یہاں نظم پاتے ہیں تو عوام بھی نظم کرنے لگتے ہیں اور بولنے لگتے ہیں جیسا جناب بازاری
محاورات کے دریا بہا رہے ہیں۔ یہ سب حضرت داغ کا فیض ہے۔

رفیق۔ آپ تو بڑے بڑوں پر اعتراض کر جاتے ہیں۔ بڑی جسارت کرتے ہیں۔

اُستاد۔ اسی وجہ سے سب سے بڑا ہوں، صاف کہہ دیتا ہوں۔ اچھا اور کچھ بیوی کی باتیں بیان کیجیے
رفیق۔ مجھے معاف فرمائیے۔ اتنی باتیں بیان کیں تو کیا پایا۔ سوائے اعتراض سوائے اعتراض
کے کچھ نہیں۔ جب سے اس کرے میں آجاؤ اعتراض کے سوا کچھ نہیں سنانی دیتا۔ خیر، یہ تو
مزا حائیں نے کہا۔ خدا اور زیادہ کرے۔ آپ اُستاد ہیں۔ دانشور ہی ریاضت کر کے کمال حاصل کیا۔
اُستاد۔ زیادہ بات کیجیے گا پھر اعتراض کروں گا۔ آپ ناراض ہوں گے؟

رفیق۔ اچھا بھائی صاحب جاتا ہوں خدا حافظ۔ ابھی اور بھی کام ہیں۔ دیر ہوگی تو بیوی سے جھگڑا ہوگا۔ (آداب عرض کتے ہوئے یہ جاوہ جا)

اُستاد مطالعہ کتب کرنے لگے اور تحقیق میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد زنان خانہ میں گئے۔ چار بجے دن کو برآمد ہوئے۔ چمن میں ٹہلتے رہے۔ شام کو پھر زنان خانہ میں تشریف لے گئے۔ صبح کو برآمد ہوئے اور اصلاح دینے والے بیٹھے میں فروکش ہوئے۔ انھیں لیل و نہار میں وہ دن بھی آگیا کہ نواب اپنی غزل جو رات تک تیار کی تھی خوشنظر لکھی ہوئی لے کے آ گئے بہ ادب سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

اُستاد نے جواب سلام دے کے پہلے والی غزل جو دیکھ رکھی تھی نکال کے دی اور کہا کہ میں نے وجہ اصلاح بھی لکھ دی ہے سمجھ بیٹھے گا اور جہاں سمجھ میں نہ آئے دریافت کر لیجے گا۔

نواب نے سلام کر کے غزل لی اور کہا 'بہت خوب' جو بات مقابل دریافت ہوگی آئندہ دریافت کر لوں گا' نئی غزل پیش کی۔

اُستاد۔ آپ پڑھیے میں اصلاح دیتا جاؤں (یہ کہہ کے قلمدان آگے بڑھا دیا)۔

نواب نے سلام کر کے قلمدان کھول لیا اور غزل سُنانے لگے۔

اصلاح نمبر ۱

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

دیکھئے مقتل میں آتے ہیں اُسی انداز سے قتل ہوں گے سیکڑوں تیغ نگاہ ناز سے سوئے

اُستاد۔ (دیکھیے) کا سوال بالکل بے محل خطاب کس سے، مخاطب کون ہے؟ (اُسی انداز) کا ٹکڑا بھی بے محل۔ کیونکہ اُسی کا اشارہ جس طرف ہے وہ ظاہر نہیں لہذا پہلے صریح میں یوں بدلیے۔

ع سوئے مقتل آج آتے ہیں عجب انداز سے

دوسرے مصرع میں (قتل) کی جگہ (ذبح) زیادہ اچھا ہے بنا دیجیے۔

نواب - بہت خوب کہہ کے لکھ لیا۔

مطلع نمبر ۲

اک ادجھا تیر دل بد مار کے انداز سے داد دیتا ہے صفائی کی وہ ظالم ناز سے

اُستاد - (ادجھا تیر) کا یہاں صرف صحیح نہیں (ادجھا) کی جگہ (چھپلتا) لکھیے۔ دوسرے مصرع

میں صفائی کا لفظ مذموم ہے، بُرے معنی پیدا ہو رہے ہیں جو میرا مقصود ہے آپ سمجھ بھی گئے؟

نواب - سمجھ گیا۔ جی ہاں بُرے معنی پیدا ہو رہے ہیں جو یقیناً درست نہیں۔

اُستاد - یوں بنا دیجیے تاکہ عیب ذمہ نکل جائے اور مصرع صاف ہو جائے۔ ع

داد دیتا ہے نشانے کی سنگمر ناز سے

نواب - بہت بہتر کہہ کے اصلاح لکھ لی۔

شعر نمبر ۳

نوت کی گودی میں بسوتا ہے بیمارِ فراق کیوں ہوا دیتے ہو آ کے دامن آواز سے

اُستاد - (گودی) کی جگہ (آغوش) بنائیے لکھیے۔ ع

نوت کے آغوش میں بسوتا ہے بیمارِ فراق

نواب - آغوش مذکر ہے؟

اُستاد - مذکر ہے۔ خدائے سخن حضرت عشقِ مرحوم کے مرنے کا جو جناب سکینہ کے حال کا

ہے۔ مصرع یاد ہے۔ فرماتے ہیں۔ (ماں بیٹی سے کہتی ہے، بیٹے جناب شہرِ بانو قیدِ شام

میں بیٹی کے مرنے کے بعد میت سے کہتی ہیں) ع

میرے آغوش میں آ خاک پہ سونے والی

اب دوسرا مصرع پڑھیے۔

نواب - بہت خوب۔ اس وقت یہ سلسلہ خوب صاف ہو گیا (یہ کہہ کے نواب نے دوسرا مصرع پڑھا)

اُستاد۔ (دامن آواز) یہ ترکیب تو آپ نے نئی نکالی۔ اس لیے کہ اہل فرس نے کہیں دامن آواز صرف نہیں کیا، نہ اہل ہند میں کسی نے دامن آواز کہا۔ چند طریقے اُردو زبان کے مجھے یاد ہیں سُنا تا ہوں اُس کے بعد اہل فرس کے چند استعمالات دامن کے متعلق بیان کروں گا۔ اُردو شعرا کے صرف :-

دامن کے پاٹ بچوڑنا۔ ستم کش

ڈراتا ہے کسے اسے شیخ تو ناہرِ ہتم سے سمندر موج مارے گر بچوڑوں پاٹ دامن کا
دامنگیر ہونا۔ داغ کہتے ہیں سے

خوف ہے اُس کو نہ دامنگیر ہو یہ وقت ذبح ہاتھ بسل کا دبا لیتا ہے اکثر زیرِ پا
دامن میں گھیر ہونا۔ درد

اشک نے میرے بلائے کتنے ہی دریا کے پاٹ دامن سحرا میں در نہ اس قدر کب گھیر تھا
دامن جھٹکنا۔ امیر

ناز سے اُس نے جھٹک کر جو چھڑایا دامن ہاتھ سے جاتی رہی میری طبیعت کسی
دامن گردانا۔ امیر

ہزاروں ہوتے ہیں ٹکڑے گریباں جو دامن وہ کبھی گردانتے ہیں
دامن وسیع ہونا۔ میر تقی میر

فیض اسے ابرِ چشم تر سے اٹھا آج دامن وسیع ہے اُس کا
خیر، یہ تو اُردو والوں کے صرف تھے۔ میں نے صرف چند مثالیں بطور نمونہ پیش کر دیں۔ اب سوالِ غازی والوں کا ہے، تو انھوں نے کہیں اپنے کلام میں (دامن آواز) استعمال نہیں کیا۔ بس اسی قدر جس قدر میں آپ سے دامن بتاتا ہوں استعمال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی بہت بڑا اُستاد ادیب بھی صرف کرے تو غلط سمجھیے گا۔ وہ یہ ہیں :-

دامن آہ ، دامن اندیشہ ، دامن آفاق ، دامن اُفق ، دامن بیاباں ، دامن ابر ،

دامن بہار ، دامن باغ ، دامن پرہیز ، دامن پردہ ، دامن تسلیم ، دامن توفیق ، دامن جہاں ،
 دامن جوئے ، دامن چشم ، دامن چرخ ، دامن حیات ، دامن چٹنہ ، دامن حسرت ، دامن خرگاہ ،
 دامن خاک ، دامن خدمت ، دامن خم ، دامن خورشید ، دامن دریا ، دامن دشت ، دامن دولت ،
 دامن دل ، دامن روزگار ، دامن رضا ، دامن روزی ، دامن روز ، دامن درِ حجاب ، دامن زین ،
 دامن زہد ، دامن زلفت ، دامن زمزمہ ، دامن زمانہ ، دامن ساحل ، دامن سعی ، دامن سفرہ ،
 دامن شہر ، دامن شفاعت ، دامن شفقت ، دامن شب ، دامن بکرا ، دامن صبح ، دامن صرصر ،
 دامن علائق ، دامن عفو ، دامن فرصت ، دامن فتنہ ، دامن قیامت ، دامن کونہ ، دامن کوہسار ،
 دامن کعبہ ، دامن کشت ، دامن کان ، دامن کف ، دامن کفن ، دامن کشتی ، دامن گلشن ،
 دامن گلزار ، دامن گل ، دامن لب ، دامن لاب ، دامن محل ، دامن خرگاہ ، دامن مقصود ،
 دامن مطلب ، دامن ہمتاب ، دامن محشر ، دامن منزل ، دامن نگاہ ، دامن ناز ، دامن نیاں ،
 دامن وصل ، دامن وطن ، دامن ہامون ، دامن ہمت -

جس قدر دامن میں نے بتائے ان کے علاوہ ترکیب کے ساتھ دامن استعمال ہی نہیں
 ہو سکتا۔ کچھ دامن بہارِ عجم میں اور بھی ہیں انھیں دیکھ لیجیے گا۔ لہذا دامن آواز نکال ڈالیے بلکہ
 شعر کاٹ دیجیے کوئی خاص بات نہیں -

نواب - بہت خوب کہہ کے شعر کاٹ دیا -

شعر نمبر ۴

دل چکا ہوتا تھیں گر پہنچ فرقت کا مزا
 پوچھتے کیوں حالِ دل پھر عاشقِ جانِ باز سے
 اُستاد - (رنج) کی جگہ (درد) لکھیے - دوسرا مصرع یوں لکھیے تاکہ صاف ہو جائے - ع
 حالِ دل پھر پوچھتے کیوں عاشقِ جانِ باز سے

شعر نمبر ۵

نواب - بہت خوب کہہ کے لکھ لیا -
 زخمِ گہرِ دل کا تھپکان سے کیا بھر گیا
 کیا بچا یا ہے مجھے اطمینانِ چارہ ساز سے
 دل بھرا تھا
 بھارتی

اُستاد۔ پہلا مصرع صاف نہیں الفاظ کی تقدیم و تاخیر نے مصرع کی ساخت خراب کر دی۔
اسے بدل دیجیے۔ ع

زخمِ دل گہرا تھا پکیاں سے تمہارے بھر گیا
دوسرے مصرع میں (الطاف) کا لفظ بے محل ہے۔ (احسان) بنا دیجیے۔ شعر رہنے دیجیے۔
نواب۔ بہت خوب کہہ کے مصرع بنائیے۔

شعر نمبر ۶

سیری رگ رگ توڑنے والے نکل جانے روح دمِ دم لیتا ہے کیوں انگڑائیوں کو ناز سے
اُستاد۔ (انگڑائیوں کو) میں (کو) بالکل زائد سا ہے۔ ایسے زوائد کا خیال بہت ضروری ہے۔
لہذا یوں بدل دیجیے۔

سامنے انگڑائیاں لیتا ہے ہم ناز سے

اور پڑھیے۔

نواب۔ حضور بجا ارشاد فرماتے ہیں (کو) واقعاً زائد ہے۔

شعر نمبر ۷

پوچھ لیں گے کون ہے وہ کم سے کم دربان سے میں ملاتا ہوں صدا کو غیر کی آواز سے
اُستاد۔ پہلے مصرع میں سخت تعقید ہے۔ آپ تعقید سے کیا سمجھ؟
نواب۔ لفظیں ادھر کی ادھر اور ہر کی ادھر ہو گئیں۔
اُستاد۔ ہاں ٹھیک ہے یوں بدل دیجیے۔

کم سے کم دربان سے وہ پوچھ لیں گے کن ہے

اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۸

نواب۔ بہت مناسب۔
قتلِ عاشق کے لیے خورِ کفتم آئے تھے ذبح کر ڈالا پشیمین نگاہِ ناز سے

اُستاد - (شمشیر نگاہ) استعمال نہیں - (تیر نگاہ، تیر نگہ، تیر نظر، تیغ نگہ، تیغ نظر) یہ استعالات صحیح ہیں لہذا مصرع یوں بدل دیجیے -

ذبح کر ڈالا مگر تیغ نگاہ ناز سے

نواب - بہت خوب کہہ کے مصرع لکھ لیا -

شعر نمبر ۹

ایک جھلکی سی دکھائی تھی مجھے روزِ ازل جوٹ کھائے ہے مرادِ عشق کے آغاز سے
اُستاد - شعر غنیمت ہے رہنے دیجیے - ایسے شعر کہا کیجیے تو بنانے کی زحمت نہ ہو -

نواب - بہت خوب - انشاء اللہ تعالیٰ تمیل ارشاد کروں گا -

شعر نمبر ۱۰

مر کے بھی پتلی ہماری پھر گئی اُن کی طرف اس طرح دیکھا مجھے آ کے نگاہ ناز سے
اُستاد - شاید آپ کو سمجھا چکا ہوں - اس شعر میں شعرِ گرہ موجود ہے -

نواب - جی ہاں، آپ سمجھا چکے ہیں میں بھول گیا معافی چاہتا ہوں - اگر فرمائیے تو خود
مصرع بدل کے شعرِ گرہ نکال دوں -

اُستاد - پہلے یہ بتائیے کہ اس شعر میں شعرِ گرہ کیا ہے ؟

نواب - پہلے مصرع میں (ہم) دوسرے میں (مجھ) ہے -

اُستاد - ٹھیک ہے - ماشاء اللہ - اچھا بدل کے سنائیے ؟

نواب - (تھوڑی دیر فکر کر کے) حضور عرض کیا ہے -

بعدِ مَرَدن پھر گئی پتلی مری اُن کی طرف اس طرح دیکھا مجھے آ کے نگاہ ناز سے

اُستاد - سبحان اللہ، خوب بدلا - آئندہ آپ سے مصرعے بدلوا یا کروں گا - اور پڑھیے -

نواب - بہت خوب - جناب ضرور مصرعے بدلوا یا کریں میری مشق پڑھے گی -

چارہ گراب زخم کی پوتا جگر جانے لگی شعر نمبر ۱۱ غیر بھی واقف ہوا جاتا ہے دل کے ناز سے

اُستاد۔ شعر اچھا ہے رہنے دیجیے اور پڑھیے۔

مقطع

اے اتیہاب حضرت جو بے کمر بدل کا حال
شعر نمبر ۱۲ مشکلیں آسان کر دیں گے تری اعجاز سے

دلچسپ معلومات نمبر ۱

اُستاد۔ کیا غزل ختم ہو گئی؟ شعر بہت کم کئے؟

نواب۔ جی ہاں، بارہ شعر عرض کیے ہیں۔ کچھ ضرورتیں درپیش ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے عرض نہ کر سکا۔

اُستاد۔ خیر کوئی قباحۃ نہیں۔ یہ بتائیے کہ قاری صاحب کے یہاں علم عروض پڑھنے جانا ہوتا ہے؟

نواب۔ جی، سو کام چھوڑ کے جاتا ہوں۔

اُستاد۔ کہاں پر سبق ہو رہا ہے اور کیا کیا پڑھا؟ کچھ مختصر سا بیان کیجیے۔

نواب۔ تعریف شعرا اور اُس کے قیود پڑھ چکا۔ شعر کے معنی صاحب شعر یعنی خلائق شعرا اور جتنے اختلافات معنی شعر میں ہیں سب پڑھ چکا۔

یہ اختلاف کہ پہلا شعر دنیا میں کس نے کہا؟ بعض کہتے ہیں حضرت آدمؑ نے بعض کا خیال ہے کہ یثرب بن قحطان نے پہلا شعر کہا۔ پہلا شعر فارسی کا جس نے کہا وہ بہرام گور تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ پہلا فارسی کا شعرا ابو حفص حکیم سعدی نے کہا۔ بعض کا خیال ہے کہ فارسی کا پہلا قصیدہ رودکی نے کہا اور بنیاد مداحی ڈالی۔ یہ سب پڑھنے کے بعد حاجت علم عروض اور اس کا واضع کون تھا اور وجہ تسمیہ اس کی پڑھی۔

حاجت یہ علم عروض کی یوں وضاحت کی ہے کہ چونکہ شعر کلام موزوں کا نام ہے اور موزوں کے لیے میزان کی ضرورت ہے تاکہ زیادتی و نقصان معلوم ہو جائے پس جو شخص شعر کے اُس کو

لازم ہے کہ عروض کو حاصل کرے۔ یہ سب پڑھنے کے بعد علم عروض کس نے ایجاد کیا بعض کا خیال ہے کہ خلیل بن احمد بصری نے استخراج علم عروض کیا اور اُس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ایک روز خلیل بن احمد ایک دھوبی کی دکان کی طرف سے جاتے تھے، دھوبی کی لے میں ڈوبی ہوئی آواز اور تال سے پڑتے ہوئے ہاتھ کی صدا سن کے کہا کہ خدا کی قسم اس سے ایک شے پیدا ہو رہی ہے چنانچہ اُسی آواز سے علم عروض ایجاد کیا۔ ایجاد علم عروض کے متعلق بہت سے اقوال ہیں کس نے کس نے ایجاد کیا۔ حضور کی زحمت کے خیال سے سب عرض نہیں کرتا۔

استاد۔ نہیں اور جو یاد آتا جائے بیان کیجیے تاکہ میں سمجھ سکوں کہ آپ محنت سے پڑھ رہے ہیں یا نہیں؟

نواب۔ پھر حضور ایک فصل میں موزوں ناموزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ تقطیع کے معنی لکھے ہیں۔ کیفیت بتائی ہے۔ چنانچہ کہا کہ وزن کے معنی کلام کا بحر کو میزان پر تولنا، مگر وہی جو معین ہیں۔ اگر پورا اترے شعر موزوں وزن ناموزوں۔ اسی کو تقطیع کہتے ہیں۔ عروضیوں کی اصطلاح میں تقطیع بیت یہ ہے کہ الفاظ جو اس بیت میں ہیں ان کو ایک دوسرے سے جدا کریں۔ اس طرح کہ ہر جنواں کا برابر ہو وزن میں اجزائے اُس بحر کے جس بحر میں بیت ہے۔ پھر نئے لغوی بتائے ہیں کہ تقطیع لغت کی حیثیت سے پارہ پارہ کرنے کو کہتے ہیں۔ تقطیع میں عدد حروف اور حرکت سکون معتبر ہے۔ اور خصوصیت حروف اور حرکت یعنی فتح کسر ضمہ اس کو کوئی دخل نہیں مثال یہ دی ہے:- جیسے طوطی اور لبلب، وزن دونوں کا (فعلن) ہے اور وہ حرف جو تلفظ میں آئے اُس کا اعتبار تقطیع میں کیا جائے گا اگرچہ کتابت میں وہ حرف نہ ہو۔ اور جو حرف کہ تلفظ میں نہ آئے اُس کا اعتبار تقطیع میں نہ ہوگا اگرچہ کتابت میں کیوں نہ ہو اور سب اسکا یہ بتایا ہے کہ تقطیع ملفوظ کی ہوتی ہے نہ مکتوب کی یہ جائز ہے کہ حروف ایک مصرع کے زائد ہوں بیت کے دوسرے مصرع سے راغاً لیکہ دونوں مصرع ایک ہی وزن کے ہوں۔ اُسکی مثال یہ دی ہے سہ شمس سرور اہل کرم مجلس خاص دوخان سخاں و سرخاں اسنے ان پنجوں کہ نہ خواست

پہلے مصرع میں بائیس حرف ، دوسرے مصرع میں ۲۳ حرف -

پھر نوں تین کو بتایا ہے کہ عروضین بظاہر لکھتے ہیں تاکہ ملفوظ و مکتوب اوزان شعر کیساں ہو اور کوئی التباس نہ ہو سکے -

پھر صاحب کتاب نے اُن حروف کا تذکرہ کیا ہے کہ جو ملفوظ ہیں لیکن مکتوب نہیں ہیں - اُن میں سے ایک الف ہے جو اشباع فتح سے لینے زبر کے کھینچنے سے پیدا ہوتا ہے مثال میں آمد و آید کو پیش کیا ہے جو وزن پر فوکن کے ہیں اور تقطیع میں دو الف کھجے جاتے ہیں پہلا متحرک دوسرا ساکن - پھر واؤ ہے جو واؤ کے ضمہ کے کھینچنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے واؤ (طاؤس) کہ جس کا وزن (فعلن) ہے اور تقطیع میں دو واؤ لکھے جاتے ہیں پہلا متحرک دوسرا ساکن - پھر یا ہے جو کسرہ کے اشباع یعنی کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے جیسے دن بیدل کے کسرے کو کھینچیں اس طرح کہ بعدون (یا) ملفوظ ہو اور تقطیع میں یہ (یا) لکھی جاتی ہے - جیسے (منی بیدل) بروزن (مفاعیلن) اس (یا) کو یا ئے لٹنی کہتے ہیں -

اسی طرح بعض الفاظ عربی (الف ، واؤ ، یا) ملفوظ ہوتے ہیں مکتوب نہیں ہوتے جیسے الف (اشد و ہذا ، وذلک) اور واؤ (لہ) اور یا ئے (یہ) وغیرہ - اور بعض حروف مشدد جیسے تتریم و فترج کہ بروزن (فعلن) ہیں اور تقطیع میں دو حرف لکھے جاتے ہیں - پہلا ساکن ، دوسرا متحرک -

استاد - ماشاء اللہ ، آپ نے سمجھ کے بھی پڑھا ہے اور یاد بھی ہے -

نواب - (سلام کر کے) اور عرض کروں ؟ مجھے سب یاد ہے -

استاد - وقت کم ہے اور آج کام زیادہ ہیں - انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ پھر سنوں گا -

نواب - بہت خوب - حضور سے اجازت چاہتا ہوں ؟

استاد - اچھا جائیے ، آج آپ نے بہت دل خوش کیا ، آپ جلد مکمل شاعر ہو جائیے گا -

نواب سلام کرتے ہوئے خوشی خوشی رخصت ہو گئے - اتفاق روزگار ، وہی شاگرد جو اپنی

دو! میں۔ جو شانہ کوئی لفظ ہی نہیں۔ اُردو سمجھتے ہوئے بغیر ترکیب خیر بولا جاسکتا ہے۔ پھر آپ خطمی بفتح خاا بولے۔ دراصل کبیر خاا یعنی خطمی ہے۔ لوگ خطمی خطمی غلط بولتے ہیں سب کو جانے دیجیے خود حکماء حاذقین کو خطمی بفتح خاا بولتے سنا ہے۔ اللہ علما پر رحم کرے۔

شاگرد کچھ اور بیان کرنا چاہتے تھے کہ ملازم نے کہا: حضور اندر تشریف لے جائیے بلایا گیا ہے۔ شاید بیگم صاحبہ کا کچھ مزاج ناساز ہو گیا ہے۔

شاگرد۔ (میسن کے) حضور سے اجازت چاہتا ہوں۔ غزل پھر آکے لے لوں گا۔

اُستاد۔ اچھا جائیے۔ پھر لے جائیے گا۔

شاگرد نصرت ہو گئے۔

اُستاد زنان خانہ میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بیگم صاحبہ کا مزاج دوبارہ اصلاح ہو گیا۔ اُستاد نے خاصہ خوش فرمایا، آرام کیا۔ چائے بچے بیدار ہوئے۔ چھ سات روز تک کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ حسب دستور اُستاد بیٹیکے میں بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے کہ مولانا ایک شبہ کو غزل لے کے آ گئے اور سلام علیکم کہہ کے سامنے بیٹھ گئے۔

اُستاد (علیکم السلام کہہ کے) غزل پڑھیے اصلاح دے دوں۔

مولانا غزل جیب سے نکال کے پڑھنے لگے۔

اصلاح نمبر ۱

غزل مولانا

مطلع نمبر ۱

نہ پوچھو قیدِ نفس میں نہ کیوں ستارا آیا چمن سے چھٹ گئے جب عالم بہار آیا
اُستاد۔ اب تو آپ قرینے کے شعر کہنے لگے۔ اگر کچھ روز اسی محنت سے کہے گئے تو ضرور کسی قابل ہو جائیے گا۔ اور پڑھیے۔

مولانا۔ سب حضور کا تصدق ہے، میری کیا حقیقت ہے۔

مطلع نمبر ۲

شب فراقِ ندل کو مرے مستدار آیا کہ بار بار اُنھیں جا جا کے میں پکار آیا
 ہزار بار میں جا کے اُنھیں
 اُستاد۔ (بار بار) اور کائناتِ بیا نیہ سے مصرعے دو تخت ہو گئے۔ مطلب یہ ہوا جاتا ہے کہ چونکہ
 بکثرت اُنھیں جا جا کے پکارا اسلئے شب فراقِ دل کو قرار نہ آیا۔ آپ کا مطلب یہ نہیں ہے۔
 بلکہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جب فراق کی رات دل کو قرار نہ آیا تو اُنھیں حالتِ اضطراب میں
 جا جا کے پکار آیا۔

مولانا۔ بیشک، میرا مطلب یہی ہے۔

اُستاد۔ تو مصرع یوں بدل دیجیے۔ ع

ہزار بار میں جا کے اُنھیں پکار آیا
 مولانا نے بہت خوب کہہ کے مصرع لکھ لیا۔

شعر نمبر ۳

مجھے جہان سے جانا ہے جھوٹ کیوں لوں تمھارے وعدے کا ٹھکانہ اعتبار آیا
 اُستاد۔ مصرع اولیٰ میں صرف غلط ہے (میں جھوٹ کیوں بولوں جہان سے جانا ہے) یہ صرف
 اہل زبان کا نہیں بلکہ ایسے نعل پر (جہان) کی جگہ (دُنیا) بولتے ہیں۔ (جھوٹ کیوں بولوں) کی جگہ
 زیادہ تر (جھوٹ کیوں کہوں) بولتے ہیں۔ لہذا اگر مصرع یوں ہو جائے تو بہتر ہے۔
 میں جھوٹ کیوں کہوں دُنیا سے جھکو جانا ہے تمھارے وعدے کا ٹھکانہ اعتبار آیا

شعر نمبر ۴

دہ یاد کر کے مرے دل کو خوب ساروئے اگر نظر اُنھیں ٹوٹا ہوا مزار آیا
 اُستاد۔ (خوب سا) کا صرف غیر فصیح ہے۔ (خوب) کے لُٹا تھ (سا) زیادہ تر عورتیں یا عوام مرد
 بولتے ہیں، فصحاء استعمال نہیں کرتے۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔ مصرع خود بدلیے۔

مولانا نے خاموش ہو کے سر جھکا لیا۔

اُستاد۔ کیوں؟ کیا بات ہے؟ مصرع بدیے، اب تو آپ مشاق ہو گئے ہیں۔

مولانا۔ چونکہ امتحان کا وقت ہے، میرے حواس جاتے رہے۔

اُستاد۔ نہیں نہیں، گھبرا۔ لیے نہیں یہ پُرانا قاعدہ ہے۔ مصرع شاگرد سے بدلاتے ہیں۔

آپ کی مشق جی بڑھے گی جب مصرع لگائیے گا۔ اس کے متعلق ایک بہترین واقعہ دو اُستادوں کا بیان کر دوں گا۔ آپ مصرع بدیے۔

مولانا بہت خوب کہہ کے غوطہ میں چلے گئے (ویر کے بعد، جی بدل دیا)۔

دل شکستہ مرا جان کے بہت روئے اگر نظر اُنھیں ٹوٹا ہوا مزار آیا

اُستاد۔ مصرع تو اچھا لگا یا۔ آئندہ فوری مصرع آپ سے لگواؤں گا۔ آپ جلد مکمل شاعر ہو جائیں گے اور مجھے کہنا پڑے گا کہ آپ کو اصلاح کی ضرورت نہیں بغیر کلام دکھائے پڑھ دیا کیجیے جب ایسا ہی کوئی اہم مسئلہ ہو دریافت کر لیا کیجیے گا

مولانا۔ بہت خوب۔ حضور نے ایک واقعہ بیان فرمائے کو کہا تھا؟

اُستاد۔ ہاں، خوب یاد دلایا۔ سُنئے۔ خدائے سخن حضرت عشق مرحوم پانچ بھائی تھے۔ پانچوں کے تخلص یہ تھے۔ تعشق، عشق، عاشق، صبر، صابر۔ ان کے پدر بزرگوار سید محمد رفیع صاحب اُنسج شاگرد رشید حضرت ناتج مرحوم تھے، بڑے بالکل بزرگ تھے۔ اُنھیں مرحوم کا شعر زبان زدِ خلوت ہے۔

تمھیں لحد میں اُتار دو تمھیں پڑھو تعلقیں کہیں تو صحبتِ راز د نیاز ہو جائے

دوسری غزل کا ایک شعر اور یاد آگیا۔

غبارِ قافلہ ہوں کیا مقام و کوچ مرا ہوا جدھر کی چلی اُس طرف امدانہ ہوا

مولانا۔ واہ واہ، کیا نایاب شعر حضور نے سُنائے۔

اُستاد۔ ہاں بھائی، بڑے بڑے خوشگو لکھنؤ میں گزرے۔ لکھنؤ والوں نے ہمیشہ قوتِ اقتدار کی

عزت کی، کمال کی قدر نہ کی۔ آپ کیا پوچھتے ہیں، دل پر اک داغ ہے۔ کسی کا ایک شعر ان پانچوں بھائیوں کے متعلق ہے اور لکھنؤ میں بہت مشہور ہے۔

عشق، عشق و عاشق، صبر و صابر یہ پانچوں تنِ عِسلام پنجتن ہیں
مولانا۔ خوب تخلص جمع کیے، سبحان اللہ، کیا کہنا۔

استاد۔ خیر، جناب عشق مرحوم بڑے محقق فنِ مرثیہ گو بزرگ گزرے ہیں، سب سے بڑے بھائی تھے، سب باپ کی جگہ سمجھتے تھے، اُن کا بڑا وقار تھا۔ انیس و دسیر کے سانسے کسی کا چراغ جل نہ سکا۔ صرف جناب عشق کی ذات تھی کہ جس نے لکھنؤ میں مرثیہ گو یوں کا تیسرا خاندان منوالیا۔ عشق و عشق کی ہستیاں کسی طرح کمال میں کم نہیں حضرت عشق مرحوم تو اس قدر مستند محقق و باکمال اُستاد گزرے ہیں کہ بڑے بڑے اساتذہ بات کرتے ڈرتے تھے۔ حضرت کلام دیکھیے تو دل خوش ہو جائے تقریباً نصف زبان اُردو بولتے تھے۔ سیکڑوں مٹروکات عشق مشہور ہیں جو آپ سے بیان کر چکا ہوں۔

جناب عشق سے چھوٹے جناب احمد میرزا صاحب صابر تھے۔ اُن سے چھوٹے، جناب سید میرزا صاحب عشق۔ اُن سے چھوٹے جناب اچھے صاحب صبر۔ اُن سے چھوٹے، جناب بہادر میرزا صاحب عاشق۔ یہ سب شاعرِ باکمال گزرے ہیں۔ جناب احمد میرزا صاحب صابر کے چار بیٹے تھے۔ جناب رشید۔ جناب حمید۔ جناب سعید۔ جناب جدید۔

لکھنؤ کے مشہور استادِ مرثیہ گو جناب رشید و حمید گزرے ہیں۔ جناب جدید بہت خوشگو تھے۔ اُنھیں کے چند شعر لکھنؤ میں بہت مشہور ہیں جو مرحوم نے فی البدیہہ کہے تھے۔ مطلع اور ایک شعر لڑا ہے جو آپ کو سناتا ہوں۔

زخم میرے دل سوزاں کے سیئے جاتے ہیں جلتے جاتے ہیں وہ ٹانگے جو دیے جاتے ہیں
مولانا۔ بخدا کی مطلع کہا ہے۔ واہ واہ۔

استاد۔ شعر ہے۔

اب خبر لیجی لاش اُٹھتی ہے مجبور ہوں میں سب مجھے آپ کے کوچے سے لیے جاتے ہیں
مولانا۔ واہ واہ، کیا شعر فرمایا ہے۔ (مجبور ہوں میں) کا ٹکڑا کتنا زبردست ہے۔

اُستاد۔ رشید و حمید کا نام تو آپ نے سُنا ہوگا؟

مولانا۔ جی ہاں، سُنا ہے۔ اُن کا نام ہمارے پورب میں بہت مشہور ہے۔ مجلسیں پڑھنے
تشریف لے جاتے تھے۔

اُستاد۔ ایک خصوصیت اس خاندان کی یہ ہے کہ خاندان غزل گو بھی ہے۔ ہر ہر فرد نے
لاکھوں غزلیں کہیں۔ صرف دو مطلعے حضرت حمید مرحوم کے اور یاد آگئے سُنا دوں فرماتے ہیں۔

مطلع

چارہ گر بچے کی بس یہ آخری تدبیر ہے اب دہی دل سے نکالے آکے جس کا تیر ہے
مولانا۔ کیا کہنا، ایسا مطلع تو سننے میں نہیں آتا۔ ندرت خیال، جذبہ تغلیل کا کیا کہنا۔

اُستاد۔ دوسرا مطلع ہے۔

ہے عکس آئنے میں بچ لا جواب کا پانی میں پھول تیر رہا ہے گلاب کا
یہ خاندان دال کی منڈی، رکاب گنج میں رہتا تھا۔ اب بھی چند فردیں اُس خاندان کی وہیں
رہتی ہیں۔ مثلاً جناب قسیم۔ جناب شدید وغیرہ

خدائے سخن جناب عشق مرحوم اس خاندان میں ایسی فرد گزرے ہیں جنہوں نے لکھنؤ کی بات
رکھ لی۔ یہ طے شدہ ہے کہ یا آتش خوشگونی میں فروختے یا عشق۔ خدا کی پناہ، نازک خیالی کی انتہا
نہیں۔ ایک غزل کے چند شعریاد ہیں سُنا تا ہوں۔ جناب عشق فرماتے ہیں۔

مطلع

تھے عجب صید بک صفت کی تاثیر سے ہم کہ گرے چند قدم بڑھ کے ترے تیر سے ہم
مولانا۔ کیا بے نظیر مطلع فرمایا ہے۔

اُستاد۔ پھر مطلع فرمایا ہے۔

مطلع

جائیں مقتل سے نہ خالی کسی تدبیر سے ہم چند زخموں کے ہیں سالِ تری شمشیر سے ہم
مولانا - یہ مطلع بھی منتخب ہے -

اُستاد - کس قیامت کا شعر فرمایا ہے - شعر
دل جگر اُس قدر انداز کو دیتے ہیں صدا نہ ابھی کھینچ کہ پٹے ہیں تیرے ہم
مولانا - قیامت کا تغزل ہے - واقعاً جذباتی شعر کہنے والا اس سے بہتر شعر کیا کہے گا -
اُستاد - ابھی اور سنیے ، نزاکت خیال کی انتہا نہیں

شعر

یاد آتی ہے سنگِ تری پلکوں کی چپک غش ہوئے ہلے تہیں آواز پر تیرے ہم
مولانا - بیشک ، نہایت نازک خیال نظم فرمایا ہے - سبحان اللہ -
اُستاد - اور سنیے - خون دوڑنے لگے گا ، یوں مصرع لگاتے ہیں -

شعر

آئینہ بھی نہ وہ حیرت زدگان کو سمجھا نہ ہوئے لائقِ صحبت کسی تدبیر سے ہم
مولانا - بیشک ، لاجواب مصرع لگایا ہے - خدا کی پناہ ، کیا کہنا -
اُستاد - پرانے رنگ کا بے نظیر شعر پڑھتا ہوں -

شعر

رات کو الفت گیسو میں جو دم رکتا ہے دل کو دیتے ہیں ہونا لہ بکیر سے ہم
مولانا - کمال فرماتے تھے - کلام کی پختگی ، زبان کی نرمی کی واقعاً انتہا نہیں -
اُستاد - شرابِ سنیے - حقیقتاً زبان کی نرمی ، صفائے لہجہ اس کا نام ہے -

شعر

دوستو ، ہیں نگہِ ناز کے روزِ دلیں در نہ بر بھی سے ہیں زخمی نہ کسی تیر سے ہم

مولانا۔ جناب نے بالکل درست فرمایا۔ کیا شستگی ہے۔

اُستاد۔ مقطع بھی یاد آگیا سناؤں۔ خدا مغفرت فرمائے اور ضرور مغفرت فرمائے گا۔ بلج حسین تھے۔ اٹھارہ سال چوار سید الشہداء میں رہے تھے یعنی عراق میں۔ اُس غم کو جو ایک حبیب کو محبوب سے چھوٹنے پر ہوتا ہے، ظاہر فرماتے ہیں۔

مقطع

ہائے افسوس عشق نہ ہوا پھر جانا ایسی ساعت سے چھٹے روضہ شہید سے ہم
واقعاً مرحوم پھر نہ جاسکے۔ رکاب گنج، وال کی منڈی میں اپنے پدر مرحوم کے پاس مسجد کے بار بار ملے
کمرے میں جسے تہ خانہ کہتے ہیں مرحوم دفن ہیں۔

مولانا۔ کوئی غزل اگر اور یاد ہو تو ارشاد فرمائیے۔ دل چاہتا ہے کہ مرحوم کا کلام سُنے جاؤں۔
اُستاد۔ جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ نہ جائے۔

مولانا۔ انشاء اللہ تعالیٰ رہے گی نہیں، صرف ایک غزل کے چند شعر اور سنا دیجیے۔
اُستاد۔ اچھا سُنئے۔ مجھے تو بہت سی غزلیں یاد تھیں۔ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے بھول گیا۔
جناب عشق فرماتے ہیں۔

غزل

یاد غم دل سے کبھی جاتی نہیں اب تو بھولے سے مہنسی آتی نہیں
مولانا۔ کیا کہنا، کیا مطلع فرمایا ہے (بھولے سے) کا ٹکڑا کیا لا جواب ہے۔
اُستاد۔ شعر سنئے کس قدر لطیف فرمایا ہے۔

کچھ خبر ملتی نہیں دل کی مجھے آج نالوں کی صدا آتی نہیں
مولانا۔ کیا تعریف ہو۔ واہ واہ۔ واقعاً یہ ہستی جان کھو گئی تھی۔
اُستاد۔ اہا ہا ہا۔ کیا شعر یاد آیا، مولانا دل خوش ہو جائے گا۔

قبر میں رکھ کے مجھے کہنے لگے کیوں، طبیعت اب تو گھبراتی نہیں

مولانا۔ بیشک دل خوش ہو گیا کیا شعر ہے۔

اُستاد۔ بھی اب شعر یاد نہیں آتے۔ ایک شعر اور یاد ہے سُن لیجیے۔ شعر کہتے ہیں
لاش پر بھی آئے منہ ڈھانپنے ہوئے بدگانی آپ کی جاتی نہیں
مولانا۔ یہ تو لا جواب شعر فرمایا ہے۔ نہایت نفیس خیال۔

اُستاد۔ وقت نہیں ہے ورنہ اور اشعار سناتا۔ تو آپ کو قدر ہوتی۔ ان کے بڑے بھائی
جنابِ عشق کے دو صاحبزادے ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادی حکیم صفدر حسین صاحب
نور یہ گنج والے کو منسوب تھیں۔ ایک صاحبزادے سید خورشید میرزا صاحب۔ دوستِ شہرے
سید حیدر میرزا صاحب ادب۔ سید خورشید میرزا صاحب نے شعر گوئی میں خاص ترقی نہیں کی۔
سید حیدر میرزا صاحب ادب مثل اپنے پدر بزرگوار کے نہایت با کمال و مستند مرثیہ گو اور شاعر
گزرے ہیں اُنھیں کے صاحبزادے ماثلاً اللہ جناب سید عسکری میرزا صاحب مودب ہیں۔ اپنے
جد بزرگوار جناب عشق کے بالکل شبیہ اور قدم بہ قدم ہیں۔ واللہ اہل لکھنؤ کو قدر نہیں۔ اب ایسی سستی
لکھنؤ میں پیدا نہ ہوگی۔ واقعاً تحقیق میں یہ خاندان فرد ہے۔ جناب مودب بڑے محقق و باوصاف
بزرگ ہیں۔ حد ہے کہ آج تک انگریزی کا لفظ نہیں بولے۔ جو کوئی ان کے سامنے انگریزی کا
لفظ بولتا ہے ناراض ہو جاتے ہیں۔ پُرانی تہذیب، پُرانے رکھ رکھاؤ والے بزرگ ہیں۔ یہ
وہ سستی ہے جن سے انسان تہذیب و کمالِ شعر و سخن حاصل کرے۔ واقعاً جناب بڑے باخدا
اور وضعدار ہیں۔ جو کہنا چاہتا تھا کہ نہ سکا بات میں بات یاد آتی چلی گئی۔

جناب رشید، جناب عشق کے حقیقی بھتیجے اور شاگرد بھی تھے۔ جو کچھ کمال جناب رشید میں تھا
وہ سب جناب عشق کی محنت کا نتیجہ تھا۔ چونکہ خدائے سخن حضرت امیں مہک صاحبزادی جناب صاحب کو
منسوب ہوئی تھیں یعنی جناب عشق کی بھالہ۔ اس لیے حضرت رشید کے خدائے سخن حضرت امیں
حقیقی نانا تھے۔ جب پہلا نیا مرثیہ کہا ہے۔ اور چچا یعنی جناب عشق کی خدمت میں پیش کیا ہے
تو انھوں نے بر بنائے خلوص فرمایا تھا کہ اپنے نانا کو مرثیہ دکھاؤ یعنی جناب امیں کو موافق حکم

جناب رشید مرثیہ لے کے سبزی مندی اپنے نانا کی خدمت میں پہنچے۔ محبت کرنے والے نانا نے پوچھا کہ میاں خیریت ہے، کہاں آئے؟

جناب رشید نے عرض کیا کہ مرثیہ کہا ہے، اصلاح لینے آیا ہوں۔

جناب انیس ہنسنے اور کہا کہ جب خود تمہارے گھر میں اتنا بڑا محققِ عشق سا استاد موجود ہے تو اتنی دُور اصلاح لینے آئے کی کیا ضرورت۔ مرثیہ دیکھا نہیں اُسے واپس کر دیا اور کہا کہ انھیں کو مرثیہ دکھایا کرو۔ حقیقی چچا اور تمہارے استاد بھی تو ہیں۔

ٹھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد حضرت رشید چلے آئے تھے پھر جنابِ عشق سے جب تک زندہ رہے جناب رشید اصلاح لیتے رہے۔ جنابِ عشق کی زندگی میں کبھی ایک مصرعِ جناب رشید بغیر دکھائے کسی محفل میں نہیں پڑھے گو استاد ہو گئے تھے مگر پہلے زمانے میں یہ خلافِ وضع اور خلافِ تہذیب تھا۔ دیکھے پھر بات بڑھی جاتی ہے۔

مولانا۔ ارشاد ہو، میں بڑی دلچسپی سے یہ واقعات سُن رہا ہوں۔

استاد۔ تاخیر ہوئی جاتی ہے، مختصر کر کے اصل واقعہ تو بیان کر دوں۔ جناب رشید ایک نئی غزل کہہ کے جنابِ عشق کی خدمت میں لائے۔ جس کا ردِ لیت، قافیہ یہ تھا: تارے رات کو، پیارے رات کو۔ جس غزل کے دو شعر یاد آ گئے، آپ کو سُنا دوں۔

آگئی صبح قیامت اور میں سُویا نہیں پھر نہ آئی نیند تم جب سے سدھارے رات کو پوری گردش آسمان نے شام سے کی تا سحر آج ہم نے گن لیے سارے تارے رات کو جنابِ عشق نے غزل سُنی۔ ایک شعر کے متعلق فرمایا کہ مصرع نہیں لگا۔

جناب رشید نے اُسی وقت دُش یا پنڈرہ مصرعے لگائے۔ سب کو کہا ابھی کوئی مصرع نہیں لگا۔ حکم فرمایا کہ آج رات کو بہت سے مصرعے لگا کے لانا۔ چنانچہ موافقِ حکم رات بھر میں ایک مصرعے پر نلو مصرعے لگائے۔ صبح کو اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جنابِ عشق نے پوچھا کہ کتنے مصرعے لگائے۔

جناب رشید نے عرض کیا کہ تو مصرعے لگا لے۔ جناب عشق نے کہا کہ پڑھو۔ جناب رشید نے سب مصرعے سنا لے۔ جناب عشق نے کہا کہ ابھی مصرعے نہیں لگا۔ جناب رشید نے عرض کی کہ اب مجھ سے مصرعے نہیں لگے گا۔ آپ مصرعے لگا کے بتا دیجیے۔ وہ مصرعے جس پر جناب رشید نے ایک سو پندرہ مصرعے لگا لے تھے یہ تھا۔

دن کو منہ دھویا گیا گیسو سنوارے رات کو
جناب عشق مروجہ مصرعے لگا کے فرمایا کہ دیکھو اب مصرعے لگا۔ لکھو
اُن کی آرائش بھی ہوتی ہے موافق وقت کے دن کو منہ دھویا گیا گیسو سنوارے رات کو
مولانا۔ واہ واہ واہ۔ کیا مصرعے لگایا ہے۔ اُستادی اسی کا نام ہے
اُستاد۔ اس سے بہتر مصرعے لگ نہیں سکتا۔ جناب عشق نے دورانِ مشق میں چودہ سال
ایک جگہ یعنی گھر میں بیٹے کے شعر کہہ کے پھاڑ کے پھینکے ہیں۔ نہ کسی تقریبِ غم میں شریک ہوئے
نہ خوشی میں۔ جب انیس و دسیر کے ہوتے ہوئے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھایا ہے اور تیسرا
قائدانِ لکھنؤ میں قائم کیا۔

کُلِ تقریر کا میری خلاصہ یہ ہے کہ پہلے کے لوگ یوں محنت کرتے تھے اور اُستاد اس شفقت
سے بتاتا تھا جیسا پدھر مہربان اپنے فرزندِ لائق کو تعلیم کرتا ہے۔ باتوں میں بہت دیر ہو گئی
شعر بڑھے جلدی غزل بنادوں۔

شعر نمبر ۵

مولانا۔
تمشاہد کے نکلنے کا کیا دیکھیں گے وہ
اب اُٹھ کے جاتے ہیں جب قضا حصار آئی
اُستاد۔ آپ کے پہلے مصرعے میں تعقید نے سستی نظم کر دی۔ مصرعے صاف نہیں ہے۔
پڑھنے میں اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا کی ہمت بڑھ چکی تھی۔ کہنے لگے ”میں بدل دوں۔“

اُستاد۔ بدلیے۔

مولانا - قدرے غور کر کے -

ذیہر دیکھیں گے کیا میرے دم نکلنے کی
اب اٹھ کے جاتے ہیں جب قہر اختلا آیا
اُستاد - اچھا بلا - اب آپ شاعر ہوتے جاتے ہیں -
مولانا - (مسکرا کے) حضور کا صدقہ ہے -

شعر نمبر ۶

شبِ فراق نے ایسا کیا مجھے مرل
حد میں جا کے بھی برسوں مجھے بخار آیا
اُستاد - آج اتنے روز کے بعد میرے خلاف مزاج آپ نے لفظ استعمال کیا -
مولانا - حضور، کون سا لفظ ہے ؟ ارشاد ہو -

اُستاد - آپ نے (مرل) کا لفظ کیا سمجھ کے صرف کیا ؟

مولانا - امیر مینائی نے صرف کیا ہے -

اُستاد - آپ کیا امیر مینائی کے مُقلد ہیں ؟

مولانا - کیا وہ اُستاد نہیں ؟

اُستاد - اُستاد ضرور ہیں لیکن میرے نزدیک محتاط اساتذہ میں نہیں ہیں - بہت کچھ ایسی
چیزیں نظم کر گئے ہیں جو بالکل غیر فصیح - آپ کو شعر یاد ہے جس میں مرل کا لفظ نظم کیا ہے ؟
مولانا - جی شعر ہے - امیر مینائی

دخترِ رز کا بھی جو بن نہ ابھارے جس کو
ایسی مرل کسی زاہد کی طبیعت ہوگی

اُستاد - ملاحظہ فرمائیے، کس قدر اخلاق سے گرا ہوا شعر ہے - جس کی تشریح پر سبب تہذیب نہیں
کر سکتا - (مرل) کا لفظ بالکل بازاری لغت ہے - نظم کو ان تمام چیزوں سے پاک ہونا چاہیے -
نہ ایسے خیالات ہوں جیسا شعر آپ نے سُنا یا بالکل مرتبہ سے گرا ہوا شعر ہے لہذا مصرع غلط دلیہ -
مولانا - (غور کر کے) حضور، مصرع بدل دیا -

شبِ فراق نے چھوڑا دل بے برگ بھی ساتھ
حد میں جا کے بھی برسوں مجھے بخار آیا

اُستاد۔ بھر مصرع اچھا لگایا۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۷

حد میں ہاتھ ہلا کے وہ مجھ سے کہتے ہیں ہمارے وعدے کا اب تم کو اعتبار کیا
اُستاد۔ (ہاتھ کی جگہ) شانہ لکھیے۔ قبر میں ہاتھ نہیں ہلاتے شانہ ہلاتے ہیں۔ اور پڑھیے۔
مولانا نے لفظ لکھ لیا۔

شعر نمبر ۸

کبھی جو حُسن کی بجلی چمکتے دکھائی تھی نہ آج تک دل بیتاب کو قرار آیا
اُستاد۔ اور پڑھیے۔ شعر غنیمت ہے۔

شعر نمبر ۹

نکالا تم نے مرے دل سے جتنی دیریں تیر بس اتنی ساعتیں دل کو مرے قرار آیا
اُستاد۔ (ساعتیں) کا لفظ مناسب نہیں لہذا مصرع یوں بدل دیجیے۔
بس اتنی دیر مرے قلب کو مستار آیا
مولانا۔ بہت خوب کہہ کے لکھ لیا۔

شعر نمبر ۱۰

میں بھول جاتا ہوں گئے میں دل کے ٹکڑوں کی غضب خدا کا نہ اب تک مجھے شمار آیا
اُستاد۔ رہنے دیجیے اشرا اچھا ہے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۱۱

کسی کو صبر ملا اور کسی کو درد ملا مرے نصیب کے حصے میں انتظار آیا
اُستاد۔ یہ شعر کاٹ دیجیے کیونکہ صبر یا درد کہاں ملا کب ملا۔ اس چیز کو اپنے ظاہر نہیں کیا۔
مولانا۔ تو بدل کے مصرع کی اصلاح فرمائیے تاکہ میں سمجھ لوں کہ کس چیز کی ضرورت ہے۔
اُستاد۔ ازل میں درد کسی کو کسی کو صبر ملا نصیب میرے گھر حصے میں انتظار آیا

مولانا۔ درست، اب سمجھ میں آگیا۔ بیشک لفظ ازل کی ضرورت تھی۔ واقعاً حضور نے درست فرمایا ہے۔

مقطع

نہ پچھو صورتِ حدِ صفائے قلبِ شعار اک آئنے ہے نہ جس میں کبھی غبار آیا
اُستاد۔ پہلے مصرع میں ایک سخت عیب نظم ہو گیا جو غالباً آج تک میں نے آپ کو نہیں سمجھایا۔ اور وہ تو ابی حرکات۔ آپ نے چار اضافتیں ایک مصرع میں مسلسل جمع کر دیں جو قطعاً ناجائز۔ اساتذہ نے حرام سمجھا ہے۔ تین اضافتوں تک جائز ہے لیکن چار بالکل غلط۔ لہذا مصرع ابھی بدلے کیونکہ مقطع ہے۔

مولانا۔ (دیکھ غور کرنے کے بعد) حضور عرض کیا ہے

نہ پچھو دو ستو حدِ صفائے قلبِ شعار اک آئنے ہے نہ جس میں کبھی غبار آیا
اُستاد۔ مصرع خوب بدلا، ماشاء اللہ، محنت اسی کا نام ہے۔ اب آپ امید ترقی ہوتی جاتی ہے۔

دیکھپ معلومات نمبر ۱۸

مولانا۔ چند چیزیں دریافت کرنی تھیں اگر حکم ہو تو عرض کروں؟

اُستاد۔ پوچھیے

مولانا۔ برادرِ نسبتی سے کیا مراد ہے؟

اُستاد۔ زوجہ کے بھائی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ شاہ اودھ، جنت مکان، خلد آشاں، حضرت

واحید علی شاہ بہادر اختر کا شعر ہے

حقیقت میں کچھ سعی بجا نہ تھی کہ اُن کا برادر بھقا وہ نسبتی

یہ ایک شنی کا شعر ہے جو یاد آگیا اور میں نے آپ کے سامنے پڑھا

مولانا۔ درست ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ خواہرِ نسبتی، سالی کو کہتے ہیں یا نہیں؟

کھینچا نفل میں میں جو اسے مست پا کے رات کسے لگا کہ آپ کو بھی اب نشہ ہوا
شاعر نے اجتماع سے کام لیا ہے در نہ حقیقت صحیح نہیں۔ لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ چونکہ
بغیر ترکیب ہے اس لیے ممکن ہے کہ میر صاحب کے زمانے میں عوام بولتے ہوں اور اردو بچہ کے
استعمال کر دیا ہو۔ میرے نزدیک موجودہ دور میں غیر فصیح کیا بلکہ غلط ہے۔ نشہ بفتح زون و کون شین
صحیح ہے۔ اس مسئلے کو آپ سے یا ذاب صاحب سے بالتفصیل بیان بھی کر چکا ہوں۔

مولانا۔ درست ہے۔ یہ فرمایئے کہ لبّ ب کہاں تک صحیح ہے۔

استاد۔ بالکل غلط۔ لبّ لب سے لبّ بنایا ہے۔ لبّ فارسی لبّ عربی و ر صنیعہ مفعول
بنایا لہذا فصحا کو استعمال نہ کرنا چاہیے۔

مولانا۔ لب ساحل یا سر ساحل کتنا صحیح ہے یا غلط؟

استاد۔ لب ساحل قطعاً غلط۔ اس لیے کہ ساحل خود کنارے کو کہتے ہیں اب لب ساحل
کہاں تک صحیح ہوگا۔ رہا سر ساحل۔ یہ بھی قابلِ احتیاط ہے۔ اس لیے کہ سر ساحل کے
معنی لب ساحل کے ہیں۔ میرے نزدیک سر ساحل کہنا بھی درست نہیں۔ کسی مرثیہ گو کے ایک بڑا
مصرع یاد ہے۔

فرس اڑ لب ساحل سے بل گیا جا کے

مولانا۔ ہم مشرب یعنی ہم مذہب صحیح ہے یا غلط؟

استاد۔ میرے نزدیک یعنی ہم مذہب غلط ہے اس لیے کہ لغت میں یہ معنی نہیں ملتے۔ جو
لغوی معنی اس کے ہیں یعنی ایک جگہ بیٹھے کے پینے والے۔ ان معنی میں درست و صحیح ہے۔

مولانا۔ خلف کے کیا معنی ہیں؟ باپ اگر زندہ ہو تو بیٹے کو خلف الصدق کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟
استاد۔ باپ کی زندگی میں بیٹے کو خلف کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ لغت میں دو معنی ملتے ہیں۔ ایک
پچھے چلنے والا۔ دوسرے فرزند نیک۔ لہذا خلف بفتحین باپ کی زندگی میں بیٹے کو کہتے ہیں مضائقہ

نہیں۔ مجازاً شاگرد کو بھی خلف کہتے ہیں۔ علی خراسانی کا شعر ہے

طفل دل را از معلمِ رخصتِ ارشاد نیست بیچ شاگردِ خلف را حاجتِ ارشاد نیست
مولانا۔ حضور بجا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک سوال اور ہے وہ یہ کہ لبِ مذکر ہے یا مؤنث؟
اُستاد۔ لبِ ہونٹ کے معنی میں مذکر ہے۔ چنانچہ جلال لکھنوی کا شعر ہے۔

مرگے سیکڑوں، بیمار تری آنکھوں کے لبِ جاں بخش کسی کے بھی نہ کچھ کام آیا
لیکن اس کے علاوہ کنارے کے معنی میں قطعاً مؤنث ہے۔ مثلاً دریا کی لب، میان کی لب وغیرہ
وغیرہ۔ حضرت مؤدب مظہر کے مرثیے کے ایک بند کا مصرع یاد آگیا جو تلوار کی تعریف میں ہے۔
میان کی لب سے ملا رہتا ہے پانی اس کا

مولانا۔ حضور کو بہت زحمت دی۔

اُستاد۔ کوئی زحمت نہیں، میں تو چاہتا ہوں کہ ہر وقت ادبی بحث، ادبی ذکر کیا کروں۔

مولانا۔ اجازت چاہتا ہوں۔

اُستاد۔ اچھا سدھاریے، خدا حافظ۔

مولانا رخصت ہوئے۔ اُستاد دنیادی مشاغل میں مشغول ہو گئے۔ نواب شنبہ کو حسبِ معمول
غزل لے کے آ گئے۔

نواب۔ آداب بجاتا ہوں۔

اُستاد۔ تسلیم۔ آئیے۔

نواب بہ ادب سامنے بیٹھ گئے اور غزل جیب سے نکال لی۔

اُستاد۔ آپ پڑھتے جائیے میں غزل بناتا جاؤں۔

نواب۔ بہت خوب۔

اصلاح نمبر ۱۹

غزل نواب۔ مطلع نمبر ۱

ماہل بقتلِ ڈال کے رُخ پر نقاب ہے غم سے گن میں آیا ہوا آفتاب ہے

اُستاد۔ پہلا مصرع صاف نہیں، ردیف بہت دُور پڑ رہی ہے یعنی مائل بہ قتل کی خبر ہے اسلئے
مصرع صاف ہونا چاہیئے۔ یوں بدل دیجیے۔
ہوتا ہوں ذبح چہرے پر اُن کے نقاب ہے غم سے گن میں آیا ہوا آفتاب ہے
نواب۔ بہت خوب کہہ کے لکھ لیا۔

مطلع نمبر ۲

دنیا خموش ہے وہ خیں مجو خواب ہے غفلت کی نیند آمدِ فصلِ شباب ہے
اُستاد۔ مطلع بہت عمدہ کہا ہے، نہایت صاف مطلع ہے۔ صاد بنا دیجیے۔
نواب نے سلام کیا اور کلمات انکسار کے
مطلع نمبر ۳

تابندہ اُن کا حال رخ لا جواب ہے ٹھہرا ہوا اُفتن کے قریب آفتاب ہے
اُستاد۔ یہ مطلع بھی آپ نے بہت عمدہ کہا ہے، دل خوش کر دیا۔ اب تو آپ اچھے اچھے
مطلعے نکالنے لگے۔
نواب نے کھڑے ہو کے سلام کیا۔

اُستاد۔ اور پڑھیے آج تو اشتیاق پیدا ہے۔

مطلع نمبر ۴

اے دل نہ یوں تڑپ جو تجھے اضطراب ہے ناداں وقارِ عشق کا موتی کی آب ہے
اُستاد۔ واشرہ مطلع بھی بہت خوب کہا ہے۔ آج تو یقیناً دریا بہا دیے۔

شعر نمبر ۵

مُنیلا کے گلِ دلوں میں مرادل کیا پسند تم چوہری ہو کیا نظرِ انتخاب ہے
لاکھوں دلوں میں ایک مرا
اُستاد۔ شعرِ غنیمت ہے، محتاج اصلاح ہے۔ یوں بدل دیجیے۔
لاکھوں دلوں میں ایک مرادل کیا پسند

دوسرے مصرع میں (جوہری) کی جگہ (قدرداں) بنا دیجیے -
نواب نے بہت خوب کہہ کے لکھ لیا اور یہ ادب سلام کیا -

شعر نمبر ۶

مختر میں محکومانہ اعمال جب ملا گھبرا کے بخودی میں یہ سمجھا جواب ہے
اُستاد - (گھبرا کے) اور (بخودی) قریب قریب ہم معنی ہیں - تکرار بیفائدہ شے ہے لہذا یوں
بدل دیجیے اور پڑھیے -

سمجھا یہ بخودی میں کہ خط کا جواب ہے

شعر نمبر ۷

نامح نصیحتوں کا سبب میں سمجھ گیا ~~بھ~~ کافی حُسنِ مار کے لیے ذکرِ شراب ہے
اُستاد - آپ نے خمار کے معنی نشے کے قرار دیے ہیں -
نواب - جی، درست ہے - یہی معنی ہیں -

اُستاد - یہ معنی غلط ہیں - خمار کے معنی لغت میں (نشہ اُترنے کے بعد کی کیفیت - وہ حالت
جس میں شراب کی طلب ہوتی ہے) لہذا شعر غلط ہے کاٹ دیجیے - اسی لفظ خمار کے معنی میں
بڑے بڑے اساتذہ نے دھوکا کھایا ہے - اور پڑھیے -

شعر نمبر ۸

تصویر بھی تمھاری ہے دنیا میں بے بدل تم حُسن میں ہو فرد تمھارا جواب ہے
اُستاد - مصرع اچھا نہیں لگا - اس سے اچھا مصرع لگائیے -

نواب - کوشش کرتا ہوں - (یہ کہہ کے تھوڑی دیر خاموش ہونے کے بعد) حضور مصرع لگ گیا -
اُستاد - یہ بھی طے کر لیا کہ مصرع لگ گیا - اچھا سنا لیے تو معلوم ہو -

نواب - جی اتفاقاً فیض منہ سے نکل گیا ورنہ ایسی بے ادبی خادم نہ کرتا - مصرع یہ ہے -
تصویر بھی ہے اس لیے دنیا میں بے نظیر تم حُسن میں ہو فرد تمھارا جواب ہے

اُستاد۔ ہاں غنیمت ہے، یہ مصرع لگ گیا۔ ماشاء اللہ، اب آپ اچھا کہنے لگے۔ اور پڑھیے۔
نواب۔ (سلام کر کے)

شعر نمبر ۹

اوجانے والے دیکھ لے مرنے کی ٹہر کے سیر تیرے مریض ہجر کی حالت خواب ہے
اُستاد۔ جیسے مطلع آپ نے سنا ہے ویسے شعر نہیں سنا ہے ہیں۔ یہ شعر سُست ہے یعنی
بھرتی کا ہے (مرنے کی ٹہر کے) کی جگہ (دُم توڑنے کی) لکھ دیجیے۔ اور پڑھیے۔
نواب نے بہت خوب کہہ کے لکھ لیا اور اصلاح سے خوش ہوئے۔

شعر نمبر ۱۰

دو نوں ازل کے روز سے جھوٹ میں ایک ہیں پارے میں میرے دل کی طرح مضطرب ہے
اُستاد۔ (صورت) کی جگہ (فطرت) لکھ دیجیے کیونکہ لفظ فطرت صورت سے یہاں پر بہت بلند ہے۔
اور پڑھیے۔

نواب نے بہت خوب کہہ کے لکھ لیا اور دست بستہ عرض کیا کہ بیشک بہت بہتر ہے۔

شعر نمبر ۱۱

دنیا میں ایک نگے لے دل بسر ہو خاک دیکھو نظر اٹھا کے جدھر انقلاب ہے
اُستاد۔ سُست شعر ہے، کوئی خاص بات نہیں۔ کاٹ دیجیے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۱۲

دیکھا نہ مڑ کے دھیں میں۔ پامال کر گئے کتنا رہا مراد دل خانہ خواب ہے
اُستاد۔ (دُھن) کی جگہ (راہ) لکھ دیجیے۔ شعر میں قدرے شوخی ہے ورنہ اور کوئی خاص بات
نہیں۔ اور پڑھیے۔

نواب نے تعمیل حکم کرتے ہوئے بدلا ہوا لفظ یعنی (راہ) لکھ لیا۔

یہ کہہ کے اُس نے طاہر دل کو اُڑا دیا شعر نمبر ۱۳
ہم نے سنا ہے تیر لگانا نواب ہے

اُستاد۔ بچوں کا شعر ہے اختیار ہے خواہ رہنے دیجیے یا نکال ڈالیے۔ خاص بات نہیں اگر مناسب وقت دیکھیں گا شاعرے میں پڑھیے گا یعنی اگر غزل چلے تو یہ شعر پڑھنے کا رنگ دیے جائیے گا درنہ پڑھیے گا نہیں۔ اور پڑھیے۔

نواب۔ بہت خوب۔ جیسا ارشاد ہوا ہے دیا ہی عمل کروں گا۔

شعر نمبر ۱۴

نہ جلد زلف پریشاں سوار لیے حسرت نصیب دل کو بہت مضطرب ہے
اُستاد۔ یہ شعر بھی جہاں تک ممکن ہو نہ پڑھیے گا اسیلے کہ بہت پامال تخیل ہے۔ اور پڑھیے۔
نواب۔ بہت خوب۔ چونکہ حضور کا حکم ہے، کبھی نہیں پڑھوں گا۔

شعر نمبر ۱۵

اُستاد۔ مجھے ہیں اُستاد ہیں ہمیں کیا شاعری کی دہریں مٹی خراب ہے
اُستاد۔ مقطع اچھا ہے لیکن آپ نے جناب عشق مرحوم کی ایک بیت کا بھونڈا ترجمہ کیا ہے۔
نواب۔ وہ بیت ارشاد ہوتا کہ سمجھ سکوں۔
اُستاد۔ جناب عشق نے ایک مرثیے کی بیت کہی ہے جس میں دنیا کی حالت دکھائی ہے
یا بالخصوص دنیا لے شاعری کے انقلاب کی تصویر کشی فرمائی ہے۔

بیت

ہر تازہ گو بھی اپنی جگہ لا جواب ہے دردا زمینِ شعر کی مٹی خراب ہے
نواب۔ کیا خوب بیت فرمائی ہے۔ واقعاً اس دور میں شاعری کی مٹی خراب ہے۔
اُستاد۔ رہنے دیجیے، مقطع ہے وہ بھی توارد ہے سرقہ نہیں کیونکہ آپ کو یہ بیت یاد نہیں تھی۔
نواب۔ توارد کیا؟ حضور سمجھا دیں تاکہ تعریف توارد محفوظ کر لوں۔
اُستاد۔ بحث طویل ہے مجلّاً بتا دوں۔ ایک مضمون کسی شاعر کا ہو اور آپ کو نہ معلوم ہو آپ بھی نکر مجائیے تو سننے والے کہیں گے مضمون میں توارد ہو گیا یعنی جو فلاں کا مضمون ہے وہی

یہ مضمون ہے۔ اور اگر آپ کو شاعر کا مضمون یاد ہے پھر آپ نے نظم کر لیا تو یہ سرقہ ہو جائے گا۔
 نواب۔ بخدا مجھے یہ بیت یاد نہیں تھی ورنہ کبھی اس خیال کو نظم نہ کرتا۔
 اُستاد۔ میں خود کہہ رہا ہوں، کوئی قباحت نہیں، رہنے دیجیے اکثر ہوتا ہے۔

دکچپ معلومات نمبر ۱۹

نواب نے سلام کر کے غزل تہ کر کے جیب میں رکھ لی
 اُستاد۔ آپ جلدی بے عیب کہنے لگیے گا۔ اس غزل کے مطلعے اور چند شعرا چمے ہیں۔
 نواب۔ جی پندرہ شعر ہیں، اب جلدی شعر کہہ لیتا ہوں۔
 اُستاد۔ کم سے کم پندرہ شعر کی غزل ہونا چاہیے۔ کیسے بابر قاری یعقوب علی خاں صاحب کے
 یہاں جانا ہوتا ہے۔

نواب۔ روز پڑھنے جاتا ہوں۔

اُستاد۔ کچھ پوچھوں؟

نواب۔ جو کچھ حضور دریافت فرمائیں گے اگر یاد ہوگا تو ضرور عرض کر دوں گا۔

اُستاد۔ الف وصل کس کو کہتے ہیں مع مثال بتائیے۔

نواب۔ الف وصل وہ ہے جو درمیان مصرع میں واقع ہو اور اُس کی حرکت اس سے
 پہلے والے حرف کو دیدیں اور خود الف ملفوظ نہو تاکہ اُس سے پہلے والا حرف اُسکے بعد والے
 حرف سے مل سکے مثال۔ رع

لَدَزِ سِفْیِ سِیَہِ اَزْ کَاکِلِ مُشْکِیْنِ تُو شَد

اُستاد۔ اس میں الف وصل کن سا ہے؟

نواب۔ (از) کا الف، اس نے خود گر کے (ہ) کو (ز) سے ملا دیا اسی وجہ سے اسے
 الف وصل کہتے ہیں۔

اُستاد۔ تعریف بہت اچھی کی، ماشاء اللہ۔

نواب نے سلام کیا اور سر جھکا کے عرض کیا کہ سب حضور کا قصد ہے۔

اُستاد۔ ہاں، بتائیے وہ ارکان کہ جن سے مجھ مرکب ہیں یعنی بنے ہیں کے ہیں اور کون کون ہیں۔

نواب۔ ارکان آٹھ ہیں۔ فوٹُن۔ فاعِلُن۔ مفاعِلُن۔ مستفعلُن۔ مفاعلُن۔ مفاعلُن۔

فاعِلَاتُن۔ مفعولات۔

اُستاد۔ صدر و عروض وابتداء و ضرب کی تعریف کیجیے۔ مثال دیجیے اور درمیانی جھٹے کو

کیا کہتے ہیں؟

نواب۔ پہلے مصرع کے پہلے رکن کو (صدر) کہتے ہیں۔ اور پہلے مصرع کے آخری رکن کو

(عروض) کہتے ہیں۔ دوسرے مصرع کے پہلے رکن کو (ابتداء) اور آخری رکن کو (ضرب) کہتے

ہیں۔ درمیانی رکنوں کو (حشو) سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواجہ وزیر کا مطلع ہے یہ

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہو جائے گا یار کا ملنا نصیبِ دشمنان ہو جائے گا

کیا خبر تھی (صدر) ہو جائے گا (عروض) یار کا مل (ابتداء) جائیگا (ضرب) باقی درمیان کے

جھٹے کو (حشو) کہیں گے۔

اُستاد۔ زحافات کسے کہتے ہیں۔ یعنی کیا ہیں؟

نواب۔ رکن میں تغیر ہو جائے تو زحافات کہتے ہیں۔ خواہ کمی ہو یا زیادتی ہو جیسے مفاعیلن

میں الفت زیادہ کریں مفاعیلان ہو جائے گا۔ اسے (تسبیخ) کہتے ہیں۔ یا کمی کریں جیسے مفاعیلن

کے فوٹن کو اور حرکت قائم کو گرا دیں اسے (قصر) کہتے ہیں۔

زحافت کے لغوی معنی اصل سے دور ہونا۔ اور اصطلاح عروضیین میں تغیر رکن کو

زحافات کہتے ہیں۔

اُستاد۔ زحافات جمع ہے یا واحد؟

نواب۔ زحافات جمع زحفت ہے بفتح زاء و سکون حاء۔

اُستاد۔ پھر جمع کے ساتھ کیوں بولتے ہیں۔ تفسیر رکن کو زحمت کیوں نہیں کہتے؟
 نواب۔ اعتراض حضور کا درست ہے لیکن اصطلاح عروضین صحت کی علامت ہے عروضین
 ہمیشہ تفسیر رکن کو بجائے زحمت کے زحافت ہی کہتے ہیں۔
 اُستاد۔ ماشاء اللہ آپ کو خوب یاد ہے۔ اسی محنت سے پڑھے جائے جلد عروضی ہو جائے گا۔
 نواب نے سلام کیا اور دست بستہ عرض کیا کہ سب جناب کی بدولت ہے۔
 اُستاد۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ آج دل خوش کر دیا۔
 نواب سلام کر کے رخصت ہو گئے۔

استاد اپنے کاموں میں مصروف رہے، اتفاقاً پھر الہ آباد سے ایک خط آگیا۔ اُستاد نے
 لفافہ کھولا، القاب و آداب کے بعد جو پڑھنا شروع کیا تو چند موالات تحریر تھے۔ آخر میں لکھا
 تھا کہ جلد جواب سے سرفراز فرمائیے گا۔ حضور کا شکریہ کہاں تک ادا کروں کہ دو مرتبہ زحمت
 دے چکا ہوں، یہ تیسری مرتبہ پھر زحمت کی جرات کی اور یہ حضور کے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے
 جرات ہوئی کہ مزید زحمت دوں۔ حضور سا اُستادِ فن اب لکھنؤ میں کون ہے جسے اجتہاد کا حق
 حاصل ہو۔ بڑی بندہ نوازی ہوگی اگر حضور جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔ فقط

سعید الدین خاں

اُستاد نے لفافہ قالمین کے نیچے رکھ لیا اور خیال کیا کہ وقت فرصت میں کسی دن جواب
 دید و نگاہ کا یکایک ایک پرانے ملنے والے جو کبھی ہم محلہ تھے اور روز کی نشست تھی، آگئے۔
 (آئے ہی) آداب عرض کرتا ہوں۔

(اُستاد نے سر اٹھا کے تسلیات جناب میر صاحب آپ کی زیارت تو عرصہ کے بعد ہوئی
 تشریف لائیے، کہاں تھے؟
 میر صاحب قریب بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ کیے اب خیریت ہے، بہت عرصے کے بعد تشریف لائے؟

میر صاحب - سرکاری ملازمت نے ترکِ وطن پر مجبور کیا۔ آج کل گونڈہ میں سرکاری ملازم ہوں۔
پنشن کا زمانہ قریب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ پھر اسی محلے میں حاضر ہونگا اور فیضِ صحبت اٹھادیں گے۔
اُستاد - کیسے شاعری ہوتی ہے؟

میر صاحب - آج کل اس قدر (ہنری) رہتا ہوں کہ کیا بیان کروں۔ شاعری کا شوق
لکھنؤ تک محدود تھا۔

اُستاد - (ہنری) میں نہیں سمجھا۔ کیا گونڈے کا خاص لغت ہے؟
میر صاحب - انگریزی لفظ ہے۔

اُستاد - میں انگریزی نہیں جانتا، آپ میرے سامنے انگریزی لفظ کیوں بولے؟
میر صاحب - واقفاً مجھے آپ کے سامنے انگریزی لفظ نہ بولنا چاہیے تھا اس لیے کہ میں
خوب جانتا ہوں جناب کو انگریزی الفاظ سے نفرت ہے۔ آپ کی زبان سے کبھی انگریزی لفظ نہ ہی نہیں
اُستاد - کوئی غزل کہی ہو تو سنائیے۔

میر صاحب - ایک مصرع بھی نہیں کہا۔ کیا کہوں ملائم ہی نہیں ملتا۔
اُستاد - پھر آپ انگریزی لفظ بولے۔

میر صاحب - کیا بتاؤں، پھر زبان سے نکل گیا۔ مجھے وقت نہیں ملتا۔
اُستاد - معاف فرمائیے گا، اسی بے تکلفی کی بنا پر عرض کر دیتا ہوں ورنہ جناب تھما ہی میرا
عرض کرنا خلافِ تہذیب ہے۔

میر صاحب - جناب کا ٹوکن مجھ کو قطعاً بُرا نہیں لگتا اس لیے کہ اُردو زبان تو خود (کسچر)
ہے، انگریزی سے (کسچر) ہونے کے بعد تو تباہ ہی ہو جائے گی۔

اُستاد - آپ کیا بولے؟

میر صاحب - (شرما کے) پھر بھول گیا۔ جی، (کسچر) عرض کیا یعنی مرگ۔
اُستاد - آپ کو غالباً عادت پڑ گئی ہے؟

میر صاحب - ہمدقت انگریزی دانوں کا سامنا ہے، واقفاً بولتے بولتے عادت سی ہوگئی ہے۔
اُستاد - خیر، جناب کی تنخواہ اب کیا ہے؟

میر صاحب - ڈیرہ سو سے سوادو سو تک کے گریڈ میں ہوں۔

اُستاد - میں پھر کچھ نہ سمجھا۔ (گریڈ) کیا چڑیا ہے؟

میر صاحب - (گریڈ) کے معنی (درجے) کے ہیں۔

اُستاد - خیر، اب سمجھا۔ برائے خدا میرے سامنے نہ بولیے۔

میر صاحب - (شرما کے) ہائے ری کجخت عادت، لاکھ کو کوشش کرتا ہوں مگر منہ سے لفظ نکل ہی جاتا ہے۔

اُستاد - تعطیل ہے یا آپ چھٹی لے کر تشریف لائے ہیں؟

میر صاحب - چھٹی لی ہے۔ حاف تنخواہ ملے گی۔ کیونکہ میں چھٹی لے چکا ہوں۔

اُستاد - (حاف) کے معنی دائرہ سمجھ میں نہیں آئے۔

میر صاحب - (نصف) دیکھیے پھر جلدی میں لفظ منہ سے نکل ہی گیا۔

اُستاد - جو انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہو تو جناب سے بات کرنے میں اُس کو بڑی دقت پڑے

کیونکہ گھڑی گھڑی پوچھنا پڑے کہ اس کے کیا معنی، اُس کے کیا معنی۔ آپ بتاتے بتاتے تھکا جائیں۔

میر صاحب - یہ سب سوسائٹی کا اثر ہے اور کچھ نہیں۔

اُستاد - کیا فرمایا؟ پھر ارشاد ہو۔

میر صاحب - بنیضی سے پھر انگریزی لفظ منہ سے نکل گیا۔ یہ سب صحبت کا اثر ہے۔

اُستاد - اب سمجھا۔ خیر، اہل و عیال تو جناب کے ہمراہ وہیں رہتے ہوں گے؟

میر صاحب - اہل کہاں، عیال ہیں۔ جب سے دالٹ کی ڈت ہوگئی سخت تکالیف کا

سامنا ہے۔

اُستاد - کس کی کیا ہوگئی؟ پھر کیئے؟

میر صاحب - زوجہ کا انتقال ہو گیا، سخت پریشان ہوں -
 اُستاد - (ہنس کے) آپ مجبور ہیں، واقفاً عادت ہو گئی -
 میر صاحب - (شرما کے) کیا عرض کروں، چاہتا ہوں نہ بولوں مگر بول جاتا ہوں -
 اُستاد - اگر انسان کو سشش کرے اور عادت نہ ڈالے تو کبھی انگریزی لفظ یا غیر فصیح لغت
 نہ بولے گا -

میر صاحب - یہ بالکل درست فرمایا - عادت بڑی ظالم چیز ہے -
 اُستاد - تو مروجہ کے انتقال سے آپ کو سخت تکلیف ہو گئی ہوگی؟
 میر صاحب - کیا عرض کروں - بچوں کو کنٹرول کرنا عورت ہی کا کام ہے -
 اُستاد - کیا چیز؟
 میر صاحب - مجھ بھیب کے منہ سے (کنٹرول) کا لفظ پھر نکل گیا یعنی (قابو پانا) -
 اُستاد - یہ کیسے - اب سمجھانے سے مجھ میں آیا -
 میر صاحب - پھر ڈیوٹی کی دشواریاں -
 اُستاد - اس لفظ کے معنی تو خیر سننے سننے میں بھی سمجھ گیا ہوں -
 میر صاحب - (سر جھکا کے) واللہ کو سشش کروں گا کہ یہ عادت نہ رہے -
 اُستاد - اب شکل ہے - جناب نقشِ رح کا شعر ہے

اب اگر تخفیف ہوتی ہے تو گھبراتا ہوں میں در دل اتنے دنوں سے ہے کہ عادت ہو گئی
 میر صاحب - بیشک یہی بات ہے - انتہائی کو سشش کرتا ہوں اور تقریر کو شارٹ کرتا ہوں
 کہ انگریزی لفظ منہ سے نہ نکلے مگر بول جاتا ہوں -

اُستاد - غالباً ایک لفظ اور بولے اور وہ (شارٹ) اس کے کیا معنی ہیں؟
 میر صاحب - (مختصر) کیا کروں حضور، مجبور ہوں -

اُستاد - اب اُردو زبان کا اپنی حالت پر باقی رہنا دشوار معلوم ہوتا ہے - جناب، کفایت کے

عربی تعلیم یافتہ، عربی لباس والے برابر انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کیا کروں خون کے گھونٹ پنی کے رہ جاتا ہوں۔ آپ تو خیر انگریزی پڑھے ہوئے ہیں، اے صاحب وہ لوگ جن کو یہ نہیں معلوم کہ انگریزی کی دم کدھر ہے وہ آپ کی طرح گفتگو کرتے ہیں۔ میں تو اُس وقت تک زندہ نہ رہوں گا، جو جیسے گا وہ دیکھے گا کہ کچھ عرصے کے بعد اُردو کا لفظ ملنا دشوار ہو جائے گا۔ کیونکہ جب انگریزی لغات سے کان آشنا ہو جائیں گے اور اپنے لغات زیر استعمال نہ رہیں گے تو اجنبیت سی ہو جائے گی۔ نتیجے میں اُردو کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سنا ہے کہ لوگ بہت کوشش کر رہے ہیں کہ اُردو زبان بٹنے نہ پائے۔ اس کا خیال کوئی نہیں کرتا کہ ان چیزوں کی اصلاح کرے۔ سب سے بڑے اُردو کے دشمن تو وہی ہیں جو اُردو کے لغات و محاورات ترک کر کے انگریزی بولتے ہیں۔

اے جناب اب حد یہ پہنچی ہے کہ منبرِ رسولؐ پر ذکرین و داعظین انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جناب سلمان کو علیؑ نے مدائن کا گورنر کر کے بھیجا تھا۔ انیس صد ہزار انیس۔ میر صاحب۔ جو کچھ جناب فرما رہے ہیں سب بجا ہے، درست ہے۔ میں تو جناب قسم کھاتا ہوں کہ انتہائی کوشش سے اس عادتِ قبیح کو ضرور ترک کروں گا۔

استاد۔ جناب اگر کوشش کریں گے تو یہ عادت ضرور چھوٹ جائے گی۔ مجھے دیکھیے تقریباً شتر سال کی عمر ہے۔ آج تک قسم کھانے کو انگریزی لفظ زبان پر نہیں لایا۔ جہاں دوسرا لفظ ہی نہیں وہاں مجبوری و بکراہت بول جاتا ہوں جیسے ٹکٹ، اسٹیشن وغیرہ کیا کروں۔

میر صاحب۔ بجا ہے، درست ہے۔ آپ کے دم سے زبان کی بقا ہے۔
استاد نے خاصدان آگے بڑھایا، میر صاحب نے پان کھا کے اجازت طلب کی۔ استاد نے معافی چاہی۔

میر صاحب۔ جناب کیا باتیں کرتے ہیں۔ معافی کیسی۔ آپ نے سبق دیا ہے۔ پھر انشاء اللہ حاضر ہوں گا۔ (یہ کہہ کے کھڑے ہو گئے)۔

استاد نے کھڑے ہو کے رخصت کیا کہ مولانا غزل لے کے آگئے۔ سلام علیکم۔

اُستاد۔ علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مولانا سامنے بہ ادب دوڑا نو بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ کیسے غزل کہی؟ میں تو منتظر تھا کہ آپ آتے ہوں گے۔

مولانا۔ جی ہاں، عرض کی ہے۔ آجکل سوائے غزل کے کوئی فکر نہیں رہا کہہ کے غزل نکال کے نہایت تہذیب کے ساتھ پیش کی۔

اُستاد نے غزل پر ایک نظر ڈالنے کے بعد واپس کر دی۔ اور کہا کہ آپ پڑھتے جائیے میں سنتا جاؤں۔

مولانا نے غزل کھولی اور مطلع پڑھا۔

اصلاح نمبر ۲

غزل مولانا مطلع

آپ کی شرط جفاک ہیں منظور نہیں
چو ٹھہر جائے ہمارا دل رنجور نہیں
اُستاد۔ مطلع غنیمت ہے۔ (جو ٹھہر جائے) کا ٹکڑا بیکار ہے۔ لہذا (آہ کھینچے تو) بنائیے۔
مولانا نے بہت خوب کہہ کے لکھ لیا۔

شعر نمبر ۲

مجھ کو خاموش کیا شمع صفت یہ کہہ کے
بات کرنے کا میاں بزم میں دستور نہیں
اُستاد۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ پڑانے رنگ کے شعر کہتے ہیں۔ نئے رنگ کی ہوا
آپ کو نہیں لگی۔ (میاں) کی جگہ (مری) بنا دیجیے۔
مولانا۔ سب حضور کا فیض ہے۔ (یہ کہہ کے لفظ لکھ لیا)۔

مرگیا منزل الفت کا مسافر تھک کے شعر نمبر ۳
دل چاہا فرط یہ کتا رہا اب دور نہیں

اُستاد۔ تعلیمی اثر ابھی باقی ہے۔ (بہ افراط) کا ٹکڑا ثقیل ہے زبان نرم کیجیے۔ (دل بہ افراط یہ کتا رہا) کے بجائے (دل برابر یہی کتا رہا) لکھ دیجیے۔
مولانا نے بہت خوب کہہ کے مصرع کاٹ کے نیچے لکھ لیا۔

شعر نمبر ۴

بارغ میں برق کا رہہ کمری سے رخ آگ لگ جائے انشمن میں تو کچھ دُور نہیں
اُستاد۔ رہنے دیجیے۔

مولانا۔

شعر نمبر ۵

قصہ ہجر سونچ تو سنائے تھیں کون بات کرنے کے بھی قابلِ دلِ رنجور نہیں
اُستاد۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ صرف اتم کو کاٹ کے (اب) لکھ لیجیے۔
مولانا نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ لکھ لیا۔

شعر نمبر ۶

تم سے اب نہیں اُن سے ہر ایدِصال تم سے بہتر کوئی جنت میں مگر جو رہ نہیں
اُستاد۔ یہ شعر بھی رنگِ قدیم کو لیے ہوئے ہے۔ ماسٹر اشد اب آپ اچھا کہنے لگے چند روز
میں اصلاح کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور پڑھیے۔
مولانا نے بہت ادب سے سلام کیا اور کلمات انگسار کئے۔

شعر نمبر ۷

زخمِ دل تم نے پھانوس ہے دکھایا اب تک خون روتا ہے یہ رستا ہوا ناسور نہیں
اُستاد۔ (فانوس ہے) کی جگہ (نظر بھر کے نہ) بنا لیجیے۔
مولانا نے بہت خوب کہہ کے لکھ لیا۔

شعر نمبر ۸

اس قدر پی ہے نئے ناب جو برسوں نہ پریں دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کھجور انیس

اُستاد۔ کتنا اچھا صرف مخمور کے لفظ کا آپ نے کیا ہے۔ اپنے صحیح معنی اور محل وقوع کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ جس چیز کو بڑے بڑے غلط کہہ گئے آپ نے صحیح کہا۔

مولانا۔ حضور نے سمجھایا تھا۔ سب جناب کا فیض ہے۔ میں پہلے نشہ کے معنی سمجھتا تھا۔ درِ آغالیکہ واقعاً لغت میں نشہ اُتر جانے کے بعد کی کیفیت کا نام ہے۔

اُستاد۔ شعر اچھا اور بہت اچھا ہے اور پڑھیے۔

مولانا نے پھر سلام ادب کیا۔

شعر نمبر ۹

ادج پر سخت سیر کا ہے ستارہ شبِ غم زلف کے قید یو نیم شبِ دیبجور نہیں
اُستاد۔ اچھا کہا۔ پرانی ترکیب، پُرانا خیال۔ واہ واہ، دل خوش کر دیا، کیا کہنا۔ اور پڑھیے۔
مولانا نے جھجک کے سلام کیا۔

شعر نمبر ۱۰

میں گدائی کو نکلتا پئے نصرتِ مسکین آج افسوس کہ جامِ سرِ مغفور نہیں
اُستاد۔ یہ بھی خوب کہا۔ سبحان اللہ، مگر (افسوس) کا لفظ میسر ہی خوشی سے نکال ڈالیے۔ گو کوئی ہرج نہیں ہے۔ (ہیبات) لکھ لیجیے۔ آپ نے غور کیا کہ میں نے لفظ کیوں بدلا؟
مولانا نے قدرے سکوت اختیار کیا۔

اُستاد۔ سنیے۔ افسوس کا حرف بھی بیجا نہ تھا میں نے ہیبات کا ٹکڑا صرف ایسے بڑھا دیا کہ قدیم زمانے کے شعرا عبادات کا بہت خیال رکھتے تھے چونکہ میں قدیم رنگ کا دلدادہ ہوں ایسے ہیبت لفظی رعایت کی بابت بند کر رہا ہوں۔ چونکہ گدائی کرنے والے کوئی نہ کوئی ظرت لے کے نکلتے ہیں اور ظرت ہاتھیں رہتا ہے۔ ہیبات کے معنی افسوس کے بھی ہیں اور ہاتھ کا لفظ بھی آگیا اسی کو رعایت کہتے ہیں۔

مولانا۔ جناب نے خوب لفظ رکھا، بیشک زور پیدا ہو گیا۔

اُستاد - اور پڑھیے - آج آپ کو تاخیر بھی ہو گئی ہے -

مولانا -

شعر نمبر ۱۱

انہیں دُصو توں میں کوئی ہے صوٹ شبِ غم یا مری آنکھ میں یا چاندنی میں نور نہیں
اُستاد - اچھے اچھے شعر آج آپ سنا رہے ہیں - غریب آپ کو اصلاح کی ضرورت نہیں ہے گی -

شعر نمبر ۱۲

حُسنِ محبوب کا جلوہ ہے یہ موسیٰ بخدا آپ کس خواب میں ہیں برقِ سرِ طور نہیں
اُستاد - یہ بھی شعر خوب ہے اور بہت صاف ہے -
مولانا نے سلام کر کے -

شعر نمبر ۱۲

لاش اُٹھ جائے مگر روح رہے زنداں میں کب خوشی آپ کے پابند کو منظور نہیں
اُستاد - پہلا مصرع سست ہے - دوسرا مصرع زیادہ اچھا ہے، رہنے دیجیے -

شعر نمبر ۱۳

دہ لگا تیر کہ دونوں پہ اثر پڑ جائے قدرا نازِ جہاں دل سے جگرِ دُور نہیں
اُستاد - پہلا مصرع اچھا نہیں - بلکہ لگا نہیں - یوں بدل دیجیے تو زور پیدا ہو جائے گا
ایک ہی تیر سے دونوں کو اڑا دے بند قدرا نازِ جہاں دل سے جگرِ دُور نہیں
مولانا - سبحان اللہ کیا بات ہے - اب شعر شعر ہو گیا - بہت خوب کہہ کے مصرع لکھ دیا -

شعر نمبر ۱۴

دیکھنے آتے ہیں وہ مشقِ ستم اپنی روز چارہ گر زخم کا بھڑنا مجھے منظور نہیں
اُستاد - خیال تو بہت گہرا اور پاکیزہ آپ نے نظم کیا مگر جس طرح چاہیے تھا نظم نوکام مصرع اولیٰ
میں (مشقِ ستم اپنی روز) کا ٹکڑا بیکار سا ہے - یوں بدلے سے
دیکھنے آتے ہیں ہاتھوں کی صفائی کو وہ روز چارہ گر زخم کا بھڑنا مجھے منظور نہیں

مولانا - بہت خوب اصلاح فرمائی، بیشک زور پیدا ہو گیا -

شعر نمبر ۱۶

عاشقو ہے ہوس دیدتھیں اسے توبہ سانسے آئے شہ حسن یہ دستور نہیں
اُستاد - یہ تو قدیم تخیل کے ماتحت آپ نے شعر کہا ہے - بڑی بات یہ ہے کہ آپ نے
حفظ مراتب کا بہت خیال رکھا ہے - بیشک حق بات کہی -
مولانا - آداب بجالاتا ہوں، حضور کا فیض صحبت ہے -

شعر نمبر ۱۷

یہ بھی اکٹھن ہر جوہر عشق کی دُنیا میں قیام ورز کیا جان کے دینے کا بھی مقدور نہیں
اُستاد - مصرع مناسب نہیں لگا - (دُھن) کا لفظ بیکار - میرے سانسے مصرع بدیلے -
مولانا - (دیر تک غور کر کے) - حضور عرض کیا ہے -
وہنداری ہے جو ہے عشق کی دنیا میں قیام
اُستاد - اب مصرع لگا - دوسرا مصرع لفظ وضع کا محتاج تھا - میں خود بھی سوچ رہا تھا - انا اللہ
مصرع خوب لگا یا -
مولانا - (سلام کر کے) حضور کی اصلاح کی بدولت -

شعر نمبر ۱۸

جب گناہوں پہ ہر مالک مجھے قدرت نکلن کیا تجھ ایسے کو بھل کرنے کا مقدور نہیں
اُستاد - (نکلن) کی جگہ (حاصل) بنائیے - شعر بنے دیکھیے ضمیمہ ہے -

شعر نمبر ۱۹

اُگ کی انہی اُٹھے اور ہے دل باقی صر جو نڈاڑ جالے پہنکا کھاتے ہی کا فورانی نہیں
اُستاد - شعر کاٹ دیجیے خاص بات انہیں - آج کتنے شعر کی غزل لاسے ہیں ؟
مولانا - اکیس شعروں کی غزل عرض کی ہے -

اُستاد۔ ابکی بہت شعر کہ لیے۔ زیادہ شعر کہنے سے مشق بڑھتی ہے۔ اور پڑھیے۔
مولانا۔ جناب بجا فرماتے ہیں، بالکل درست۔ ہے۔

شعر نمبر ۲۰

کہہ کے یہ اٹھ گیا دینا سے مرضِ شبِ ہجر ہم بھی جاتے ہیں جو آنا تمہیں منظور نہیں
اُستاد۔ شعر اچھا ہے رہنے دیجیے۔

مقطع

کتنی ہے مٹ کے شاعر آج زبانِ اُردو اب تو قلمِ سخن میں کوئی دستور نہیں
اُستاد۔ مجھے غزل بھر میں یا ایک شعر پسند آیا تھا۔ یا یہ مقطع سچ کہا ہے۔ یہی بات ہے۔

دچسپ معلومات نمبر ۲۰

مولانا نے جھک کے اصلاح کا سلام کیا، غزل تکر کے جیب میں رکھی۔ ادھر ادھر کی دوچار
باتوں کے بعد اجازت لے کے رخصت ہو گئے۔ اُستاد نے الہ آباد کا آیا ہوا خط نکالا۔ دوبارہ اسلئے
پڑھا کہ سوالات یاد نہیں رہے تھے۔ از اول تا آخر نظر ڈالی۔

سوالات

- ۱۔ شادی بیاہ کے موقع پر یا کسی تقریب خوشی کے محل پر دھوم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے
دھوم سے بات نکلی۔ کیا تقریب غم میں بھی دھوم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے جنازہ یا ماتم
کے ساتھ دھوم بولا جاتا ہو۔ اور دھوم کس زبان کا لفظ ہے ؟
- ۲۔ مالزادی کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ فصیح ہے یا نہیں کہتے ہیں ؟ بالتشریح جواب مرحمت ہو۔
- ۳۔ رشتی کیسریم فصیح ہے یا رشتی بفتح سیم۔ یا مائی فصیح ہے ؟ مع مثال جواب مرحمت ہو۔
- ۴۔ محراب سنانا۔ یہ محاورہ کہاں تک صحیح ہے ؟ اس کے معنی کیا ہیں ؟ مع شواہد جواب
عنایت ہو۔

۵۔ لائی فصیح ہے یا بالائی ؟

۶۔ ڈانٹ۔ مذکر ہے یا مؤنث ؟

۷۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اگر لفظ ایک رہے اور منے بدلے جائیں تو قافیہ صحیح ہوگا ؟ مع مثال

جواب مرحمت ہو۔

۸۔ کشتی کھینا۔ یہ محاورہ رائج ہے یا نہیں ؟

بعد القاب و آداب، جواب بالشریح لکھنا شروع کیا۔

جوابات

۱۔ دھوم کا لفظ عام ہے۔ تقریب خوشی اور تقریب غم دونوں میں بولا جاتا ہے۔

خوشی کے موقع کی مثال

جنت کمان، شاہ اودھ حضرت واجد علی شاہ بہادر مرحوم کا شعر ہے۔

گل تازہ آتا ہے گلزار میں اٹھی دھوم پوسٹ کی بازار میں

تقریب غم کے محل کی مثال

امیر مینائی کا شعر ہے

اٹھو ایسے نہ میرے جنازے کو دھوم سے مرنے کے بعد کیا حشم و جاہ سے غرض

لفظ ماتم کے ساتھ دھوم کا صرف۔

دارع کا شعر ہے۔

بعد میرے رونے کا سارا زمانہ دیکھنا دھوم سے ہوگا مرا ماتم تمھارے سامنے

دونوں مذکورہ الصد طریقوں سے استعمال صحیح ہے۔ کوئی کلام نہیں۔

اب یہ کہ دھوم کس زبان کا لفظ ہے ؟ دھوم درحقیقت ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے منے

دھویں کے ہیں۔ مثال ایک ہندی دالے کا مقولہ

دھومو تجھے سچ کر دانی اگر پسند سنگد پسائی

معنی یہ ہیں کہ دھوم اُتچ دیتا ہے سہل سے اپنی کڑواہٹ کو اگر خوشبودار شے سے بل جاتا ہے۔
اہل ہند نے مختلف طریقوں سے اس لغت کا استعمال کیا ہے :-

دھوم ہونا - داغ

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ ہندوستان میں دھوم ہماری زبان کی ہے

دھوم مچانا - داغ

بلا رہی ہیں فلک عاشقوں کی منہ بادیس یہ تو نے دھوم مچائی ہے دستاں کیسی

دھوم ڈالنا - آئیر لکھنوی

دھوم ڈالی ہے عجب نالہ سوزاں نے مرے گھر بے، آگ لگی ہے یہ پکار آج کی رات

دھوم پڑنا - میر حسن

ہوا گم وہ یسٹ پڑی یہ جو دھوم کیا خادمانِ محل نے ہجوم

دھوم اٹھنا - حضرت واجد علی شاہ بہادر شاہ اودھ اختر

گل تازہ آتا ہے گلزار میں اٹھی دھوم یوسف کی بانا میں

ازین قبیل اور استعمالات ہیں - چونکہ موضوع سے یہ بحث خارج ہے اس لیے نظرِ اختصار

توک کرتا ہوں -

دھوم کا لفظ سامانِ شہرت کے معنی میں اُردو بھی ہے - بہت قدیم لغت ہے - اس کی

عمر ڈھائی سو سال سے کم نہیں - سب سے پہلا شعر جس میں دھوم کا لفظ صرن کیا گیا وہ

فخرتِ موسوی ایرانی کا ہے - یہ عہد اورنگ زیب میں تھے - ایرانی شاعر اُردو میں شعر کہتا ہے -

از زلفِ سیاہے تو بیلِ دوہم پری ہے درخانہ آئینہ گتا جو مہری ہے

دھوم کو اپنے تلفظ کی مجبوریوں سے (دوم) - گھٹا کو (گتا) - جھوم کو (جوم) صرف کیا ہے -

۲ - مالزادی - فاحشہ، بدکار عورت کو کہتے ہیں - چونکہ بازاری عورت کی نظر ہمیشہ دولت پر

رہتی ہے اس لیے مالزادی کہا - دوسری بات یہ کہ اس کی ماں بھی چونکہ فاحشہ تھی اور مہرِ ناکس سے

مال کی خواہاں رہتی تھی اس لیے یہ لڑکی مالزادی ہوئی یعنی مال کے ذریعے سے جنی ہوئی۔ چنانچہ
شوق لکھنؤ کا شعر ہے

مالزادی یہاں نہیں کوئی جو کرے تم سے گرمیاں کوئی

لفظ غیر فصیح۔ فصحا لکھنؤ گالی سمجھتے ہیں۔ جس کو کہا جاتا ہے وہ گالی سمجھتی ہے۔

۳۔ بڑی بکسریم فصیح۔ فصحا لکھنؤ یہی بولتے ہیں۔ مٹی بفتح میم بازاری، دیہاتی لوگ بولتے
ہیں۔ یہ غیر فصیح ہے۔ یاد نہیں کسی کا شعر ہے

تو بھی کجنت ہے بڑا ہٹی مفت اپنی خراب کی مٹی

قافیہ بتاتا ہے کہ مٹی بفتح میم نظم ہوا ہے مگر فصاحت اسی میں ہے کہ مٹی بکسریم بولا جائے
آج سے ڈیر سو سال قبل مٹی بھی فصیح تھا۔ مگر اب صرف دیہاتی بولتے ہیں جو مودودہ دور کے
محافظ سے بالکل غیر فصیح۔ سودا

مانی کی مورت بناوے ہے کہار کوئی بد صورت کوئی ہے تاجدار

۴۔ محراب سنانا۔ حضرات اہلسنت کی خاص اصطلاح ہے۔ چنانچہ جو شخص اس قدر
کلام پاک یاد کرے کہ (تراویح) میں امام جماعت بن کے قرآن مجید زبانی پڑھے تو کہتے ہیں کہ
فلاں قاری محراب سنانے لگا یعنی اس قابل ہو گیا کہ تراویح میں روانی کے ساتھ پڑھ سکے۔
یہ محاورہ ایک کتاب میں میری نظر سے گزرا جس کا نام (تذکرہ علماء فرنگی محل) تھا۔ جس کے
مولف مولوی عنایت اللہ صاحب انصاری فرنگی علی افسر مدرس مدرسہ نظامیہ انھوں نے
کتاب کے صفحہ ۱۶۱ پر تذکرہ مولوی غلام محی الدین بن غلام مرتضیٰ صاحب کیا ہے۔ اُٹھ کر
میں یہ محاورہ صرف کیا ہے۔ عبارت بکسر خط میں نقل کرتا ہوں۔

عبارت کتاب

اور حیدر آباد میں وکالت شروع کی۔ ہزاروں کیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لاکھوں روپیہ پیدا کیا
فیاض اس قدر تھے کہ کسی سائل کو کبھی خالی واپس نہیں کیا۔ اسی وجہ سے کبھی معمولی سرمایہ بھی

آپ جمع نہ کر سکے۔ آخر عمر میں قرآن شریف بھی حفظ کر لیا تھا متعدد مرتبہ (محراب بھی سنائی) آخر میں وکالت ترک کر کے لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔ رجب ۱۳۲۵ھ میں بدھض فاج انتقال کیا۔ یہ محاورہ صرف حضرات اہلسنت تک محدود ہے۔ عمومیت حاصل نہیں۔ عوام و خواص کو اکثر و بیشتر ناواقف ہیں۔

۵۔ ملائی۔ آج سے پچاس سال قبل بہت کثرت سے فصحا و غیر فصحا بولتے تھے اور اب تک پرانے وقت کے لوگ بجائے بالائی کے ملائی بولتے ہیں۔ چنانچہ رنگین کا شعر ہے سہ کھانا کھایا تھا میں نے اُس نے کہاں اور منگوائی تھی ملائی کب لیکن موجودہ دور میں بالائی زیادہ بولتے ہیں ملائی بہت کم۔ زمانے کے لحاظ سے اب بالائی فصیح ہے۔ ۶۔ ڈانٹ۔ مونٹ ہے۔ صرف چند آدمیوں کو میں نے اپنی عمر میں مذکر بولتے سنا۔ میرے نزدیک مونٹ فصیح ہے۔

امیر میٹائی

میں وہ بہت وحشی ہوں جو میرا دست رس چلتا بنانا بوتلوں کی ڈانٹ و اعظا کے گریباں کو اس سے بھی پتر چلا کہ مونٹ ہے۔ ۷۔ بیشک اگر لفظ ایک رہے اور معانی بدلتے جائیں تو قافیہ درست ہو گا۔ کیونکہ مدقافیہ زیادہ تر معانی پر ہے۔ کسی کا قطعہ ہے

اکہی عاصیم استغفر اللہ تولیٰ فریاد رس الحمد للہ

نمارم تیج گو نہ تو شہ راہ بخز لا قسطو من رحمۃ اللہ

دیکھیے تین مصرعوں میں اللہ ہی اللہ قافیہ ہے مگر بحیثیت مجموعہ ہر جگہ معانی بدلتے گئے اسی لیے جائز قرار دیا گیا۔

جناب رشید لکھنؤی مرثیہ گو کا ایک بند ہے جس کے اوپر کے چاروں مصرعوں میں ایک قافیہ بدلی ہے۔ مگر ہر جگہ معانی بدلتے گئے لہذا جائز۔ ہر شخص ایسا ہی کر سکتا ہے۔

۸۔ کشتی کھیلنا - یہ محاورہ رائج الوقت لکھنؤ نہیں۔ پٹا کھیلنا، جہا کھیلنا وغیرہ وغیرہ تو صرف ہے لیکن کشتی کھیلنا صرف نہیں۔ کشتی لڑنا۔ کشتی مارنا۔ کشتی نکالنا۔ کشتی جیتنا۔ کشتی ہارنا۔ کشتی کھلوانا۔ کشتی پکانا۔ کشتی بدنا۔ کشتی ہونا۔ کشتی سیکھنا۔ کشتی کھانا وغیرہ سب صحیح صرف ہیں اور ان کا صرف موجود ہے لیکن کشتی کھیلنا غیر فصیح۔ غالباً کسی زمانے میں یہ محاورہ بولا جاتا تھا جیسا کہ حضرت مودا کے شعر سے پتا چلتا ہے -

مرزا جی میں بھی کشتی کھیلوں گا اس اکھاڑے میں ڈنڈ پیلوں گا
جملہ جوابات حاضر خدمت ہیں۔ خدائے امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ خدا کا فضل ہے کہ اب بخیریت ہوں آئندہ اگر ضرورت ہو یا شکوک پیدا ہوں تو آپ دریافت فرما سکتے ہیں۔ فقط
الراقم غیر معرفت

خط لفظانی میں رکھ کے پتہ لکھ کے ملازم کو دے کے روانہ کیا۔ سات روز تک براہِ شغفہ تحقیق جاری رہا کہ صبح کو نواب صاحب اپنی غزل لے کے آگئے اور سلام ادب کیا -
اُستاد - تسلیم - آئیے - میں خیال کر رہا تھا کہ آج تاخیر کیوں ہوئی -
نواب سلام کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضور ایک صاحب تشریف لے آئے تھے -
اُستاد - کوئی ہرج نہیں، غزل پڑھیے اصلاح دیدوں -
نواب - بہت خوب (یہ کہہ کے غزل جیب سے نکالی اور مطلع پڑھا) -

اصلاح نمبر ۲

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

بک کا تیر نظر معلوم ہے، کیا ہو گیا۔
ہم بنادیں آپ کا تیر نظر
خک سے بھکار ہو جو دل کی تمنا ہو گیا
دھونڈنا بیکار ہے
اُستاد - پہلے مصرع میں (معلوم ہے) کے ساتھ استغناء خاص قائمہ نہیں دیتا - دہ شوخی جو

صرع میں ہونا چاہیے، نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے مصرع میں فکر کا لفظ بیکار ہے۔ آپ اور تو سب قرینے سے کہنے لگے۔ ابھی آپ کو الفاظ نہیں ملتے۔ خیر، یوں لکھیے۔

ہم بتادیں آپ کا تیر نظر کیا ہو گیا ڈھونڈنا بیکار ہے دل کی تمنا ہو گیا
نواب۔ دانش مطلع خوب ہو گیا۔ بیشک سستی نظم تھی۔

مطلع نمبر ۲

تم نے مارا تیر جینے کا سہارا ہو گیا پہلے سے زخمِ جگر کچھ اور پہنچا ہو گیا
اُستاد۔ اب آپ کے یہاں یہ معمولی عیوب نہ ہونا چاہیے۔ پہلا مطلع بے قید، دوسرا مطلع قید میں، اسکے کیا سننے؟

نواب۔ (دانتوں کے نیچے زبان دبا کے) بیشک حضورؐ نے یاد تھا مگر بقضائے بشریت غلط ہو گئی۔
اُستاد۔ اسی سے جناب رقیہ کھنوی کا مقولہ ہے کہ عمر بھر شاعر کو ایک سنبھالنے والے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے چچا حضرت عشق رح کا انتقال ہو گیا، مجبور ہوں، مرثیہ یا غزل کس کو دکھاؤں۔ اگر زندہ رہتے تو عمر بھر کلام دکھاتا۔ دانش نمبر پر پڑھتے ڈرتا ہوں۔ اے جناب پہلے مطلع میں (کیا) اور (تنا)۔ دوسرے مطلع میں (سہارا) اور (پیارا) قافیہ ہیں۔ پہلا مطلع اسیلے صحیح ہے کہ آپ کی غزل بغیر قید (را) ہے۔ جب غزل بے قید ہے تو قید کے ساتھ مطلع نہوتا چاہیے۔ میں آپ کو شاید سمجھا بھی چکا ہوں۔

نواب۔ میں سمجھے ہوئے ہوں لیکن انہوں نے یہ ہے کہ دھوکا کھا گیا۔ آئندہ ضرور احتیاط کروں گا۔
اُستاد۔ دوسرے مصرع میں (پیارا) کی جگہ (اچھا) کر دیجیے۔ اب قید نکل جائیگی۔ اور پڑھیے۔
نواب نے لکھ لیا اور دینک سکوت کے عالم میں لطفِ اصلاح پیتے رہے۔

مطلع نمبر ۳

آنے والے جی اُٹھے ارمان یہ کیا ہو گیا بس ٹھہر جا قبر میں اک حشرِ برپا ہو گیا
اُستاد۔ رہنے دیجیے، غنیمت ہے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۴

آکے مٹے پر مے کتے ہیں دکھ یاں سے ننگی سے مر کے یہ بیلو اچھا ہو گیا
 استاد - پہلے مصرع میں (مردے) کی جگہ (بالیں) بنائے۔ دوسرا مصرع یوں کیجیے اور پڑھیے۔
 مر کے بیلو محبت آج اچھا ہو گیا

نواب نے موافق حکم لکھ لیا۔ اور شعر بلند ہو جانے سے خوش ہوئے۔

شعر نمبر ۵

اس قدر صحرا نوری نے کیا مجھ پر اثر
 استاد - دوسرا مصرع یوں کیجیے۔
 نخل جو ہاتھ آیا بھی قسمت سے تو

نخل جو ہاتھ آیا بھی قسمت سے تو کانا ہو گیا

کیجیے اب زور پیدا ہوا یا نہیں۔ اور پڑھیے۔

نواب - جی، بہت زور ہو گیا۔ کیا کہنا۔

شعر نمبر ۶

نیز کا دھوکا ہوا تن سے چلی میری جوتن
 استاد - (تن سے چلی میری جوتن) کے معنی یہ پیدا ہوتے ہیں کہ جب میرا دم نکلے لگا تو
 چارہ گر سمجھے کہ اچھا ہو گیا۔ یہ آپ کا مطلب نہ ہونا چاہیے بلکہ مقصود مرنے پر دھوکا ہوا۔ اب آپ
 میری تقریر کے بعد مصرع خود درست کیجیے۔

نواب - (سکوت کے بعد) حضور مصرع بدل دیا۔

نیز کا دھوکا ہوا تن سے میری جوتن
 استاد - خوب بدلا۔ اور پڑھیے۔

نواب نے سلام کیا ادیکھا ادا لکھا رکھے۔ شعر نمبر ۷

حالیہ اشک غم فرقت کر دیں سے بیاں
 نکلتے ٹپکا کر اک آنسو تو دریا ہو گیا

اُستاد۔ شعر اچھا ہے، صرف ایک لفظ کی ضرورت ہے جس کے بغیر شعر نامکمل ہے۔ (حالت) کا لفظ مطلب ادا نہیں کرتا اسی وجہ سے مصرع نہیں لگا۔ یہاں (وسعت) کا لفظ بنائیے۔ اب دیکھیے کہ مصرع لگایا نہیں۔ (آنسو کا دریا ہونا) بغیر لفظ (وسعت) کے ناممکن۔ ان چیزوں کو ضرور غور کرتے رہا کیجیے تحصیلِ علمِ عروض اور تحقیقِ لغات آپ اپنی جگہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن اسکا بتانے والا سوائے میرے دوسرا نہ ملے گا۔ اور پڑھیے۔

نواب۔ بیشک حضور بجا فرماتے ہیں۔ خدا حضور کو زندہ رکھے۔

شعر نمبر ۸

دیکھنے آتے ہیں مجھ کو روزاب وہ شوق سے بڑھ کے زخمِ دل مرا کچھ اور اچھا ہو گیا
اُستاد۔ رہنے دیجیے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۹

تھک گیا میں تو مگر اشد سے شوقِ وصل چھوڑ کے مجھ کو سوئے منزل روانہ ہو گیا
اُستاد۔ خبر غائب۔ کون چھوڑ کے روانہ ہو گیا یہ پتہ نہ چلا۔ سمجھ کے کہتے کہتے بے سمجھے کہنے لگے؟
نواب۔ دل۔

اُستاد۔ (المعنی فی لُبن الشاعر) کا مصداق یہ شعر ہے۔ یوں بنائیے۔ اور آئندہ بہت غور کر کے اپنے کلام پر خود اصلاح دے کے لایا کیجیے۔
تھک کے میں بیٹھا مگر بیٹھا دل اشد سے شوق چھوڑ کے مجھ کو سوئے منزل روانہ ہو گیا
اب شعر شعر ہوا۔ آپ نے پہلی بُجھائی تھی۔ اور پڑھیے۔
نواب۔ (شرمندہ ہو کے) درست ہے۔

شعر نمبر ۱۰

میں وہ مجنوں ہوں اثرِ دیوانگی کا ساتھ ہے جب قدم رکھا سرِ گلزار صحرا ہو گیا
اُستاد۔ شعر اچھا ہے، صاف بنائیے۔ اور پڑھیے۔

شعر نمبر ۱۱

نواب -

تیر چٹکی سے چٹا جس وقت اُن کی یاد ہے پھر سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ دل کیا ہو گیا
اُستاد - پہلا مصرع بہت سست ہے، تھوڑی تنقید بھی ہے - خود مصرع صاف کیجیے -

نواب - (تھوڑی دیر کے بعد) عرض کروں ؟

اُستاد - پڑھیے اور ضرور پڑھیے -

نواب -

تیر کا چٹکی سے اُن کی چھوٹا تو یاد ہے پھر سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ دل کیا ہو گیا
اُستاد - ہاں، یہ مصرع خوب بلا بہت اچھا شعر ہو گیا - ماشاء اللہ - اور پڑھیے -
نواب نے کھڑے ہو کے سلام کیا -

مقطع

دیکھتے ہیں وہ محبت کی نظر سے اے امید شعر نمبر ۱۲ تم بھی اب خوش ہو کر مرنے کا سہارا ہو گیا

دکچپ معلومات نمبر ۲۱

اُستاد - شعر غنیمت کہے - ذرا غزل کہنے کے بعد خود بھی اصلاح دے لیا کیجیے - اب آپ کہنے لگے - اور اچھا کہنے لگے - آج مجھے معلوم ہوا کہ میری محنت کا ثمرہ اچھا ہو گا - غنیمت آپ کو اصلاح کی ضرورت نہ رہے گی -

نواب - خدا حضور کو زندہ رکھے اور ہم لوگ ہمیشہ آپ کو غزل دکھاتے رہیں - سب تصدیق سرکار ہی کا ہے ورنہ ہم لوگوں کی کیا حقیقت ہے - مولانا شاعر صاحب تشریف لاتے ہیں ؟
اُستاد - برابر آٹھویں روز نئی غزل لاتے ہیں، اب وہ بھی اچھا کہنے لگے اور معلومات میں نمایاں اضافہ ہو گیا، اچھے شاعر نکلیں گے - آج کے دن آپ اصلاح لینے کے لیے آتے ہیں یعنی ہفتہ کو - کل کے دن پہنچنے اتوار کو مولانا اصلاح لینے آتے ہیں - کیا آپ کے اُن سے واہ دہم نہیں ہر ؟

نواب - صرف صاحب سلامت ہے -

استاد - (صاحب سلامت) دکھائیے - اب غیر فصیح ہے - بلکہ "سلام علیک" کہا کیجیے -

نواب - بہت خوب - احتیاط کروں گا -

استاد - کسی دن آپ دونوں کو جمع کر کے تعارف خاص کر ادوں گا تا کہ شاید میرا عراق جانا ہو جائے تو آپ لوگ کہیں میں مشورہ کر لیا کریں گے -

نواب - جب حضور کا حکم ہوگا حاضر ہو جاؤں گا -

استاد - انشاء اللہ تعالیٰ وہ وقت قریب آگیا ہے - ہاں یہ تو بتائیے کچھ اور پڑھا؟

نواب - جی ہاں پڑھا ہے - یاد بھی ہے -

استاد - یہ بات تو ضرور ہے کہ آپ جو کچھ پڑھتے ہیں یاد کر لیتے ہیں - اچھا چند سوال کرتا ہوں بتائیے -

نواب - ارشاد ہوں - اگر یاد ہوں گے تو عرض کروں گا -

استاد - بتائیے، بحر کے کیا معنی ہیں، اور بحر کو بحر کیوں کہتے ہیں - اختلافات کو وضاحت سے بیان کیجیے -

نواب - بحر کے لغوی معنی دریا کے ہیں - اور اصطلاح عروضیین میں - ہر طائفہ و پارہ کلام

موزوں کہ جو مثل ہو چند انواع شعر پر - یہ مناسبت صرف اس لیے ہے کہ جس طرح دریا مثل ہوتا ہے

مختلف چیزوں پر مثلاً مرجان، نباتات، حیوانات وغیرہ پر اسی طرح بحر، تجر، تجر، عروس میں سے

بھی مثل ہوتی ہے چند ذریعہ شعر پر - بعض کا خیال یہ ہے کہ وجہ مشابہت صرف یہ ہے کہ سطح

انسان دریا میں حیران و پریشان ہوتا ہے اُسی طرح شعر کہنے والا بحر میں مگر کے تغیر لڑکان

وغیرہ سے متحیر و عاجز ہوتا ہے - کہ یہ تغیر کیسا ہے، یہ وزن کیا ہے -

استاد - ماشاء اللہ آپ کو بالترتیب یاد ہے - بتائیے کہ کل زحافات کتنے ہیں اور کون

کون ہیں -

نواب - کل زحافات ۳۵ ہیں - اور وہ یہ ہیں -۱- اضمار عصب - وقف - ضیق -

ط. كفت. قبض. ٦. تنقيت. قصر. قطع. ٩. نقص. عقل. ١٢. نقص. كشف. شكل. ١٥. حدث. ١٧. افتد. صلم. ١٨. قطف. تسبيح. ١٩. ازاله. ٢٠. ترفيل. ٢١. جدع. ٢٢. جب. ٢٣. خرم. ٢٤. انعم. ٢٥. انعم. ٢٦. انعم. ٢٧. انعم. ٢٨. انعم. ٢٩. انعم. ٣٠. انعم. ٣١. انعم. ٣٢. انعم. ٣٣. انعم. ٣٤. انعم. ٣٥. انعم. ٣٦. انعم. ٣٧. انعم. ٣٨. انعم. ٣٩. انعم. ٤٠. انعم. ٤١. انعم. ٤٢. انعم. ٤٣. انعم. ٤٤. انعم. ٤٥. انعم. ٤٦. انعم. ٤٧. انعم. ٤٨. انعم. ٤٩. انعم. ٥٠. انعم. ٥١. انعم. ٥٢. انعم. ٥٣. انعم. ٥٤. انعم. ٥٥. انعم. ٥٦. انعم. ٥٧. انعم. ٥٨. انعم. ٥٩. انعم. ٦٠. انعم. ٦١. انعم. ٦٢. انعم. ٦٣. انعم. ٦٤. انعم. ٦٥. انعم. ٦٦. انعم. ٦٧. انعم. ٦٨. انعم. ٦٩. انعم. ٧٠. انعم. ٧١. انعم. ٧٢. انعم. ٧٣. انعم. ٧٤. انعم. ٧٥. انعم. ٧٦. انعم. ٧٧. انعم. ٧٨. انعم. ٧٩. انعم. ٨٠. انعم. ٨١. انعم. ٨٢. انعم. ٨٣. انعم. ٨٤. انعم. ٨٥. انعم. ٨٦. انعم. ٨٧. انعم. ٨٨. انعم. ٨٩. انعم. ٩٠. انعم. ٩١. انعم. ٩٢. انعم. ٩٣. انعم. ٩٤. انعم. ٩٥. انعم. ٩٦. انعم. ٩٧. انعم. ٩٨. انعم. ٩٩. انعم. ١٠٠. انعم.

اُستاد۔ ماشاء اللہ، سب کی تعریفیں بھی یاد ہیں۔

نواب - رات رات بھر یاد کر کے حفظ کی ہیں -

اُستاد - برابر یاد کرتے رہیے گا ورنہ زحافات و کجوردو چار دن نہ دیکھنے پر انسان اکثر و بیشتر بھول جاتا ہے دس دن کے بعد اگر آپ سے پوچھوں اور آپ دس دن تک یاد نہ کیے ہوئے ہوں تو ۳۵ کے ۱۵ زحان مشکل سے بتائیے گا۔

نواب - خوب حضور نے بتا دیا، اب روزانہ ایک نظر ڈال لیا کروں گا۔

اُستاد - عروضی ہی کرتے ہیں ورنہ بھول جائیں۔ اچھا بتائیے بحر کی کتنی اور کون کون سی ہیں۔ یعنی شعرا عجم نے کتنی بحر کو متروک کر دیا ہے اور کتنی بحر میں استعمال کی ہیں۔

نواب۔ کل سونہ بھریں ہیں جن میں سے پانچ بھریں تو شعرا عجم نے بالکل متروک کر دیں۔ کوئی شعر کہا ہی نہیں۔ وہ یہ ہیں:-

طویل - مزید - بسیط - وافر - مقصّب - اور گیارہ جروں کو ہمیشہ استعمال کیا یعنی انھیں جروں میں شعر کہتے رہے وہ ہیں :-

ہرنج - رجز - دل - سرچ - خفیث - مجتہد - مضارع - منسرج - متلاک - متقابلا
کائل - لیکن بحر کائل کو سوائے کائل کے مزاحمت استعمال نہیں کیا۔

اُستاد۔ خوب یاد کیا۔ اب آپ عرضی ہو گئے۔ سب بکروں کے اڈان یا وہیں۔

نواب - سب نوک زبان ہیں۔

اُستاد - میری ایک ہدایت یاد رکھیے گا - عرصہ نصفی کے بعد حدائقِ الربانیہ پر ایک نظر ضرور ڈال لیجیے گا جہاں کہیں شک ہو جناب قاری صاحب سے رفع کر لیجیے گا - بس پھر آپ کو کوئی

ضرورت نہ رہے گی۔ نہ آپ کسی محل پر کسی شاعر سے دبیں گے۔ بس میں پوچھ چکا۔ آپ نے دل خوش کر دیا۔ ہر ایک کو اس طرح شاید ہی یاد ہو۔

نواب نے سلام کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اجازت لے کے رخصت ہو گئے۔

حسب معمول دوسرے روز مولانا نئی غزل لے کے آگئے (آتے ہی) سلام علیکم۔

اُستاد۔ علیکم السلام۔ میں انتظار ہی کر رہا تھا۔ پہلے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں آخر میں اُستاد نے کہا کہ اب تو آپ کی غزل کم بنتی ہے بلکہ گویا نہیں بنتی۔ سنائیے۔
مولانا۔ بہت خوب کہہ کے جیب سے غزل نکالی۔

اصلاح نمبر ۲

غزل مولانا

مطلع نمبر ۱

ہوں گے حشری نہ کبھی بے سرو ساماں ہم سے لے لیے دشت نے دامان و گریباں ہم سے
اُستاد۔ آپ پڑھے جالیے۔ جہاں کوئی بات ہوگی ٹوک دوں گا۔
مولانا۔ بہت خوب۔

مطلع نمبر ۲

دست و دشت یہ ہوا کار نمایاں ہم سے ہو گئے ایک جو دامان و گریباں ہم سے

شعر نمبر ۳

چاہتے ہیں کہ خلش بھی نہ کبھی یاد آئے دل کے ہمراہ لیے جاتے ہیں پکیاں ہم سے
اُستاد۔ بہت خوب شعر کہا، حاصل طرح ہے۔

شعر نمبر ۴

مولانا۔ سلام کر کے۔
کون ہے ہجر میں تیرے جو غنیں دیوانہ صبح محشر نے بھی بدلا ہے گریباں ہم سے

شعر نمبر ۵

کہہ کے یہ جان دی بیمارِ محبت نے ترے ابو کاٹے نہیں کٹتی شبِ ہجراں ہم سے

شعر نمبر ۶

چشمِ ترکستی ہے بڑھتا ہے جو نسیم کا دیا کیا تعجب ہے جو اٹھنے لگیں طوفاں ہم سے

شعر نمبر ۷

اتہتا ہو گئی سوزِ حبگری کی اسے دل یار نے پھینک دیا لیتے ہی پیکان ہم سے
اُستاد - اب یار کا لفظ متروک ہو چلا ہے، پچاس برس قبل اساتذہ لکھنؤ صرف کرتے تھے -

چنانچہ جنابِ تمشق کا بے نظیر مطلع ہے

سوئے دریا خندہ زن وہ یار جانی پھر گیا موتیوں کی آبرو پر آج پانی پھیر گیا
لہذا خود بدیلے -

مولانا - (یار) کی جگہ (سوخ) کا لفظ لکھ دوں ؟

اُستاد - بیشک، میرے ذہن میں بھی یہی لفظ تھا - اور پڑھیے -

مولانا - لفظ لکھ کے -

شعر نمبر ۸

بجھ گیا داغِ جگر آہ جو کھینچی شبِ غم گل ہوا ہالے چراغِ تر داماں ہم سے

شعر نمبر ۹

جس کو آئینہ سمجھتے ہو یہ کس کا دل ہے اب چھپاؤ تو بھلا زلفِ پریشاں ہم سے

شعر نمبر ۱۰

صبح تک شام سے روشن ہے داغوں کے چرلغ ہو گئی روشنی گورِ غریباں ہم سے

شعر نمبر ۱۱

دیتیں ہو گئیں صیادِ چمن کو چھوڑے ہالے اب پوچھتا ہے حالِ گلستاں ہم سے

شعر نمبر ۱۲

روح نکلی نہ گیا زور جنوں ہاتھوں سے - سب چھڑایا کیے چھوٹا نہ گریباں ہم سے
اُستاد - (مارے خوشی کے آبدیدہ ہو کے) بجدا کیا شعر ہے شاعر صاحب - بہت خوب شعر اپنے
کہا، اس کا جواب نہیں -

مولانا نے کھڑے ہو کے سلام کیا -
مقطع نمبر ۱۳

اے شاعر اب جگر و دل ہی نہیں اپنے پاس عشق میں ہوں گے کہاں بے سرو ساماں ہم سے

دھچپ معلومات نمبر ۲۲

اُستاد - آپ نے بہت اچھی غزل کہی -

مولانا نے پھر سلام کیا - اور غزل جیب میں رکھی -

اُستاد - وطن کب تک جانے کا ارادہ ہے ؟

مولانا - ابھی تو حضور کوئی خاص ارادہ نہیں - شوق شاعری مانع ہے -

اُستاد - (سُکرا کے) شوق اسی کو کہتے ہیں -

مولانا - (تھوڑی دیر کے بعد) اجازت ہے ؟

اُستاد - خدا حافظ -

مولانا سلام کرتے ہوئے رخصت ہوئے اور وہی شاگرد جو اپنی غزل لینے آئے تھے

اور اتفاق سے اُستاد سے غزل لے نہ سکے تھے اور ہر بات میں ایک غلطی ضرور ہوتی تھی، آگئے

سلام کر کے بیٹھ گئے -

اُستاد - (اطمن سے) آپ آگئے ؟ بجائے اس کے کہ پوچھتے، مزاج کیسا ہے - چونکر شاگرد غلط

الفاظ بہت بولتے تھے - پوچھا "آپ کی زوجہ صحیح ہیں ؟"

شاگرد سمجھ گئے (شرما کے) حضور آج تو دونوں صحیح ہیں یعنی میں اور بیوی -

اُستاد - مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں آپ غلط نہ کہہ رہے ہوں ؟

شاگرد - جی نہیں، خدا کے فضل سے صحت ہے -

اُستاد - بیوی کو جو نسخہ پلاتے تھے، لائیے میں بھی دیکھوں -

شاگرد - (جیبوں میں ہاتھ ڈال کے) حضور، لا پتر ہو گیا -

اُستاد - (منہس کے) دیکھا، میں نہیں کہتا تھا غلط بول گئے -

شاگرد - حضور، اس میں کیا غلط بولا ؟

اُستاد - (لا پتر) کون سی ترکیب سے (لا) لائے نفی عربی کا - (پتر) فارسی لغت - ترکیب عربی

کیونکر صحیح ہوگی ؟

شاگرد - (سر جھکا کے) درست ہے - سخت دھوکا کھایا -

اُستاد - آپ کو اپنی بیوی کی صحت برقرار رکھنے کی کوئی خاص پرواہ نہیں -

شاگرد - حضور درست فرماتے ہیں، میں بڑا لا پرواہ انسان ہوں -

اُستاد - (بہت زور میں منہس کے) پھر غلط -

شاگرد - (گھبرا کے) جناب، اب کیا ؟

اُستاد - (لا پرواہ) بھی دلیا ہی غلط ہے جیسے (لا پتر) - ابھی بتایا تھا مگر آپ کو یاد نہیں رہا -

شاگرد - کیا عرض کروں، میری خطا نہیں، میرے دوست درحقیقت حُرّاب ہیں - نہ صحبت میں

بیٹھنا نہ غلط بولنا -

اُستاد - ہائے کیا غضب ہے، پھر غلط بولے -

شاگرد کی اب حیرت کی انتہا نہ تھی - دل میں کہتے تھے کہ کجبت ملے کر کے آیا تھا کہ آج سمجھ کے

صحت کے ساتھ بولوں گا اور اُستاد کو ٹوکنے کا موقع نہ دوں گا - دو باتیں کہیں اور تیسری غلطی کہہ بیٹھی گئی

شاگرد - حضور! اب کیا ہے ؟

اُستاد۔ آپ مجرب بولے بسکون خا، در آخالیکہ بضم میم و فتح خا، و بہ تشدید را ہے یعنی (مغرب) شاگرد۔ پڑھے لکھے جو بولتے ہیں؟

اُستاد۔ کیا پڑھے لکھوں کا بولنا دلیلِ صحت ہے؟ اگر بولتے ہیں تو غلط بولتے ہیں۔ یہ صیغہ اسمِ فاعل بابِ تفصیل سے آیا ہے۔ اس کا مصدر خراب و تخریب ہے۔

شاگرد۔ اب آئندہ خیال رکھوں گا۔

اُستاد۔ ہمہ وقت خیال رکھا کیجیے۔ آپ کو بہت زیادہ غلط بولنے کی عادت ہے۔ آپ کی زوجہ کن کی صاحبزادی ہیں؟

شاگرد۔ سید نور الدین صاحب کی صاحبزادی خاص ایرانی ہیں۔ اُنکے پاس سیادت کا شجرہ موجود ہے۔ اُستاد۔ کہاں تک بتاؤں۔ لفظ شجرہ بسکون حیم نہیں بلکہ بفتح حیم صحیح ہے۔ لوگ غلط بولتے اور نظر بھی کر جاتے ہیں۔ اسی طرح ثمرہ بولتے ہیں یہ بھی غلط۔ صحیح لفظ اصل میں ثمرہ ہے بفتح میم۔ شاگرد۔ درست ہے۔

اُستاد۔ آپ تو شاعر ہیں، آپ کی بیوی بھی شاعر کئی ہیں؟

شاگرد۔ کبھی کبھی تو، سلام کتنی ہیں۔

اُستاد۔ اصلاح کس سے لیتی ہیں؟

شاگرد۔ میں نے کہا کہ اپنے اُستاد یعنی جناب سے بوالادوں تو کہتی ہیں مجھے شرم آتی ہے۔ ہم کلام دیکھ لیا کرو۔

اُستاد۔ پھر آپ نے کبھی اصلاح بھی دی؟

شاگرد۔ جی ہاں، ایک سلام پر اصلاح دی تھی۔

اُستاد۔ کوئی شعر یاد ہے؟

شاگرد۔ جی ہاں، مطلع یاد ہے۔

کیا جہاد جو خیر میں حق کی جانب سے علیٰ کو حیدر گزار کا خطاب ملا

اُستاد۔ (طن سے) اصلاحی ہے ؟

شاگرد۔ جی ہاں، میرا دکھا ہوا ہے۔

اُستاد۔ ایک بات بتائیے۔ کیا علیؑ سے پہلے کوئی بزرگ حیدر کرار گزرے ہیں ؟

شاگرد۔ جی نہیں، کوئی نہیں گزرا۔

اُستاد۔ پھر آپ نے حیدر کرار کا خطاب ملا کیوں رہنے دیا ؟ (کا) یہ بتاتا ہے کہ خود

حیدر کرار نہیں تھے، حیدر کرار کوئی دوسرے شخص تھے اُن کا خطاب علیؑ کو دیا گیا۔ اس میں (کا)

زائد ہے یا نہیں ؟

شاگرد۔ بیشک زائد ہے۔ مگر بڑے بڑوں کے کلام میں، جو اپنے کو اُستاد کہتے ہیں یہی صورت

پائی جاتی ہے۔

اُستاد۔ اسے رہنے دیجیے، خون کھولتا ہے۔ بس حیدر کرار خطاب ملا۔ اتنا کافی ہے اور یہی

ہونا چاہیے۔

شاگرد۔ بیشک درست ہے۔

اُستاد۔ پھر خود کیوں رہنے دیا ؟

شاگرد۔ مجھ کجست کی سمجھ میں پہلے نہیں آتا، جب کوئی ٹوٹے تو سمجھ جاتا ہوں۔

اُستاد۔ یہ تو ہر غلط پونے والا کہہ سکتا ہے، آپ کی کیا خصوصیت ہے۔

اُستاد کو کسی کام سے کہیں تشریف لے جانا تھا وعدہ تھا۔ قطع کلام کرتے ہوئے غزلِ اصلاحی

دے دی اور کہا کہ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے، کبھی کبھی چلے آیا کیجیے دل نہل جاتا ہے۔

شاگرد۔ بڑا فائدہ ہو جاتا ہے۔ میرے معلومات میں اصاف ہوتا ہے۔ غزل لے سکے اجازت

چاہی اور سلام کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

آج کے ساتویں روز صبح کو اُستاد، نواب کا انتظار کر رہے ہیں کہ ٹھیک اپنے وقت پر

آٹھ بجے نواب نئی غزل لیے ہوئے آ گئے۔ آنے ہی۔ آداب عرض کرتا ہوں۔

اُستاد - تسلیم - آئیے -

نواب سلام کر کے بیٹھ گئے اور خوشی میں بغیر اُستاد کے پوچھے غزل جیب سے نکالی -

اُستاد - کیوں؟ آج جلدی ہے؟

نواب - جلدی کچھ نہیں آج ایک نئی طرح میں غزل کہی ہے اُس کے شوق نے مجبور کیا جو

خلاف قاعدہ غزل جیب سے نکال لی -

اُستاد - اچھا اچھا سنا ئیے -

نواب غزل سنانے لگے -

اصلاح نمبر ۲

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

سناں عشق کی دل میں گرٹنے لگی ارے چوٹ پر چوٹ پڑنے لگی

اُستاد - یہ کیسے "بگڑنے لگی" - "پڑنے لگی" میں غزل کہی ہے -

نواب - جی، مجھے یہ طرح بہت اچھی معلوم ہوئی -

اُستاد - آپ بھی اب سمجھ کے کہنے لگے - اس قدر اصلاح کی ضرورت نہیں ہوتی - آپ

پڑھیے میں سُن رہا ہوں، جہاں ضرورت اصلاح ہوگی بنا دوں گا -

مطلع نمبر ۲

نواب -

نظر اُن سے جس وقت لڑنے لگی مرے دل کی حالت بگڑنے لگی

شعر نمبر ۳

محبت نے بڑھ کے اُٹھایا حجاب نظر سے نظرات لڑنے لگی

شعر نمبر ۴

جو آہوں نے دل کو پریشاں کیا تو زلف اُن کی فوراً بگڑنے لگی

شعر نمبر ۵

وہ پہلو سے اٹھ کے چلے صبح دم مرے دل کی بستی اُڑنے لگی

شعر نمبر ۶

بھجایا جو بادِ سحر نے چراغ مری قبر پر اُوس پڑنے لگی
اُستاد - شعر اچھا کہا ہے - واہ واہ -
نواب سلام کر کے -

شعر نمبر ۷

وہ خرگاں کو جنبش ہوئی دل بچاؤ وہ تیروں کی بوجھار پڑنے لگی
اُستاد - اُس سے اچھا یہ شعر ہے اور بہت اچھا ہے -
نواب نے کھڑے ہو کے سلام کیا -

شعر نمبر ۸

اشارے سے بیمارِ غم نے کہا اب آئے کہ جب مانس اُکھڑنے لگی
اُستاد - یہ سب شعروں میں بہتر شعر کہا ہے، بہت نرم زبان ہے - اب آپ پر مجھ کو بھروسہ
ہو گیا - حقیر آپ بغیر اصلاحی کلام محفل میں پڑھ سکیں گے -
نواب - سب حضور کا صدقہ ہے -
اُستاد - نہیں، آپ کی محنت بھی ہے - خوب شعر کہا -
نواب سلام کر کے -

شعر نمبر ۹

اُسیہ اب خدا ہی بچائے گا جاں کہ تم پر بھی آنکھ اُن کی پڑنے لگی

دکچپ معلومات نمبر ۲۳

اُستاد - یہ کتنے شعر کے؟

نواب - صرف تو شعر عرض کیے۔ قافی کی مجبوری سے زیادہ عرض نہ کر سکا۔
اُستاد - طرح بھی تو آپ نے ایسی نکالی جس میں قافیہ بہت کم ہیں۔ امتحان کی غرض سے
پوچھتا ہوں، بتائیے یہ غزل آپ نے کس بحر میں کہی ہے اور کونسا زحاف ہے؟
نواب - (فوراً) حضور بحرِ تقارب میں عرض کی ہے۔ مثنیٰ محذوف ہے۔
اُستاد - ٹھیک ہے۔ آپ عروضی ہو گئے۔
نواب - جی نہیں، حضور کی دعا ہوگی تو عروضی ہو جاؤں گا۔
اُستاد - محنت کیے جائیے۔ وہ وقت بھی آجائے گا کہ اجازت دیدوں گا اور بغیر اصلاح
شاعرے میں غزل پڑھوادوں گا۔
نواب - یہ تو دلی حسرت ہے کہ خدا اس قابل کر دے۔
اُستاد - اگر انسان محنت کرے تو ہر کام آسکتا ہے۔ دنیا میں محنت عجیب چیز ہے۔
نواب - حضور بجا ارشاد فرماتے ہیں۔ کچھ باتیں قابل دریافت ہیں اگر اجازت ہو تو دریافت کر لیں؟
اُستاد - ضرور پوچھیے۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ کوئی دریافت کرے اور میں بتاؤں۔
نواب - میں (بات کھلنا) بولا تھا ایک شاعر جو میرے دوست بھی ہیں انھوں نے اعتراض
کیا کہ (بات کھلنا) محاورہ نہیں۔ کیا اعتراض صحیح ہے؟
اُستاد - غلط ایراد کیا۔ بہت قدیم صرف ہے، دنیا بولتی ہے۔ حضرت داغ کا شعر ہے۔
کھل گئی بات جب انکی تو وہ یہ پوچھتے ہیں منہ سے نکلی ہوئی ہوتی ہے پرانی کیونکر
نواب - (گٹھٹ) کے کیا معنی ہیں اور فصیح ہے یا نہیں؟
اُستاد - (گٹھٹ) کے معنی (بہت تیزی) کے ہیں۔ بالکل غیر فصیح ہے۔ عوام بولتے ہیں،
خواص کبھی نہیں بولتے۔ صرف جناب داغ نے نظم فرمایا ہے۔
گٹھٹ مرے مزار پہ آیا وہ شہسوار تو سن کو اتنی دیر میں سو بار ایڑی
نواب - نفظ (تقیۃ) بفتح قاف ہے یا کسر قاف؟

اُستاد۔ بفتح تائے معجزہ و کبر قاف صحیح ہے یعنی (تقیہ) لیکن اکثر حضرات شعرا و غیر شعرا عالمِ جاہل (تقیہ) بفتح قاف استعمال کرتے ہیں جو قطعاً غلط ہے۔ اُردو فرض کرتے ہوئے بھی یعنی بفتح قاف بغیر ترکیب استعمال کرنے میں میرے نزدیک قباحت ہے۔ مع ترکیب تو کسی طرح بفتح قاف صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔

نواب۔ میں سمجھ گیا۔ حضور بجا ارشاد فرماتے ہیں اب یاد آگیا لغت میں بھی اسی طرح ہے۔

نواب۔ (چوٹ) کس زبان کا لفظ ہے اور کس کس طریقے سے اس لفظ کا صرف ہے؟

اُستاد۔ سوال ذرا ٹیڑھا ہے اسلئے کہ جتنے طریقے استعمال کے ہیں سب بیک وقت کہاں یاد آسکتے ہیں۔ غالباً آپ مثال بھی چاہتے ہوں گے؟

نواب۔ حضور مثال ضرور ارشاد ہو۔

اُستاد۔ آپ میرا امتحان تو نہیں لے رہے ہیں؟

نواب۔ اے معاذ اللہ، میں اور سرکار کا امتحان لوں گا۔ چونکہ زبان کی تحقیق کی ہمہ وقت فکر رہتی ہے اس لیے دریافت کرتا رہتا ہوں۔

اُستاد۔ اچھا، پھر آپ لکھتے جائیے اور میں بتاتا جاؤں اسلئے کہ یوں آپ کو یاد نہ رہیں گے۔ (یہ کہہ کے قلم دان آگے بڑھا دیا)۔

نواب نے سلام کر کے قلم دان کھول لیا۔

اُستاد۔ لکھیے۔ (چوٹ) ہندی زبان کا لفظ ہے، اب اُردو بھی ہے۔ مختلف طریقوں سے اس لفظ کا صرف زبان میں موجود ہے۔

چوٹ کھانا یعنی ضرب کھانا۔ فصیح محاورہ ہے۔ عام، خاص سب بولتے ہیں۔ اس کی عمر

کم سے کم ڈیڑھ سو برس سے زائد کی ہے۔ چنانچہ آتشِ مروج کا شعر ہے یہ

شکستوں شکستیں چوٹ پکھائی ہو چوٹ اُس نے کھلونا ہے ہمارا دل تری طفلی کے عالم کا
چوٹ بچانا۔ پڑنے والی ضرب کا خالی دینا۔ یہ محاورہ بھی فصیح ہے۔ عام، خاص سب بولتے ہیں

یہ محاورہ بھی قدیم ہے چنانچہ آنکش مروج کا شعر ہے
 مشتاق درد عشق جگر بھی ہے دل بھی ہے کھاؤں کدھر کی چوٹ بچاؤں کدھر کی چوٹ
 چوٹ پیدا کرنا۔ یہاں چوٹ کے معنی (مثل) کے ہیں یعنی مثل پیدا کرنا۔ چنانچہ آنکش
 کہتے ہیں

اے آسمان دکھائیں گے آیا جو بام پر پیدا کیا ہے ہم نے بھی شمس و قمر کی چوٹ
 چوٹ لگانا۔ ضرب لگانا۔ نصیح صرف ہے سب بولتے ہیں، قدیم محاورہ ہے۔
 چنانچہ داغ دہلوی کہتے ہیں

نگاہ یار نے اس شوق سے لگا لی چوٹ کہ جس طرح سے دل آتا ہے دل پر آئی چوٹ
 چوٹ ابھرنا۔ جہاں چوٹ آپکلی ہو اور درد نہ رہا ہو۔ کسی دجر سے درد پیدا ہو جانے کو
 چوٹ ابھرنا کہتے ہیں۔ چنانچہ داغ کہتے ہیں

کماں بتوں نے یہ سینے پہ اپنے کھائی چوٹ ابھرا ابھر کے جو کرتی ہے خود نمائی چوٹ
 چوٹ سہنا۔ ضرب برداشت کرنا۔ بہت عام صرف ہے، سب بولتے ہیں۔ چنانچہ
 امیر میرٹائی کا شعر ہے

چین اب کسی پہلو کسی کروٹ نہیں آتا دل تھا یہ ہمارا ہی کہ ہم نے یہ سہی چوٹ
 چوٹ چھپھلتی لگنا۔ وار چھپھلتا لگنا۔ پھر پور کا عکس۔ محاورہ نصیح ہے، رائج الوقت
 ہے۔ قدیم صرف ہے۔ چنانچہ شاؤ لکھنوی کا شعر ہے

ہر چند اُس پھلکیت سے دل بچ گیا اچھت لیکن جگر پہ چوٹ چھپھلتی پڑی سی
 آپ سب مثالیں برابر لکھ رہے ہیں؟

نواب۔ جی، حضور جو کچھ فرماتے جاتے ہیں سب لکھتا جاتا ہوں۔
 استاد۔ بھئی شعر اور محاورات یاد تو آتے چلے جا رہے ہیں مگر بیان کرنے کرتے تھکا جاتا ہوں۔
 نواب۔ پھر کسی وقت ارشاد فرمادیجئے گا، کیوں زحمت فرمائیے۔

اُستاد - زحمت کچھ نہیں دل چاہتا ہے کہ جس قدر صرف (چوٹ) کے متعلق ہیں سب اسی وقت بیان کر دوں -

نواب - حضور اب زحمت نہ فرمائیں میں آئندہ یاد دلا کے دریافت کر لوں گا -

اُستاد - بہت اچھا، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سب بتا دوں گا -

تھوڑی دیر گھومنے کے بعد نواب اجازت لے کے رخصت ہوئے - ابھی شاید دشن قدم بھی راستہ نہ طے کیا ہو گا کہ ایک جلیل القدر رئیس اپنے کلام پر اصلاح لینے کے لیے اُستاد کی خدمت میں آ گئے، بعد سلام علیک اُستاد نے بڑے عزت و احترام سے صدم میں بٹھایا - یہ رئیس عرصے سے اصلاح لیتے ہیں اور کبھی کبھی غزل کہہ کے تشریف لے آتے ہیں، اُستاد اصلاح دیدیتے ہیں -

رئیس - جناب کا مزاج گرامی؟ عرصے کے بعد نیاز حاصل ہوا -

اُستاد - الحمد للہ مع الخیر ہوں - حضور کا مزاج مبارک کیسا ہے؟ واقعاً کوئی دو سال کے بعد زیارت سے مشرف ہوا ہوں -

رئیس - زحمت دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں -

اُستاد - غالباً جناب نے غزل ارشاد فرمائی ہے -

رئیس - جی ہاں - ایک غزل کے چند شعر سنانا چاہتا ہوں اصلاح سے مزین فرمادیجیے -

اُستاد - بناب ارشاد فرمائیں -

رئیس - مطلع عرض کیا ہے -

جہاں میں دیکھیے جس وقت بھی حسینوں کو غورِ حُسن میں اُٹے ہیں آستینوں کو

اُستاد - خیر غنیمت ہے - کوئی خاص بات نہیں - اور ارشاد ہو -

رئیس - شعر ملاحظہ ہو -

ہمیشہ بھر جہاں میں یہ شور ہے برپا فلک نے غرق کیا سیکڑوں مینوں کو

اُستاد - جس چیز سے ڈر رہا تھا وہی ہوا -

رہنمیں - جناب ارشاد فرمائیں، کیا بات ہے؟

اُستاد - ایک خاص عیب جو بڑے بڑے اساتذہ کے کلام میں موجود ہے اُن کی طرتِ قیہر دلانا چاہتا ہوں، جناب غور سے سماعت فرمائیں۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ بہت نازک مسئلہ

ہے۔ وہ یہ کہ جب (حسینوں - آستینوں - زمینوں) کسی غزل یا قصیدے میں نظم فرمائیے

تو (سفینوں - سینوں - کمینوں) نہیں لاسکتے۔ اور وضاحت کروں - جمع کے ساتھ جب

قوافی لائے جائیں مثلاً (حسینوں - آستینوں) تو (سفینوں) اسلئے ناجائز ہوگا کہ (سفینہ) کے

آخر میں (ہا) ہے۔ جناب غور فرمائیں جمع بنانے میں آخر (ہا) کہاں غالب ہو جائے گی -

رہنمیں - بیشک بڑی لطیف بات جناب نے تعلیم فرمائی، بخدا جناب کا جواب نہیں -

اُستاد - میں ایک مردِ نااہل ہوں، مجھے کیا سلیقہ۔ سب بزرگوں کا فیضِ صحبت ہے حضورِ مجتہب

دنیا خفا رہتی ہے وجر یہ ہے کہ عیوب ظاہر کر دیتا ہوں -

رہنمیں - احسان ماننا چاہیے کہ عیب سے مطلع فرما دیتے ہیں، اُسٹے ناراض ہوتے ہیں؟

استاد - جی ہاں، یہی زمانہ ہے - خیر، کوئی گہڑے یا خوش ہو ٹوکوں کا ضرور - شاعر و اُستاد

بہتے ہیں تو تحقیق بھی کیا کریں -

رہنمیں - پھر اس کے معنی یہ ہوتے کہ (کمالوں کی - بالوں کی - ہنالوں کی) ان قوافی کے ساتھ

(رسالوں کی - قبالوں کی) نظم نہیں کر سکتے - یا (بیادوں میں - گلزاروں میں - زرداروں میں) انکے

ساتھ (نقاروں میں - نظاروں میں) نظم نہیں کر سکتے - یا (تمازوں - ست - کارمازوں سے) انکے

ساتھ (جنازوں سے) نظم نہیں کر سکتے؟

استاد - مثالیں جناب نے خوب پیش کیں - بالکل آپ کے نظم کردہ قوافی کے مطابق ہیں -

بیشک وہی عیب جو آپ کے شعروں میں پیدا ہے ان میں بھی ہو جائے گا میں مدح نہیں کر سکتا

جتنی عمدہ مثالیں پیش فرمائی ہیں - واقعاً جس طرح آپ کے اشعار میں ایک قافیہ ایسا ہے

جس کے آخر میں (ہا) ہے اُسی طرح آپ کی سب مثالوں میں آخر میں (ہا) ہے یعنی (بالوں کی۔ ہناؤں کی) کے ساتھ (رسالوں کی) ایسیے ناجائز ہے کہ (رسالہ) کے آخر میں (ہا) ہے۔ اسی طرح (بیادوں میں۔ گلزاروں میں) انکے ساتھ (نقاروں میں) ایسیے ناجائز ہے کہ (نقارہ) کے آخر میں (ہا) ہے بعینہ یہی صورت (نمازوں سے۔ کارسازوں سے۔ جنازوں سے) کی ہے (جنازہ) کے آخر میں (ہا) ہے۔

رئیس۔ جی ہاں، اسی وجہ سے میں نے یہ مثالیں پیش کیں۔

اُستاد۔ سبحان اللہ، بہت خوب، لیکن ایک خاص بات اور بتادوں، خوف یہ ہے کہ کہیں ذہن سے نکل نہ جائے وہ یہ کہ غزل یا قصیدہ وغیرہ میں قافیہ کے ساتھ صرف ایک قافیہ ایسا کہ جس قافیہ کے آخر میں (ہا) ہو، لایا جاسکتا ہے۔ بالکل مثالیں کی سی صورت ہے کہ مثالیں صرف ایک قافیہ کی اجازت ہے۔

رئیس۔ بجا ہے، درست ہے۔ اب بالکل مطلب واضح ہو گیا۔

اُستاد۔ اور شعرا ارشاد ہوں؟

رئیس۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے غزل حاضر ہے جناب اصلاح فرمادیں گے آدمی لے جائے گا۔ (یہ کہہ کے ملازم کی طرف دیکھ کے) جب ہمارے قلیہ فرمائیں لے جانا۔

ملازم۔ بہت خوب سرکار۔ (یہ کہہ کے استاد کی طرف دیکھنے لگا)۔

اُستاد۔ گل کسی وقت غزل لے جانا۔

ملازم۔ بہت خوب حضور۔

رئیس۔ اب اجازت مرحمت ہو، دل نہیں چاہتا۔

اُستاد۔ کیا روکوں، جناب کو کار ضروری درپیش ہے، بہت خوب۔

رئیس کھڑے ہو گئے، اُستاد بھی کھڑے ہو گئے، پچانک تک پہنچا کے رخصت کیا۔ اور کار ہائے ضروری میں مشغول ہو گئے۔

ایک عرصے تک یہی سلسلہ اصلاح جاری رہا اور اُستاد نہایت شفقت و محنت سے تعلیم دیتے رہے۔ مولانا اور نواب برابر ہفتہ میں ایک غزل لاتے رہے۔ لکھنؤ میں شہرت ہو گئی کہ شاعر صاحب اور امیر صاحب اچھا کہتے ہیں، مشاعرے لوٹ لیتے ہیں۔ حسبِ معمول مولانا جو اصلاح لینے کے لیے آئے تو اُستاد نے کہا کہ اب فضول زحمت سے کیا حاصل، آپ اس قابل ہو گئے ہیں کہ بغیر اصلاحی غزل پڑھ سکیں اور صرف غزل پر اصلاح دے سکیں لہذا ارڈی الحج کو آپ آئیے نواب صاحب کو بھی بلالوں گا۔ دونوں صاحب میرے سامنے میری دی ہوئی طرح میں غزل کہیں اور میں اجازت دیدوں۔ جب کبھی کوئی ایسی ضرورت ہوگی تو دریافت کر لیجئے گا جو غزل کہہ کے لاتے ہیں وہ لیتے آئیے گا۔

مولانا۔ بہت خوب، مع غزل حاضر ہوں گا اور وقتی غزل حضور کے سامنے عرض کر دوں گا۔ ایک بات قابلِ دریافت ہے۔

اُستاد۔ کیا؟

مولانا۔ حضور نے درمیان گفتگو میں فرمایا تھا کہ صرف غزل پر اصلاح کی صلاحیت ہو گئی ہے۔ لفظ (صرف) کا مطلب سمجھنا چاہتا ہوں۔

اُستاد۔ آپ نے غزل پر اصلاح لی؟

مولانا۔ جی ہاں۔

اُستاد۔ مرثیہ، سلام، رباعی، قطعہ، تاریخ، قصیدہ وغیرہ پر تو اصلاح لی نہیں۔ پھر اصلاح کیونکر دیکھے گا؟

مولانا۔ کیا غزل کو مرثیہ، قصیدہ، رباعی وغیرہ پر اصلاح نہیں دے سکتا؟

اُستاد۔ کبھی نہیں۔ صرف غزل کا کہنے والا قیامت تک دوسرے اصنافِ نظم پر قلم نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کی حدیں علیحدہ، قواعد الگ، ترکیبیں جدا۔ غزل گو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم ابھی غزل کہہ لیتے ہیں اس لیے ہر چیز کہہ سکتے ہیں یا بنا سکتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ عفریب

کر بلائے معلیٰ بغضِ زیارت جانے والا ہوں واپسی پر اگر آپ کو شوق ہوگا تو سلام و رباعی و مرثیہ و قصیدہ وغیرہ کملوا کے جو روز و نکات ہیں بتا دوں گا۔ اب محل نہیں۔
 مولانا۔ خدا مجھ کو بھی روضہ حسینِ مظلوم پر پہنچائے۔
 اُستاد۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیا غزل کہہ کے لائے ہیں؟ پڑھیے۔
 مولانا۔ جی ہاں لایا ہوں۔ (جیب سے غزل نکال کے پڑھنے لگے)۔

اصلاح نمبر ۲۴

غزل مولانا

مطلع نمبر ۱

مطلب دل مٹ گیا رونے لگا تقدیر پر لکھتے لکھتے چند آنسو گر پڑے تھرپے پر

شعر نمبر ۲

اللہ اللہ مرنے والے کا یہ زور انتظار لاکھ دم اکھڑا نظر ٹھہری رہی تصویر پر

شعر نمبر ۳

باغ کی باتیں زکرت کشن کی قصیدیں نہ کھینچ لے دلِ ناداں قفس میں ہوں اکی تقصیر پر

شعر نمبر ۴

بائے یہ طولِ اسیری کھل گئے لڑکیوں کے منہ قید بے مدت مری زنگ آگیا زنجیر پر

شعر نمبر ۵

میرا ہر ہر لفظ اک شرح کتابِ عشق ہے گوشِ براواز ہے دنیا مری تقریر پر

شعر نمبر ۶

قید میں دیتا ہے وحشی موسمِ گل کی خبر ایک در پر ہاتھ ہے اک ہاتھ زنجیر پر
 اُستاد۔ بہت عمدہ غزل کمی۔ (موسم کے سین کو فتح دے کے نہ پڑھے اسلئے کہ گل کی طرف

اضافت ہے اور موسم بفتح سین اُردو ہے۔ موسم کبیر سین عربی ہے۔
مولانا نے بہت خوب کہہ کے کھڑے ہوئے سلام کیا اور مقطع پڑھا۔
مقطع

خلق میں تدبیر لا حاصل عبت ہولے شعار چھوڑ دو سب کام اپنے مالک تقدیر پر

دلچسپ معلومات نمبر ۲۴

مولانا نے جھک کے سلام کیا۔

اُستاد۔ آئندہ تیار ہو کے آئیے گا، امتحان ہے۔

مولانا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۱۸ ذی الحجہ کو حضور نے فرمایا ہے ؟

اُستاد۔ جی ہاں۔ دو چار دوستوں کو اور شاگردوں کو بلا لوں گا، چار بیس پیچھے گا۔

مولانا بہت خوب کہہ کے اجازت لے کے غزل جیب میں رکھ کے نصرت ہو گئے۔ چند دن کے بعد حسب معمول نواب اپنی غزل لے کے آ پہنچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

اُستاد۔ آج آپ کو قدرے تاخیر ہو گئی ؟

نواب۔ حضور بجا فرماتے ہیں فی الواقعہ دیر تو ضرور ہو گئی، لڑکی کا مزاج ناساز ہے حکیم صاحب کے تشریف لانے کی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔

اُستاد۔ ثانی مطلق شفاعت فرمائے۔ ایک لفظ آپ بول گئے جو قابلِ غور ہے۔

نواب۔ سرکار وہ کیا ؟

اُستاد۔ (فی الواقعہ) واقع عربی لفظ، جس پر الف و لام عربی کا داخل کیا گیا (نی حرف جار

جو عربی کا حرف ہے۔ اب یائے زیادہ لگانے سے کیا خاص فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔ ہاں

اگر حرف جار (نی) اگر نہوتا اور الف و لام داخل نہوتا تو (یا) کا اضافہ صحیح ہوتا۔ لہذا یہ ترکیب

غلط ہے۔ یا (واقعہ) کیسے یا (فی الواقع) بولے۔ جب صحیح ہوگا۔

نواب - بہت خوب - یہ ذرہ نوازی ہے کہ مجھ حقیر کو ٹوک ٹوک کے عیوب پر تنبیہ فرماتے ہیں کہاں تک ممنون و مشکور ہوں -

اُستاد - ایک لفظ آپ پھر غلط بولے - ممنون تک تو غنیمت کیا بلکہ صحیح - مشکور ممنون کے محل پر بولنا بالکل غلط - اسکے معنی یہ ہوئے کہ آپ میرے شکر گزار ہیں - مشکور اُسے کہتے ہیں جس کا شکر ادا کیا جائے - شکر ادا کرنے والے کے معنی نہیں ہیں (مشکور) صیغہ اسم مفعول ہے - یعنی شکر ادا کیا ہوا اس کے محل پر مشکور بولنا چاہیے اور یوں کہنا چاہیے کہ میں آپ کا ممنون و مشکور ہوں -

نواب - بہت خوب - اب ایسی غلطی نہ ہوگی - حضور سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ لفظ (حور) کے تعلق لغت میں لکھا ہے کہ جمع ہے درانخا لیکہ اس لفظ کا واحد میں استعمال ہے - اس کی جمع حوران بولتے ہیں مثلاً (حوران بہشتی) وغیرہ -

اُستاد - لغت میں صحیح لکھا ہے (حورا) واحد - (حور) درحقیقت جمع ہے - لیکن خدا بھلا کر سے اہل ایران کا کہ جمع یعنی (حور) کو واحد قرار دے لیا اور الف و تون بڑھا کے جمع بھی بنالی - حد ہے کہ اساتذہ و محققین ایران نے استعمال کیا - اب سوال یہ ہے کہ غلط ہے یا صحیح تو ہمارے لیے (یعنی اہل ہند کے لیے) بالکل صحیح ہے اس لیے کہ ہم صحت و غلطی دونوں میں اُن کے مقلد ہیں - اُن کا غلط تصرف ہمارے لیے صحیح - یہ جو کچھ میں نے کہا ایک طے شدہ مسئلہ ہے - اب اپنا مسلک بتاتا ہوں کہ میں صحت میں اُن کی تقلید کرتا ہوں غلطی میں اُن کا یعنی ایرانین کا مقلد نہیں - حد ہے کہ بطور طائر کی جمع ہے ایرانی شعرا و غیر شعرا نے اس عربی جمع کی بھی جمع بنالی اور طیوران استعمال کر گئے -

نواب - بجا ہے، درست ہے - عاجز آج کل کے شعرا جو بے گڑے اور خود رو ہیں کسی قاعدے کی پابندی نہیں کرتے جو اچھا معلوم ہوتا ہے اُسی کو قاعدہ قرار دے لیتے ہیں -

اُستاد - اس ذکر سے تکلیف ہوتی ہے - جس چمن اُردو اور بارغ شاعری کو محققین ادیب باخباؤں نے اب مشقت دریافت و تحقیق و تدقین سے سنبھل کے، خارِ غلط سے پاک کر کے تیار کیا تھا -

اُسی چمنِ نار ادب کو باغیانِ زبانِ اُردو کی مخالفت آمیز بادِ خزاں نے تباہ و برباد کر کے آئینہ
 فاعتبر وایا اولیٰ الا بصار بنا دیا۔ بہر طور ہم تو نہ ہوں گے مگر آپ تھوڑے ہی زمانے کے بعد
 دیکھیں گے کہ کیا انقلاب ہو گیا۔ نہ یہ اُردو زبان باقی رہے گی نہ محاورات کے تصرف پر قابو
 ہوگا نہ قواعدِ شاعری کی پابندی نہ صحیح و غلط کا امتیاز۔ ہر شخص فرعون بے سامان نظر آئے گا۔
 خیر! آپ ایک صرت غلط بول گئے جس کی اسید آپ سے نہ تھی۔

نواب۔ حضور! کیا (خود رد) غلط ہے؟

اُستاد۔ جی ہاں۔ (خود رد) یعنی رتے کو زیر یہ غلط ہے بلکہ رتے کو پیش دے کے بولنا چاہیے۔
 وہ بھی بصورتِ مہول نہ یہ کہ معروف جیسے (خوب رو) وغیرہ۔ مزید یہ سمجھا دوں کہ (رد) یعنی رتے کو
 زیر کی صورت میں رفتن ہے۔ رو قرار پائے گا جس کے معنی چلنے والے کے ہوں گے یعنی بغیر
 کسی کے چلائے خود چلنے والا۔ اور (رد) رتے کو پیش دے کے بصورتِ مہول روئیدن سے
 قرار پائے گا جس کے معنی بغیر دئے اُگنے والا۔ اسی مناسبت سے درخت کو خود رو کہنے لگے
 اس کے بعد اہلِ زبان اور تمام چیزوں کو محل وقوع پر خود رو کہنے لگے درحقیقت یہ صرف یوں
 ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔

نواب۔ بہت خوب۔ انشاء اللہ اب کبھی نہیں بولوں گا۔ ایک چیز قابلِ تحقیق ہے اور وہ
 یہ کہ (عصمت) یعنی عین کو زیر دے کے صحیح ہے یا عین کو زیر دے کے صحیح ہے؟
 اُستاد۔ عین کو زیر دے کے بولنا چاہیے بالخصوص جب ترکیب کے ساتھ بولا جائے جیسے
 عصمتِ پیغمبر وغیرہ میرے نزدیک تعلیم یافتہ فصحا کے لیے عین کو زیر دے کے بولنا بالکل
 غلط ہوگا۔ اچھا غزل پڑھیے۔

نواب نے غزل نکالی اور پڑھنا شروع کی۔

اصلاح نمبر ۲۵

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

کیا نکلنا سہل ہے دم وصال کی تدبیر میں وقتِ آخر جان انگلی تھی تری تصویر میں

مطلع نمبر ۲

زہر خاموشی میں جادو کا اثر تقریر میں ہے یہی فرق آپ میں اور آپ کی تصویر میں

شعر نمبر ۳

انجامیری طرف سے آپ کی جانب سے ناز یہ مری قسمت میں ہے وہ آپ کی تقدیر میں
اُستاد - شعر اچھا کہا، مطلع بھی صاف ہیں - اب آپ بہت اچھا کہنے لگے -
نواب نے کھڑے ہو کر سلام کیا -

شعر نمبر ۴

دل نشانہ تھا جگر خود بڑھ کے دل سے مل گیا لے قدر انداز عالم کیا کشش تھی تیر میں
اُستاد - یہ شعر بھی بہت اچھا کہا ہے -
نواب نے سلام کر کے

شعر نمبر ۵

چھوڑ دو چٹکی سے تم جلدی نشانہ ہو دست دل مرا ٹھہرا ہوا ہے انتظار تیر میں

شعر نمبر ۶

بعد آزادی بھی ہے طولِ اسیری کا اثر میں سمجھتا ہوں کہ میرا پاؤں ہو نہ خمیر میں
اُستاد - ایسا شعر آپ نے بہت عرصے کے بعد سنایا کہ جو حاصلِ طرح کہنے کے قابل ہو -

شعر نمبر ۷

نواب - بہت ادب سے سلام کر کے سامنے نکلے ترا دم اور میں دیکھا کروں
اے دل اتنبہ لکھا تھا یہی تقدیر میں

اُستاد۔ کیا شاعر صاحب سے مل کے آئے ہیں؟

نواب۔ کیوں حضور؟

استاد۔ مولانا بھی ساٹھ شعر کی غزل کہہ کے لائے تھے، آج آپ بھی ساٹھ شعر کی غزل لائے۔

نواب۔ جی نہیں، اتفاق سے کہہ نہ سکا جب عادت و قاعدہ آج حاضر ہونا ضروری تھا۔
اُستاد۔ ۲۸ ارزی الحج کو صبح کو چائے پیس پیجے گا اور جس طرح غزل لاتے ہیں کہہ کے لائے گا۔
وقتی طرح آپ کو اور مولانا کو دوں گا سامنے غزل کہیے گا۔ اور چند احباب کو جمع کروں گا سب کو سنائیے گا۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھوں تو جواب دینا ہوگا اُس کے بعد آپ کو اجازت دے دوں گا کہ بغیر اصلاح جہاں چاہیں آپ پڑھ سکتے ہیں۔

نواب۔ ضرور حاضر ہوں گا (یہ کہہ کے اجازت لے کے رخصت ہو گئے)۔
اُستاد نے چند روز کے بعد ملازم کو آواز دی اور دوستوں کے نام بتائے چند شاگردوں کے نام اور پتے بتائے۔ فرمایا کہ سب سے کہہ آؤ کہ پرسوں صبح کو چائے پیس پیس مختصر سی بزم مشاعرہ ہے۔

ملازم سب کو اطلاع دے آیا، ۸ ارزی الحج ہفتہ کے دن صبح کو علی الصباح احباب تشریف لے آئے تھوڑی دیر کے بعد تین شاگرد آگئے۔ چند لمحوں کے بعد مولانا اور نواب ساتھ ساتھ باتیں کرتے ہوئے آہوئے، دیکھا کہ آج اُستاد کا بیٹھا سجا ہوا ہے، سداور گرم ہے، پرانی وضع کے بزرگ، اُستاد کے دوست، شاعر قدامت پسند بیٹھے ہیں۔ اور اُستاد کسی مسئلے کو بیان فرما رہے ہیں۔ مہنسی کی گفتگو ہو رہی ہے۔ آتے ہی آداب عرض تسلیمات کر کے دونوں سامنے ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔

استاد۔ کیسے غزل کہی ہے؟

مولانا اور نواب۔ حضور غزلیں کہہ کے لائے ہیں۔

اُستاد۔ پہلے اپنی غزلیں حاضرینِ بزم کو بے اصلاحی سنا دیجیے اُس کے بعد چاء نوشی ہوگی
بعدہ طرح دون کا اور آدھ گھنٹے کے اندر غزل کہنا ہوگی۔ نواب صاحب پہلے آپ پڑھیے۔
نواب نے موافق حکم غزل نکالی اور سنانا شروع کی۔

غزل نواب

مطلع نمبر ۱

دل با وفا ہے راز کرے کیوں بیان کہیں دانتوں میں دب کے بول سکی ہے زباں کہیں
حضور۔ واہ واہ، کیا مطلع کہا ہے، پھر ارشاد ہو، ماشاء اللہ۔

نواب جھک جھک کے ایک ایک کو سلام کر رہے ہیں، جب اُستاد تعریف کرتے ہیں تو
گھٹے ٹیک کے تھوڑا سا بلند ہو جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔

شعر نمبر ۲

میں اُن کو دیکھتا ہوں وہ دم توڑنے کی سیر اللہ پھر نہ جائیں مری پتلیاں کہیں
حضور۔ واللہ کیا شعر کہا ہے (اُستاد کی طرف دیکھ کے) بڑے نازک خیال آپ کے بیشاگرد ہیں۔
ایک بزرگ۔ مریاں سلامت رہو، کیا سلامت و صفا، بندش ہے۔
نواب۔ سب کو سلام کر کے۔

شعر نمبر ۳

دونوں نے مل کے پیس دیا بجگو خلق میں ظاہر میں ہے زمین کہیں آسماں کہیں
اُستاد اور حضور۔ واہ نواب صاحب، بھلی خوب کہا۔
نواب سب کو سلام کیے جاتے ہیں۔

شعر نمبر ۴

تکمیلِ عشق چاہتی ہے حسرتوں کا خوں بدلی ہیں اس مزاج کی نیرنگیاں کہیں
حضور۔ خدا کی قسم کیا کیا شعر سنا رہے ہیں، دل خوش کر دیا۔

نواب - سب کو سلام کر کے -

شعر نمبر ۵

ہمارے فلک پہ ڈوب گئے بجھ گیا چراغ ہم شامِ غم کے ساتھ ہیں جائے کہاں کہیں
حضور - کوئی شعر نئی بات سے خالی نہیں - کہاں تک تعریف کریں - اُسی صاحب ہم تھک گئے -
نواب - سلام کر کے -

شعر نمبر ۶

دنیا سے ہم چلے گئے یہ پوچھتے ہوئے ہے بیٹھنے کا کوئی ٹھکانا یہاں کہیں
یہ شعر سن کے استاد بھی جھومنے لگے -
حضور - لا جواب ، بے نظیر ، بے ثباتی دُنیا کا موقع کھینچ دیا - واہ واہ واہ -
نواب - سب کو سلام ادب کر کے -

شعر نمبر ۷

ماتم میں سرودِ باغ ہیں مصروفِ رات دن اُجڑا ہوا پڑا ہے مرا آسٹیاں کہیں
حضور - (استاد کی طرف دیکھ کے) یہ آپ کے کہاں کی دلیل ہے - کیا تیار کیا ہے -
استاد - یہ نواب صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے - واقفاً خوب شعر کہا ہے -
نواب - سب کو سلام کر کے -

شعر نمبر ۸

تم سب نقشِ اُبھریں گے بن کے طلسمِ عشق بُتا ہے باوفا کی لحد کا نشان کہیں
حضور - تعریف ہو ہی نہیں سکتی ، قلم توڑ دیا - پھر پڑھیے - جناب پھر ارشاد ہو -
نواب نے پھر پڑھا ، سب کو جھجک جھجک کے سلام کیا -
استاد - بہت سمجھ کے شعر کہا - الفاظ مناسب ، ادائے خیال نہایت نستعلیق -
نواب نے استاد کو امتیازی حیثیت کے ساتھ سلام کیا -

شعر نمبر ۹

شہرگ تو کٹ چکی ہے مگر چل رہی ہے تیغ اسے خونِ بادشاہوں رگوں سے رواں کہیں
 حضار۔ ابا ہا ہا، یہ شعر بھی خوب کہا ہے۔ (بادشاہ کی قید نے جان ڈال دی۔
 نواب۔ سلام کر کے۔

شعر نمبر ۱۰

آنکھوں میں آکے پھیل گیا خونِ دل مرا بدے گا اب نگاہ میں رنگِ جہاں کہیں
 حضار۔ بہت لطیف خیال، نازک مضمون، بلند پروازی کی انتہا نہیں۔
 نواب۔ سلام کر کے۔

شعر نمبر ۱۱

دل میں تڑپ تڑپ میں ہیں بجلی کی تیزیاں کیا کہہ رہا ہے راز مرا رازداں کہیں
 حضار۔ ماشا اللہ، پڑائے کو کیا نیا جامہ پہنایا ہے۔ رنگ بھردیا۔ واہ واہ۔
 نواب نے سلام کیا۔

مقطع نمبر ۱۲

امید دم کے ساتھ ہے اردو جہان میں بدے گی جدِ محمد نہ ہماری زباں کہیں
 حضار۔ کیا مقطع کہا ہے، واللہ خوب کہا۔ بیشک یہی بات ہے ہماری زبان ہوائے قبر کے
 بدل ہی نہیں سکتی۔

(ایک دوسرے سے) بالکل لاکھ خیال، واقعاً بس اگر بدے گی تو زبانِ عربی ہو جائے گی کیونکہ قبر
 میں سوال و جواب زبانِ عربی میں ہوں گے اور یہ ہمارا ایمان ہے۔ یہاں ہماری زبان کون
 بدل سکتا ہے۔ واہ واہ نواب صاحب کیا مقطع فرمایا ہے۔

اُستاد۔ (سب کی طرف دیکھ کے) جناب، دس سال برا بھلا اصلاح لی ہے علمِ عروض حاصل کیا ہے۔
 نہایت التزام سے غزلیں کہہ کہہ کے لاتے رہے۔ اب شاہِ اللہ بہت خوب کہنے لگے، مجھے اتنی امید تھی

امید کے لفظ پر سب ہنسنے لگے۔

حضور - آپ سا اُستاد جسے ملے وہ کیوں نہ شاعر بے بدل ہو جائے۔

اُستاد - میں کسی قابل نہیں، مجھے صحیح مصرع کہنا نہیں آتا۔ آپ حضرات کا حُسنِ ظن ہے۔ یہ سب نواب صاحب کی محنت کا نتیجہ ہے۔

نواب نے لکھنؤ کی پرانی تہذیب کے مطابق کھڑے ہو کے ختمِ غزل کا سلام کیا اور دستِ بستہ اُستاد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ سب ہمارے حضور کا تصدیق ہے، عورت دیتے ہیں۔ غزل ترک کر کے جیب میں لکھ لی، بیٹھ گئے۔ مولانا بھی برابر خوش ہو ہو کے تعریف کرتے رہے تھے۔ ابھی نواب کی تعریف اچھی طرح ختم نہیں ہوئی تھی کہ اُستاد نے مولانا کی طرف اشارہ کیا کہ غزل سنائیے۔

مولانا - دستِ بستہ بہت خوب کہہ کے غزل جیب سے نکالی۔ (اُستاد کی طرف ہاتھ جوڑ کے عرض کروں؟ اُستاد - پڑھیے۔) حضور کی طرف (دیکھ کے) یہ غزل بھی سنئیے گا، بہت عمدہ طبیعت پائی ہے۔ ماشاء اللہ فارغِ انتہائیں ہیں۔ آپ کا وطن پورب میں ہے۔ کچھ ضلع سارن کے رہنے والے ہیں۔ آپ نہایت قابل شاعر ہیں۔ صرف شاعری کے شوق کی وجہ سے وطنِ مالوف ترک کر کے لکھنؤ میں قیام پذیر رہے برابر اصلاح لیتے رہے، تحقیق کا نہایت درجہ شوق ہے۔

حضور - درست ہے۔

اُستاد - اچھا غزل سنائیے خود سب کو معلوم ہو جائے گا۔

غزل مولانا
مطلع نمبر ۱

اسے خونِ دل بھڑک رہے وقتِ سفر نہیں دریا چڑھا ہوا ہے مری چشمِ تر نہیں
حضور - یہ مطلع سنایا ہے واہ مولانا صاحب کیا کہنا۔ دریا چڑھا ہوا ہے کے ٹکڑے نے جان ڈال دی کمال کیا ہے۔

مولانا نے فرداً فرداً سب کو سلام کیا۔

مطلع نمبر ۲

حد ہے کہ تم کو مجھے تابِ نظر نہیں کیا آفتابِ حشر ہے داغِ جگر نہیں
حضور۔ یہ مطلع بھی اچھا ہے۔ خوب کہا ہے۔

شعر نمبر ۳

حدِ کمالِ عشق ہے احساس کی فنا وہ دل سے تیرے گئے مجھ کو خبر نہیں
حضور۔ یہ شعر سن کے اچھل پڑے۔ واہ مولانا صاحب (حدِ کمالِ عشق) اور (احساس کی فنا) کیا
ملکوتے ہیں۔ پھر ارشاد ہو۔ پھر فرمائیے۔

مولانا نے سلام کرتے ہوئے پھر پڑھا۔

حضور۔ سیری نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ پھر پڑھیے۔

مولانا نے خوش ہوتے ہوئے پھر پڑھا۔ اور سب کو تھک کے سلام کیا۔

شعر نمبر ۴

یہ کہہ کے شمع ختم ہوئی اے مریضِ غم وہ رات کیا کٹے گی کہ جس کی کھر نہیں
حضور۔ یہ بھی خوب، سبحان اللہ، کیا کہنا۔
مولانا۔ سلام کر کے۔

شعر نمبر ۵

چھٹ کے نفس سے جاؤں نشین یہ کس طرح اشدری خوشی مرے قابو میں پر نہیں
حضور۔ بہت عمدہ خیال ہے، خوب کہا ہے۔
مولانا۔ سلام کر کے۔

شعر نمبر ۶

اُس کے کہاں پہ ختم ہو حدِ جستجو محشر میں کل جہاں ہے مرا نام پر نہیں
حضور۔ یہ بھی خوب کہا، بھلی کیا گیا شعر مولانا سنا رہے ہیں۔

مولانا - سلام کر کے -

شعر نمبر ۷

چٹکی سے اُن کی تیر کا چھٹنا تو یاد ہے پھول کہاں گیا ہمیں اس کی خبر نہیں
حضر - کیا کلام کی شوخی ہے - واہ ری جدت - پھر پڑھیے -
مولانا نے پھر پڑھا - پھر سب نے تعریف کی - مولانا نے سب کو سلام کر کے -

شعر نمبر ۸

درخ سے نقاب الٹ کے وہ ہوش ہو گئے میں نے بہت کہا مجھے تابِ نظر نہیں
حضر - (بیچین ہو کے) واہ مولانا صاحب، اس شعر کی شوخی کی انتہا نہیں دل خوش کر دیا -
مکرر ارشاد ہو - تعریف میں زبان قاصر ہے -
مولانا نے پھر پڑھا -

حضر - دل چاہتا ہے پڑھے جائے -

اُستاد - ان کی طبیعت بہت شوخ ہے آپ حضرات شعر سن رہے ہیں ؟
حضر - جی ہاں، بہت شوخ -

ایک بزرگ - میاں کیا کتنا، کچھ ہو کے رہو گے -

مولانا نے سب کو بادِ سلام کیا اور انکار کے جملے کہے -

شعر نمبر ۹

ادب کی سانس لیتا ہے جو جو مریضِ غم دم توڑتا ہے دل کہ ہوا کا گزر نہیں
حضر - نہایت لطیف خیال، پاکیزہ ہندش، خوب فرمایا -
مولانا - سلام کر کے -

شعر نمبر ۱۰

بیادِ غم سے کہہ کے گئے چارہ گر تمام . باقی بہت ہے رات اُمیدِ سحر نہیں

حضور۔ انتخاب شعر کہا ہے۔

شعر نمبر ۱۱

مولانا۔ سلام کر کے

میں آئے آتے قبر پر میری پلٹ گئے جیسے کوئی پکار کے کہہ دے ادھر نہیں
حضور۔ (بسیا خستہ پن کے ساتھ) حاصل طرح شعر ہے۔ 'ادھر نہیں' کا جواب نہیں۔

مقطع نمبر ۱۲

مولانا نے سب کو سلام کیا۔

اُردو کے دشمنوں سے شہزاد کو یہ صاف زندہ ہیں ہم ابھی نہیں اسکی خبر نہیں

حضور۔ بیشک آپ اس کے اہل ہیں۔ لاجواب مقطع کہا ہے۔ واقف اُردو کے دشمن بہت پیدا
ہو گئے۔ چاہتے ہیں کہ کوئی اُردو نہ بولے۔

اُستاد۔ مقطع مجھے پسند ہے صرف اس لیے کہ آپ کے دل میں خدمت بقائے اُردو کا جذبہ تو ہے۔

مولانا نے ختم غزل کا اہل پزم کو سلام کیا۔

اُستاد نے حاضرین کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ ہمارے مولانا بہت بڑے قابل دلائق ہیں۔ دس سال

کا مل اصلاح لی ہے۔ نواب صاحب بھی پُرگو اور نازک خیال ہیں۔ شوخی طبع تو آپ حضرات نے

ملاحظہ فرمائی، زبان کس قدر صاف و شستہ ہے۔

ایک بزرگ۔ ہم تو آپ کے خلوص کی تعریف کریں گے۔ گو مولانا لکھنوی نہیں ہیں مگر آپ نے فن میں ہر کھلایا۔

اُستاد۔ جناب نے یہ کیا فرمایا کہ گو آپ لکھنوی نہیں ہیں۔ بخدا میرے دل میں کبھی اس کا خیال بھی

نہیں آیا۔ میں متعصب انسان نہیں۔ دشمن اخلاق و مروت ہیں وہ ہستیاں جو ملکی و غیر ملکی، مقامی و غیر مقامی کا

خیال علم و فن میں کرتی ہیں۔ بھگواند میں ان تمام چیزوں سے بری ہوں۔

بزرگ۔ میں نے ان معنی سے عرض نہیں کیا۔ معافی چاہتا ہوں۔

اُستاد۔ (ہنس کے) معافی کیسی، میں پھر عرض کرتا ہوں کہ انسانیت سے بعید ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں

کہ فلاں پوہی ہیں، فلاں دکھی ہیں، فلاں ہندوستانی ہیں، فلاں لکھنوی ہیں اور دل میں بغض و عناد دھرا رہا

ہے۔ خدا ان کی ہدایت کرے۔ کہیں کا صاحب کمال ہو، عزت کرنا ہمارا فرض منصبی ہے (حضور کی طرف

رُخ کر کے) آپ حضرات نے غزلیں سنیں؟

حضار کیا کہنا، خوب سنیں، تعریف ناممکن۔ ہم تو آپ کی محنت کی تعریف کریں گے۔

استاد۔ آپ حضرات کے سامنے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ حضرات اب دوسروں کو اپنا شاگرد بنا سکتے ہیں، انھیں اصلاح کی ضرورت نہیں۔ یہ طریقہ صرف ایسے اختیار کیا کہ آج کل بے گسے، خود رو شاعر بہت نکل آئے ہیں جنھیں کہنا کجا شعر سمجھنے کا ذوق نہیں۔ استاد کے سامنے کبھی ناٹوئے ادب طے نہیں کیا لہذا آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں انھیں اجازہ اصلاح بخن دیتا ہوں۔ اساتذہ پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ سب نہیں بتاتے، تلامذہ سے چھپاتے ہیں۔ بخدا میرا یہ مسلک نہیں۔ (نواب اور مولانا کی طرف دیکھ کے) اس طرح میں ساٹھ ساٹھ شعر کیسے اور اہل بزم کو سنائیے۔

یہی رونا ہے کہ دنیا میں مروت نہ رہی

مولانا اور نواب غزل کہنے لگے (آدھ گھنٹے کے بعد) حضور، غزل تیار ہے۔

استاد۔ (حضار کی طرف دیکھ کے) جب دونوں صاحب غزلیں پڑھ لیں تو آپ حضرات تعریف کریں (یہ کہہ کے مولانا سے کہا غزل سنائیے، آپ کے بعد نواب صاحب پڑھیں گے)۔

مولانا بہت خوب کہہ کے غزل سنانے لگے۔

کب غم ہجر سے دل میں مرے ہمت نہ رہی (۱) رہ گیا صبح کو میں اور شبِ فرقت نہ رہی

آپ کیوں روک رہے ہیں میری خودداری کو (۲) حشر تک یہ نہ کہوں گا کہ محبت نہ رہی

ضعف طاقت سے نہ بولے تو کچھ ہم و عشق (۳) یا محبت نہ رہی یا تری ہمت نہ رہی

داستان ہجر کی کہتا ہوں گھرِ رک رک کے (۴) بندہ پروردہ مری شانِ طبیعت نہ رہی

ہجر کو مشقِ تصور سے سمجھتا ہوں وصال (۵) آئی لیکن شبِ فرقت شبِ فرقت نہ رہی

اے حُضرت کوئی نوت کی تدبیر بہتا (۶) جان دینے کی بھی بیادیں طاقت نہ رہی

کس لیے رنگِ غزل آپ نے بدلایا شاعر (۷) آپ یا وہ نہ رہے یا وہ طبیعت نہ رہی

مولانا کی غزل ختم ہونے پر نواب صاحب پڑھنے لگے۔

مرضِ عشق سے نالوں کی وہ صورت نہ رہی (۱) شکر اس بات کا کرتا ہوں کہ طاقت نہ رہی
 میں بڑی بات سمجھتا ہوں ہمیشہ چھوٹی (۲) درد کو درد نہ سمجھا تو وہ شدت نہ رہی
 تم مرے نام کے دو پھول کہیں رکھ دیتے (۳) کیوں یہ ہر ایک سے کہتے ہو کہ تربت نہ رہی
 ایک کروٹ میں اُلٹ دے گا زمانے کا درق (۴) کون کتنا ہے کہ بیمار میں طاقت نہ رہی
 درحقیقت ہے خیالات کی تاجِ تکلیف (۵) جس کو برداشت کیا پھر وہ صیبت نہ رہی
 نالے کرتا تھا کبھی لب پہ ہر آبِ مہرِ سکوت (۶) دل وہی ہجو وہی پردہ طبیعت نہ رہی
 کب سے امید بکرا کیا بیمارِ فراق (۷) آئے اُسوقت کہ جب بات کی طاقت نہ رہی
 اُستاد۔ (حضور کی طرف دیکھ کے) آپ نے غزلیں ملاحظہ فرمائیں؟ میرے نزدیک اب کوئی
 کمی نہیں رہی۔

حضور۔ کوئی کمی نہیں، اُستاد بنا دیا۔ ایسے ہی شاگردوں سے آپ کا نام روشن ہوگا۔
 اُستاد۔ میری کوئی اولاد نہیں، میں نے دونوں کو اپنے بعد اپنا جانشین کیا۔

نواب اور مولانا نے کھڑے ہو کر اُستاد اور مجمع کو سلام کیا۔ بزمِ شعر و شاعری ختم ہوئی۔ حضور
 ایک ایک دو دو کر کے رخصت ہو گئے۔ آخر میں مولانا اور نواب نے اجازت چاہی۔ اُستاد نے
 خدا حافظ فی امان اللہ کہہ کے دونوں کو گلے لگا کے رخصت کیا۔ مولانا وطن چلے گئے۔ چونکہ اُستاد
 طے کر چکے تھے، شوقِ زیارت تھا بغیر اطلاع احباب و اعزاء سامانِ سفر تیار کر کے زوجہ اور ملازم کو
 ہمراہ لے کے جانبِ عراق بغرضِ زیارت جنابِ سید الشہداء ۱۳ رجب المرجب کو ۵ بجے ۴۵ منٹ پر
 چارباغِ ایشیئن سے روانہ ہو گئے۔ شاگرد شاعری کرتے رہے۔ اُستاد نے جواریہ الشہداء اربابِ بایا۔
 اور سققل بودو باش اختیار کی۔

تَحْقِيقُ بِالْخَطِّ

مصنف کتاب ہذا سید محمد میرزا محمد فاضل ممتاز الافاضل دبیرِ کابل، مؤلف لغات محمد تہذیب
 ۲۲ رگسہ ۱۳۵۵ء مطابق ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۶۵ء یومِ پنجشنبہ بامعنی ۲۵ اشد الموفق -

مطبوعہ گنگا فائن آرٹ پریس لکھنؤ

